

"اِنّمایخشی اللہ من عبادہ العلماء" (القرآن: فاطر: ۲۸)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں، جن کو سمجھ (علم) ہے۔

"لاتسبوا قریشاً، فان عالمها یملأ طباق الأرض علماً۔" (الحدیث)

قریش کو برا بھلا نہ کہو، اس لیے کہ قریش کا ایک عالم روئے زمین کو علم سے بھر دے گا۔

شافعی مسلک

تاریخ اور خدمات کے آئینے میں

مؤلف: مفتی محمد حسین قمر الدین ماہمکر فلاحی، حفظہ اللہ

قاضیٔ شریعت مرکزی دار القضاء کوکن۔ استاذِ فقہ وقضاء جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن

ناشر: مجلسِ تحفّظِ شریعت کوکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اِنّما یخشی اللہَ من عبادہ العلماء" (القرآن: فاطر: ۲۸)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں، جن کو سمجھ (علم) ہے۔

" لا تسبوا قریشاً، فان عالمها یملأ طباق الأرض علماً." (الحدیث)

قریش کو برا بھلا نہ کہو، اس لیے کہ قریش کا ایک عالم روئے زمین کو علم سے بھردے گا۔

شافعی مسلک

تاریخ اور خدمات کے آئینے میں

مؤلّف:

مفتی محمد حسین قمر الدین ماہمکر فلاحی، حفظہ اللہ

قاضیٔ شریعت مرکزی دار القضاء کوکن - استاذِ فقہ وقضاء جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن

ناشر:

مجلسِ تحفّظِ شریعت کوکن

نامِ کتاب	:	شافعی مسلک: تاریخ اور خدمات کے آئینے میں
مؤلف	:	مفتی محمد حسین قمر الدین ماہمکر فلاحی، حفظہ اللہ
صفحات	:	
ناشر	:	مجلسِ تحفّظِ شریعت کوکن
تعدادِ اشاعت	:	ایک ہزار
سنِ اشاعت	:	۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	مفتی محمد حسین قمر الدین ماہمکر فلاحی، حفظہ اللہ
سیٹنگ	:	مولوی محمد الیاس بغدادی صاحب، حفظہ اللہ
طباعت	:	اریب پبلیشر چپلون، رتناگری
قیمت	:	

ملنے کے پتے :

جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن، ضلع: رائیگڈھ

مدرسہ دار الفلاح وڈولی گونڈگھر، تعلقہ: مہسلہ

مدرسہ قاضیہ عالیہ گرئے، سندھودرگ

شافعی مسجد ممبرا، تھانہ

انجمن دردمندانِ تعلیم وترقی مرکز مہاڈ

مدرسہ مظاہر القرآن پاوس، رتناگری

جاملی محلّہ شافعی مسجد ممبئی

اریب پبلیشر چپلون

فهارس

عنوان — صفحہ نمبر

عنوان — صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر



تقریظ

فقیہ العصر، وقارِ علماءِ ہند، محقّقِ زماں

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، دام ظلہ

(جنرل سیکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، سیکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ،

بانی المعہدالعالی الاسلامی حیدرآباد و رکن المجمع الفقہ الاسلامی العالمی مکۃ المکرّمۃ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، قرآن مجید کی حفاظت میں الفاظ قرآنی کی حفاظت بھی شامل ہے اور معانی قرآن کی حفاظت بھی، جیسے الفاظ قرآنی کی حفاظت قراء اور حفاظ کے ذریعہ انجام پاتی رہی ہے، اسی طرح معانی قرآن کی حفاظت کی خدمت اللہ تعالیٰ نے محدثین اور فقہاء سے لی ہے، محدثین سے اس طور پر کہ انھوں نے احادیث نبوی کو ہر طرح کی آمیزش سے محفوظ رکھا، اور فقہاء سے اس طرح کہ انھوں نے قرآن وحدیث کا عطر کشید کر کے اسلامی نظام حیات کو مرتب فرمایا؛ اس لئے فقہ اپنے مقصد ومنشاء کے اعتبار قرآن وحدیث کا شرح وبیان اور اس کے مقاصد ومصالح کا ترجمان ہے۔

چنانچہ ہر عہد میں علماء اُمت نے فقہ کی طرف خصوصی توجہ دی ہے اور تاریخ کی بہترین ذہانتیں اس فن کی آبیاری میں خرچ ہوئی ہیں؛ لیکن جن سلف صالحین کی خدمات کو اُمت میں قبول عام اور بقاء ودوام عطا ہوا، وہ ائمہ اربعہ ہیں کہ آج اُمت کا سواد اعظم ان کی تقلید واتباع پر قریب قریب متفق ہے، یہ سب کے سب مخلصین، اُمت کے محسنین اور مقبولین بارگاہ رب العالمین تھے، ائمہ اربعہ میں ایک اہم ترین شخصیت حضرت امام شافعیؒ کی ہے، جن میں مختلف علوم کی جامعیت پائی جاتی ہے، جن کو علوم قرآنی میں بھی بڑا ادرک حاصل تھا، جن کا شمار بلند پایہ

محدثین میں بھی تھا، عربی زبان وادب میں بھی جن کو ادباء عرب نے سند تسلیم کیا ہے اور جن کے اشعار تعبیر ومعنویت دونوں جہتوں سے امتیازی شان کے حامل ہیں؛ لیکن انھیں علوم اسلامی کے جس شعبے کی نسبت سے سب زیادہ شہرت و ناموری اور قبولیت و پذیرائی حاصل ہوئی، وہ ''فقہ'' ہے؛ چنانچہ آج اہل سنت میں احناف کے بعد سب سے زیادہ متبعین امام شافعیؒ کے ہیں، نیز جس قدر محدثین، فقہاء، ماہرین اسماء رجال اور اُصولین ومتکلمین فقہ شافعی میں پیدا ہوئے، غالباً کسی اور فقہ میں پیدا نہیں ہوئے، وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

چنانچہ اسی مناسبت اور اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ''اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے'' جامعہ حسینیہ عربیہ شری وردھن کے تعاون سے فقہ شافعی پر مستقل سیمینار منعقد کیا، جس میں ہندوستان کے علاوہ بیرون ہند سے بھی بہت سے ممتاز اہل علم نے شرکت کی، اس سیمینار میں محبّ عزیز مولانا مفتی محمد حسین قمر الدین ماہمکر فلاحی نے اپنے دو مقالات پیش کئے، اب انھوں نے ان دونوں مقالات کو مزید تحقیق وتحسین، مأخذ سے مراجعت اور مفید اضافات کے ساتھ ''شافعی مسلک — تاریخ اور خدمات'' کے نام سے مرتب کیا ہے۔

غالباً اُردو زبان میں اس موضوع پر یہ پہلی علمی وتحقیقی کاوش ہے، مصنف نے اس کتاب میں امام شافعیؒ کے حالات، اجتہاد واستنباط کے اعتبار سے ان پر گزرنے والے مختلف ادوار، فقہ شافعی کے ناقلین اور عہد بہ عہد فقہ شافعی میں پیدا ہونے والے اہم مؤلفین فقہ شافعی کی تنقیح وترجیح کے سلسلے میں خدمت انجام دینے والے اہل علم کا تذکرہ کرنے کے علاوہ فقہ شافعی کی اکثر اہم کتابوں کا تعارف بھی کرایا ہے، جو فقہ کے اساتذہ وطلبہ کے لئے بے حد مفید اور نافع ہے۔

پھر اس کتاب کی ایک فصل میں اُصولِ فقہ اور قواعدِ فقہ کے سلسلے میں فقہاء شوافع کی خدمات کا تفصیلی ذکر کرنے کے علاوہ فقہ شافعی کی خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے —— ایک اہم موضوع اصطلاحات کا ہے، ہر فقہ میں ان کی مخصوص اصطلاحات ہوتی

ہیں اور یہ اصطلاحات بتدریج وجود میں آتی ہیں، اس لئے فقہ کے اساتذہ وطلباء کے لئے ان سے آگاہ ہونے کی بے حد اہمیت ہے، مؤلف نے ان اصطلاحات پر بھی ایک فصل قائم کی ہے، اُمید ہے کہ اس سے اہل علم کو روشنی ملے گی اور بکھرا ہوا مواد انھیں یکجا حاصل ہو جائے گا۔

مؤلف کتاب جامعہ فلاح دارین ترکیسر (گجرات) کے فاضل ہیں ، انھوں نے امارت شرعیہ بہار میں قضاء کی تربیت پائی ہے، اس وقت فقہ شافعی کی سب سے بڑی درسگاہ ''جامعہ حسینیہ عربیہ شری وردھن، ضلع رائے گڑھ'' میں فقہ کے استاذ ہیں ، دارالقضاء کوکن کے قاضی شریعت ہیں اور بحمد اللہ ایک باصلاحیت نوجوان فاضل کی حیثیت سے اُبھر رہے ہیں، ان کے تحریر کئے ہوئے اہم فیصلوں کے اہلِ علم قدرشناس ہیں، دُعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو مزید علمی وقلمی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور رفیق گرامی حضرت مولانا امان اللہ قاسمی زیدہ مجدہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ ان ہی کے زیر سایہ فکر ونظر کا یہ قافلہ رواں دواں ہے، اللہ تعالیٰ اس سفر شوق کو قائم رکھے اور جامعہ حسینیہ کا یہ گلشن علمی سدا بہار رہے۔

وباللہ التوفیق وهو المستعان .

خالدسیف اللہ رحمانی

(خادم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

۲۴/ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ ، ۵/ مئی ۲۰۱۳ء



تقریظ

سرخیلِ علماءِ کوکن ، وقارِ سادات ، معروف قلمکار ، رہبرِ ملّت

حضرت مولانا سیّد عبدالمنعم نظیر صاحب، دام فیضہ العالی

(سابق صدرالمدرّسین جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن وسرپرست مدرسہ دارالفلاح وڈولی، گونڈگھر)

چندکلمات ''شافعی مسلک: تاریخ وخدمات کے آئینے میں'' سے متعلق

عزیزِ مکرّم قاضی ومفتی محمد حسین صاحب نے ایک نہایت کارآمد کتاب لکھی ہے، اور انھوں نے اس کا حق ادا کیا، اور یہ انہی کا حق تھا، اس لئے کہ وہ نہ صرف عالم وفاضل بلکہ مفتی اور قاضی بھی ہیں، جب یہ زیورِ طبع سے آراستہ ہوگی تو شوافع علماء یقیناً خوش ہوکر انھیں دعائیں دینگے، اس لئے کہ قاضی صاحب نے اپنی محنت وکاوش سے انھیں اپنے علماء ومجتہدینِ شوافع؛ سلف تا خلف سے متعارف کرایا ، ساتھ ان کی کتابوں سے بھی متعارف کرایا، اخیر میں اصطلاحات وغیرہ پیش کر کے فقہی کتابوں کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے الجھی ہوئی گتّھی بھی سلجھادی ، میں کہونگا کہ موصوف کا ہمارے علماءِ کوکن کی گردن پر عظیم احسان ہوگا ، علماءِ کوکن اس احسان کا شکریہ اسے پڑھ کر اور اس سے فائدہ اٹھا کر ہی ادا کرسکتے ہیں۔

میری علماءِ کوکن سے گذارش ہے کہ اس کتاب میں جن نادر اور وقیع فقہی اور اصولی کتابوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، انھیں تلاش کریں اور انکا مطالعہ کریں، اس لئے کہ درسی کتابیں صرف رہنما ہوتی ہیں، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کاشتکار بارش سے پہلے کھیت کو بونے کے لئے ہموار کرتا ہے، اور اس میں ہل چلا کر اسے اناج اگانے کے لائق بناتا ہے، صحیح بات یہ ہے

کہ درسی کتابیں پڑھ کر کوئی علاّمہ نہیں بنتا، جن علماء نے ہمارے لئے کتابیں لکھیں، وہ یونہی علاّمہ نہیں بنے، بلکہ انھوں نے کئی ملکوں کا سفر کیا، کئی علماء سے علم حاصل کیا اور قدیم وجدید علماء کی تصنیفات سے استفادہ کیا، سچی بات یہ ہے کہ جس کو علم کے حصول کی لگن ہوتی ہے وہ کسی ایک آدھ کتاب کو پڑھکر اس پر قناعت نہیں کرتا، بلکہ زندگی بھر اسے علم کی پیاس رہتی ہے، اس لئے اسے علم کی تلاش رہتی ہے، ایک بڑے فلاسفر نے کہا تھا ’’ہم نے جو کچھ علم حاصل کیا ہے، ایسا لگتا ہے کہ ابھی سمندر کے کنارے سنگریزوں سے کھیلتے رہے، علم ہے ہی بے کنار سمندر‘‘۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سارے سمندروں کی سیاہی بنائی جائے اور تمام درختوں کے قلم بنائے جائیں، تب بھی اللہ تعالی کا علم ختم نہیں ہوگا، ہم گرچہ اس بحرِ بے کراں میں تیرنے کے بھی قابل نہیں ہیں، مگر آج ہم پر امّت کو علمِ قرآن وحدیث سے روشناس کرانے کی جو ذمہ داری ہے، اس سے سبکدوش ہونے کے لئے اپنی زندگی کا بیشتر وقت وسیع مطالعے میں صرف کرنا چاہئے۔

مجھے خوشی اور بے حد مسرّت ہوتی ہے کہ کوکن جیسے بنجر علاقے میں ماشاءاللہ قابل علماء پیدا ہوئے ہیں، جن میں سے ایک قیمتی ہیرا قاضی محمد حسین ہیں، مجھے آپ پر اور کوکن کے تمام اہلِ علم پر بجا فخر ہے کہ جو وہ کام کررہے ہیں وہ میری سوچ سے بھی بلند ہے، اب یہ کہنا بجا ہوگا کہ اب ہم جیسوں کو مستقبل کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، انشاءاللہ، آپ لوگ امّت کی کشتی کے ملاّح ہوں، جو انشاءاللہ اس کشتی کو پار لگانے کی ہمّت، جرأت اور صلاحیت رکھتے ہوں، بشرطیکہ اپنا مطالعہ وسیع رکھیں، مطالعہ میں قرآن، حدیث اور فقہ کے ساتھ ساتھ تاریخِ قدیم و جدید، نفسیات، جغرافیہ، قدیم وجدید سائنس اور مختلف زبانیں سیکھیں۔

دیکھئے! قرآن میں اللہ تعالی نے جگہ جگہ پچھلی قوموں کا ذکر کیا ہے؛ یہ تاریخ ہے، جن قوموں کا ذکر کیا ہے؛ ان قوموں کا جائے وقوع جاننا؛ یہ جغرافیہ ہے، تخلیقات کا ذکر کیا ہے؛ یہ سائنس ہے، اور انسانوں سے جس انداز میں تخاطب کیا ہے؛ یہ نفسیات ہے۔ اور ہم پر تذکیر وموعظت کی ذمہ داری ہے؛ اس کے لئے مختلف زبانوں کا سیکھنا بھی ضروری ہے، جبکہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے دوسری قوموں کی زبان سیکھنے کی ترغیب دی تھی۔

بہرِ حال عزیزِ مکرّم قاضی محمّد حسین ہم سب کے شکریے کے مستحق ہیں، اللہ تعالی موصوف کو خوب جزائے خیر عطا کرے، اور ہمیں اس کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ فقہی، اصولی، تفسیرِ قرآن اور شروحاتِ احادیث کے مطالعے کی ہمّت، قوت اور توفیق عطا کرے اور وقت میں برکت اور قربانی کا وافر جذبہ عطا کرے اور ہمیں سلف وخلف کے علوم سے مستفید کرے۔ آمین۔ والسلام۔

از: (مولانا) سیّد عبدالمنعم نظیر (صاحب)۔ میندری

۱۰/ جمادی الاخری ۱۴۳۴ھ/ ۲۱/ اپریل ۲۰۱۳ء



عرضِ حال

از: مفتی محمد حسین قمرالدین ماہمکر فلاحی

خطۂ کوکن میں عموماً شافعی مسلک پر عمل ہے، عربی زبان میں اسلامی فقہ اور شافعی فقہ کی تاریخ وتعارف پر کافی وافی ذخیرہ موجود ہے، وقت کی ضرورت اور کچھ ناگزیر اسباب کی بناء پر یہ ایک حقیر سی کوشش اردو زبان میں پیش کرنے کی سعادت اللہ ربّ العزّت نے عطا فرمائی ہے۔

اصل میں مدرسہ فیض العلوم نیرل کے ترجمان ماہنامہ ادراکِ جدید میں میرے عزیز دوست مرحوم حضرت مفتی محمد سلمان صاحب سرکھوت، رحمہ اللہ، نے ایک سلسلہ بنام ''تدوینِ فقہِ شافعی کا تاریخی پسِ منظر'' شروع فرمایا، حضرت مفتی صاحبؒ کا درخشاں قلم اور پھر تحقیق کا خزانہ، لہٰذا اسے کافی سراہا گیا، لیکن اللہ ربّ العزّت نے حضرت مفتی صاحبؒ کو بالکل نوجوانی میں ہی اپنے پاس بلالیا، اور ایک جانکاہ حادثہ میں وہ اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ اللہ ان کی مغفرت فرما کر رفعِ درجات عطا فرمائے۔ آمین۔

مرحوم مفتی سلمان صاحبؒ کے قلم سے چار قسطیں ہی منظرِ عام پر آئیں تھیں، ان کے سانحۂ ارتحال کے بعد ادارہ کے ناظمِ اعلیٰ حضرت مولانا عبدالسلام نجے قاسمی صاحب مدّ ظلہ العالی نے اس حقیر سے التماس کی، مرحوم مفتی سلمان صاحبؒ کی دوستی کے حق کو ادا کرنے اور حضرت کے حکم کی تعمیل میں اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود بندہ نے حامی بھرلی، پھر اس گوشہ کی تشنہ لبی کو سیراب کرنے کی کوشش میں اپنی صلاحیت کے بقدر محنت کی، لیکن تسلسل باقی نہ رکھ سکا۔

اللہ کی توفیق سے ازہرِ کوکن جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن میں ''اسلامک فقہ اکیڈمی'' کی سرپرستی میں ۶۔۷ جنوری ۲۰۱۳ء کو ایک عظیم الشان علمی سمینار ''فقہِ شافعی کی تاریخ اور ہندوستان میں علماءِ شوافع کی خدمات وتالیفات'' کے موضوع پر منعقد ہوا، جس نے جامعہ کی عظمت میں چار چاند لگا دیئے، جامعہ کی علمی اور تنظیمی صلاحیتوں کو ملک وبیرون میں سراہا گیا، اس عظیم سمینار کے لئے مہتممِ جامعہ حسینیہ حضرت مولانا امان اللہ قاسمی صاحب مدّ ظلّہ العالی نے اپنے اس شاگرد کو محبّتاً مقالہ لکھنے کا حکم دیا، ذہن میں مختلف عناوین صف بستہ اپنے سے مستفید ہونے کی دعوت دے رہے تھے، اللہ ربّ العزّت کے فضل نے میرے دو عظیم اساتذۂ کرام (۱) مجاہدِ ملّت حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ (سابق صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ) اور (۲) اور میرے مخدومِ مکرّم حضرت مولانا سیّد ذوالفقار احمد صاحب قاسمی گوالیاریؒ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر گجرات) کی یہ تمنّائیں میرے دل ودماغ میں موجزن کیں کہ فقہِ شافعی کی تاریخ جس میں اس عظیم فقہ کے ائمّہ اور کتابوں کا تعارف اردو میں ہو، تاکہ عوام وخواص اس سے فائدہ اٹھائیں، اور خود بندہ کے بھی علم وعمل میں اضافہ ہو۔

لہٰذا اب تیّاری شروع ہوئی، تحقیقی وتاریخی موادتو عربی کتابوں میں کافی بکھرا ہوا نظر آیا، لیکن ضرورت لاحق ہوئی کہ طرزِ تحریر واسلوبِ بیان کیسا ہو؟ اللہ کے فضل سے دکتور اکرم یوسف عمر القواسمی کی کتاب ''**المدخل الی مذهب الامام الشافعی**'' کا طرز اور ترتیب وتنسیق بہت پسند آئی، اسی کو اصل بناتے ہوئے اسی نہج وترتیب پر کچھ اضافوں اور تشنہ پہلوؤں کو سیراب کرتے ہوئے مختلف کتابوں کی چھان بین کے ساتھ مقالہ تیار ہوا، سمینار میں مقالہ کو اللہ کے فضل وانعام سے سراہا گیا، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے سیکریٹری جنرل فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدّ ظلہ العالی نے مزید تحقیق اور ترمیم واضافوں کے ساتھ چھپانے کا مشورہ دیا، اب حوصلوں کو جلا ملی، ہمّت بڑھی، اور بہت ہی

محنت وکاوش کے بعد یہ کتاب تیار ہوئی۔حسبِ ذیل منہج پر کام کیا گیا ہے:

(الف) اس کتاب میں شافعی مسلک کی مرحلہ وار ترقی کو حضرتِ امامِ شافعیؒ کے زمانہ میں آپ کے فقہی اجتہادات ومسلک کے ظہور سے موجودہ زمانہ تک چھ مراحل اور ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے، ہر مرحلے اور دور میں شافعی مسلک کے اہم فقہاءِ مجتہدین کا ان کی فقہی وعلمی خدمات کے اعتبار سے تعارف ہے۔

(ب) حضرتِ امامِ شافعیؒ سے موجودہ زمانہ تک ہر دور ومرحلہ میں علماء وائمۂ شوافع کی بڑی تعداد رہی ہے، اور الحمدللہ انھوں نے اپنے اپنے زمانہ میں فقہِ شافعی کے ساتھ دیگر علومِ شرعیہ میں بھی اہم خدمات انجام دی ہیں، ان تمام کا تعارف اس کتاب میں درج نہیں ہے، اس مختصر سی کتاب میں ان کا احاطہ کسی بھی صورت میں ممکن نہیں تھا، ان کے لئے تو ہزاروں صفحات درکار ہیں، بلکہ صرف انہی فقہاءِ شوافع کا تعارف ہے، جنھوں نے اپنے زمانہ میں فقہِ شافعی کی تدریجی ترقی میں ایک نیا کارنامہ انجام دیا، جس سے اس مسلک کو مضبوطی ملی اور شافعی مسلک کا وقار بلند ہوا۔ان میں بھی یقیناً کسی کا تذکرہ رہ گیا ہو۔

(ج) فقہاءِ شوافع کے تعارف میں بھی ان کی فقہی وعلمی خدمات پر روشنی ڈالنے کا اہتمام کیا گیا ہے، ان کے پورے احوالِ زندگی درج نہیں ہیں، ورنہ کتاب کافی طویل ہوتی، جن مآخذ سے ان کے احوال وکوائف درج کئے گئے ہیں، ان کے تفصیلی حوالجات مذکور ہیں، تفصیل کے خواہشمند حضرات اصل مراجع سے رجوع کر سکتے ہیں۔

(د) فقہاءِ شوافع کے تعارف کے ساتھ ان کی چند اہم ونادر اور مفتیٰ بہ مراجع کی حیثیت رکھنے والی فقہی تصنیفات کا بھی تعارف وتجزیہ پیش کیا گیا ہے، تاکہ ان کتابوں سے استفادہ آسان ہو، اور شافعی مسلک میں ان کتابوں کا درجہ ومرتبہ سمجھ میں آئے، اور درس وتدریس، فقہ وفتاوی، فیصلوں اور انفرادی واجتماعی عملی زندگی میں ان سے مدد حاصل ہو، یہ ذہن نشین رہے کہ تمام کتابوں کا تعارف نہیں ہے، شافعی مسلک کی مختصر اور مطول کتابیں بے شمار ہیں، جن کو بیان

کرنے کے لیے ایک ضخیم کتاب بھی ناکافی ہے، اس میں بندہ نے جامعہ حسینیہ کے استاذ اور جامعہ کے ترجمان الهادی کے معاون مدیر عزیزم حضرت مولانا انوار احمد صاحب مبارکپوری قاسمی صاحب حفظہ اللہ کے مقالہ سے خوب استفادہ کیا ہے، نیز فقہِ شافعی کی خصوصیات جامعہ حسینیہ کے استاذ عزیزم حضرت مولانا مفتی فرید احمد صاحب ہرنیکر حفظہ اللہ کی کاوش ہے، یہ گوشے ان دو حضرات کی عرق ریزی کے نتائج ہیں۔اللہ انکی خدمات کو قبول فرمائے اور دارین میں کامیابی عطا فرمائے۔آمین۔

(ھ) اس کتاب کو اردو میں شافعی مسلک کے تعارف، تاریخ اور خدمات کے اعتبار سے مفید بنانے کے لئے فنِ اصولِ فقہ اور قواعدِ فقہیہ میں فقہاءِ شوافع کی تصنیفات وتالیفات کا تعارف بھی پیش کیا ہے تاکہ مطالعہ کے شوقین حضرات ان کتابوں کو حاصل فرما کر ان سے فائدے اٹھائیں۔اور ہم اس بات کو بھی جان لیں کہ علماء وفقہاءِ شوافع نے فقہ، اصول اور قواعدِ فقہیہ میں بہت ہی قیمتی خدمات انجام دی ہیں، اور صرف انہی علوم وفنون میں نہیں بلکہ فن تجوید وقرأت، تفسیر، اصولِ تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فن اسماءِ رجال، اسلامی وعالمی تاریخ، اسلامی جغرافیہ، قدیم سائنس، نفسیات، لغت، علمِ کلام وعقائد، تصوف وسلوک اور علمِ اخلاقیات وغیرہ کئی علومِ شرعیہ ودنیویہ میں علماءِ شوافع کی چشم کشا تصانیف وخدمات ہیں۔

(و) فقہِ شافعی کی اہم اصطلاحات اور شخصیتوں کے رموز بھی مذکور ہیں، تاکہ شافعی مسلک کی کتابوں میں درج اقوال، احکام ومسائل اور فتاوی کے درجات سمجھنے میں آسانی ہو۔

(ز) اس کتاب میں شافعی مسلک کی مناسبت سے چند دیدہ زیب چارٹس بھی شامل کئے ہیں، جن میں موجودہ دور سے امامِ شافعی تک اور ان سے یہ علمی شجرہ نبی پاک ﷺ تک پہنچتا ہے، ساتھ ہی شافعی مسلک کی فقہی اور اصولی کتابوں کی سنہری لڑیاں بھی موجود ہیں۔

(ح) کتاب کے ابتداء میں اسلامی قانون کی اہمیت، شریعت کی افادیت، تقلید واتباع کی مشروعیت اور شافعی مسلک کی ضرورت وغیرہ مباحث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس میں حضرت

شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ حضرت مولانا محمد ابراہیم بن علی خطیب صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی کتاب **تحفة الباری** کے گرانقدر مقدمہ سے استفادہ واخذ ہے۔تفصیل کے طالب اصل سے مراجعت فرمائیں۔

(ط) مرتبین، مؤلفین ومصنفین کی حوالے تحریر کرنے کی الگ الگ ترتیب ہے، بندہ نے جو بات جس کتاب سے نقل کی بس اس کے ختم پر ہی اس کا حوالہ دے دیا ہے، تاکہ مراجعت میں سہولت ہو۔شافعی مسلک کے علماء کی کتابوں سے ہی حتی الامکان حوالجات لکھے ہیں، بعض تاریخی امور کے لئے دیگر کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(ی) کتاب کی تصحیح میں انتھک محنت ہوئی، پھر بھی دانستہ ونادانستہ اپنی علمی کمی کی بناء پر یقیناً لغزشیں وغلطیاں ہوں گی، لہٰذا ضرور مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ ان کی اصلاح کی جائے، ابھی بھی بہت سے گوشے اس موضوع پر شامل نہیں ہوئے ہیں، انشاءاللہ آئندہ کوشش ہوگی۔

شکر وسپاس

معزز قارئین کی خدمت میں اس علمی سوغات کو پیش کرتے ہوئے اس حقیر کی پیشانی تشکر وامتنان کے جذبے سے بارگاہِ خداوندی میں جھکی ہوئی ہے کہ یہ محض اس کا فضل وکرم ہے کہ اس کی توفیق سے یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت ملی ہے، مجھے اس کا خوب احساس ہے کہ اپنی بساط بھر کوشش کے باوجود اس موضوع پر جو تحقیق مطلوب تھی، وہ نہیں ہوسکی، کیوں کہ وہ جس علمی تبحّر، وسعتِ مطالعہ اور فقہی وتاریخی بصیرت کو چاہتی ہے، ان اوصاف سے یہ کم علم اور ناتجربہ کار خالی ہے، لیکن جو کچھ قارئین کی خدمت میں پیش ہے، وہ محض اللہ ربّ العزّت کے احسان کا ادنی مظہر ہے۔

فللہ الحمد والشکر۔

اس مبارک موقع پر میں اپنے تمام محسن اداروں ’’خصوصاً ازہر کوکن جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن، دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر گجرات اور امارتِ شرعیہ پٹنہ بہار کا، ان کے

منتظمین، جمیع اساتذۂ کرام اور کارکنان کا کہ جن کی آغوش میں میری تعلیمی وفکری تربیت ہوئی، اپنے والدین، دادی، متعلقین، اعزّہ واقارب، مخلص علمی دوستوں اور معاونین کا بے حد ممنون ہوں، کہ جن کی فکروں اور دعاؤں نے کچھ پڑھنے لکھنے کے قابل بنایا۔

اس موقع سے جن شخصیات کے تئیں میں اپنے دل میں خصوصی شکر واحسان کے بے پناہ جذبات پاتا ہوں، ان میں سرخیلِ علماءِ کوکن حضرت مولانا سیّد عبدالمنعم صاحب نظیری اَدام اللہ فیوضکم علینا۔شافعی مسلک اور تقلید ووقت کے اہم مسائل پر حضرت نے بنیادی اور اہم معلومات پر مشتمل کتابیں تصنیف فرمائیں جن کی کتابوں کی روشنی میں کوکن پروان چڑھ رہا ہے۔حضرت نے اپنی مصروفیات اور پیرانہ سالی کے باوجود محبّتاً اس کتاب کے مسودہ کو حرف بحرف دیکھ کر ضروری اصلاحات فرمائیں، اپنے مفید وقیمتی مشوروں سے نوازا اور حوصلہ افزائی کی خاطر گرانقدر تقریظ بھی تحریر فرمائی۔نیز فخرِ کوکن حضرت مولانا سید شوکت علی نظیر صاحب اَدام اللہ فیوضکم علینا (امام وخطیب جامع مسجد ممبئی) کا احسانِ عظیم مانتا ہوں کہ کتاب کا مسودہ اور حضرت مولانا سیّد عبدالمنعم صاحب کی تصحیح وتقریظ ملاحظہ فرمانے کے بعد اس ناچیز کی پیشانی کو چوما اور حوصلہ افزا ودعائیہ کلمات ارشاد فرمائے۔

اسی طرح فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا مشکور ہوں کہ اپنی گوناگوں علمی، قومی، بین الاقوامی مصروفیات کے باوجود مسودہ پر نظر فرما کر مفید وقیمتی مشوروں سے نوازا اور حوصلہ افزائی کی خاطر گرانقدر تقریظ بھی تحریر فرمائی۔

پھر میرے عزیز خیرخواہ انجمن دردمندانِ تعلیم وترقی ٹرسٹ کے بانی وصدرِ محترم حضرت مولانا مفتی رفیق صاحب پورکر مدنی مدّ ظلّہ العالی کا انتہائی ممنون ہوں کہ جن کی توجہات اور فکروں سے ہم علماءِ کوکن قوم وملّت کے کام آنے کے لئے کوشاں ہیں، اور جو ہر مشکل مرحلے پر اپنے تعاون سے نوازتے ہیں، جنھوں نے مسودہ دیکھ کر بہت حوصلہ دیا کہ اس کام کی ضرورت تھی جو پورا ہوتا نظر آرہا ہے۔اس کے علاوہ بھی تحریک وتائید، مشورے، حوصلہ افزائی

،اصلاح وجانچ اور کتاب کی تالیف وترتیب اور چھپائی تک نیز اس کے بعد کے مراحل میں اور میری علمی زندگی میں بھی بہت سے حضرات کا تعاون شامل رہا، جنھیں اللہ کی ذات بخوبی جانتی ہے، اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ ان تمام معاونین کو اجرِ جزیل عطا فرمائے اور دارین کی خیر وبرکات سے ان کا دامن بھر دے، اللہ میری اس علمی سوغات کو خوب قبول فرمائے، لغزشوں اور خطاؤں سے درگذر کرے، نفع عام وتام فرمائے اور دارین کی فلاح وکامرانی کا سبب بنائے۔آمین۔

ربّنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار .ربّنا تقبّل منّا انّک انت السمیع العلیم وتب علینا انّک انت التوّاب الرّحیم(آمین)

والصلٰوة والسلام علی سیّد المرسلین محمّد بن عبدالله الأمین وخاتم النبیین وعلی اٰله وصحبه أجمعین ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین، والحمد لله ربّ العالمین.

احقر العباد: محمد حسین قمر الدین ماہمکر فلاحی

۲۶/جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ

مقدمہ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد لله ربّ العالمين والصلٰوة والسلام على سيّد المرسلين محمّد بن عبدالله الأمين وخاتم النبيين وعلى اٰله وصحبه أجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين .أمّا بعد!!

اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: **وما كان المؤمنون لينفروا كآفة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون(التوبة: ۱۲۲)**

ترجمہ: اور مسلمانوں کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ (ہمیشہ) سب کے سب (جہاد کے لئے) نکل کھڑے ہوں، لہٰذا ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ (جہاد کے لئے اللہ کے راستہ میں) نکلا کرے تاکہ (جو لوگ جہاد میں نہ گئے ہوں) وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے محنت کریں اور جب ان کی قوم واپس آئیں تو ان کو متنبّہ کریں تاکہ وہ (گناہوں سے) بچ کر رہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من يّرد الله به خيرًا يّفقّهه فى الدين.(متفق عليه).

ترجمہ: اللہ تعالی جس بندہ کے ساتھ خیر وبھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں، اسے دینی علم وسمجھ عطا فرماتے ہیں۔

اسلامی قانون کی اہمیت: انسانی سماج کو سنوارنے میں قانون کا اہم کردار ہوتا ہے، قانون ہی انسان کی کبھی نہ ختم ہونے والی خواہشات اور تمنّاؤں کے لئے اخلاقی حدود قائم کرتا ہے، سماج ومعاشرہ کو ٹکراؤ اور جھگڑوں سے بچاتا ہے، ظالم کو ظلم سے روکتا ہے، مظلوم کو

اس کا حق دلاتا ہے اور سماج میں رہنے والے تمام لوگوں نیز معاشرہ میں بسنے والے تمام انسانوں کے حقوق وفرائض متعین کرتا ہے، جس سماج میں قانون کی حکمرانی نہ ہو وہ انسانوں کی آبادی نہیں بلکہ وہ انسانوں کا جنگل ہے اور جو سماج قانون کی بندش کو قبول کرتا ہے اور قانون کی پابندی کا لحاظ رکھتا ہے وہ انسانیت کا گلشن ہے، جس میں محبّت کے پھول کھلتے ہیں اور امن وشانتی کے پھل پروان چڑھتے ہیں۔

اسی لئے تاریخ کے ہر دور میں کوئی مہذّب سماج ایسا نہیں جو قانون کی حکمرانی سے خالی رہا ہو، یہ قوانین بنیادی طور پر دو طرح کے ہوتے ہیں: (۱) انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین، چاہے پھر اسے ایک فرد نے بنایا ہو یا کچھ افراد نے یا جمہور نے؛ (۲) الہامی قوانین، جو اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے بھیجے جاتے ہیں، جس دن سے انسانوں کی یہ بستی بسائی گئی ہے، اسی دن سے خدا کی طرف سے اسے زندگی گذارنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے، اسی خدائی قانون کا نام ''شریعت'' ہے، اسی خدائی قانون کی آخری ومکمل شکل کا نام ''شریعتِ محمّدی'' ہے، جو انسانی زندگی کے لئے سب سے زیادہ موزوں اور انسانی فطرت سے میل جول رکھنے والی اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے والی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی انسان کے لئے اسی ذات کا بنایا ہوا قانون ونظامِ زندگی مفید ہوسکتا ہے جو اس کی خوبیوں اور خامیوں، جذبات وخواہشات سے اور اس کی ضروریات سے پوری طرح واقف ہو، وہ اس کا ہمدرد وخیر خواہ ہو اور اس کے ساتھ پورا پورا انصاف بھی کرسکتا ہو، اللہ کی ذات سے بڑھ کر انسان کے لئے کوئی مہربان ورحیم نہیں ہے، اسی لئے یہ بات پوری طرح حقیقت اور عقل وحکمت کے مطابق ہے کہ اللہ کا بھیجا ہوا قانون چاہے براہِ راست ہو یعنی وحی کے ذریعہ ہو یا پھر نبی ﷺ کی زبانی ان کی ترجمانی کی گئی ہو، وہی قانون مخلوق کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہے۔

شرعی قانون کے بنیادی طور پر چار مصادر وماخذ ہیں: (۱) قرآنِ کریم

(۲) سنّتِ رسول ﷺ (۳) اجماع (۴) قیاس، اور ان سے احکام ومسائل نکالنے کا نام ''اجتہاد'' ہے، یہ اجتہاد کوئی معمولی کام نہیں ہے، اس کے لئے غیر معمولی واعلی درجہ کی علمی وعملی صلاحیت، قابلیت اور صالحیت مطلوب ہے اور اللہ کا ڈر بھی؛ علم اس لئے کہ بے علمی کی وجہ سے احکام ومسائلِ شرعیہ میں غلطی نہ ہوجائے اور اللہ کا ڈر اس لئے کہ جان بوجھ کر غلطیوں سے اپنے آپ کو داغدار نہ بنایا جائے۔

اسی بناء پر تاریخ میں بہت کم لوگ ایسے گذرے ہیں، جن کو امّت نے اجتہاد کا لائق وقابل سمجھا، یہاں تک کہ صحابۂ کرامؓ جو براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے فیض یافتہ تھے، ان میں بھی علاّمہ ابنِ قیّمؒ نے صرف ۱۳۰/ایک سو تیس شخصیتوں کو فقیہ ومجتہد شمار کیا ہے، صحابۂ کرامؓ کے بعد تابعین نے توفیقِ خداوندی اور سہولت کے مطابق احادیثِ مبارکہ اور صحابۂ کرام کے مسلک کو حاصل کیا، اسے یاد کیا اور سمجھنے کی کوشش کی، حتی الامکان مختلف امور کو جمع کیا، صحابۂ کرام کے مختلف اقوال میں تابعین نے ترجیح (ایک قول کو دوسرے پر فوقیت دینا)، تطبیق (مختلف اقوال کو جوڑنا) اور تنقیح (ضعیف اقوال میں سے صحیح اقوال کو الگ کرنا) کے کام کئے، اس طرح تابعین میں سے ہر ایک عالم، فقیہ ومجتہد کا ایک مسلک قائم ہوگیا، جیسے مدینہ میں سعید بن مسیّبؒ اور سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، انکے بعد امام زہریؒ وغیرہ، مکّہ میں امامِ عطاء بن ابی رباحؒ، کوفہ میں امام ابراہیم نخعیؒ اور امام شعبیؒ، بصرہ میں امام حسن بصریؒ، یمن میں امامِ طاوسؒ اور شام میں امام مکحولؒ وغیرہ۔

اللہ نے تابعین کے بعد حاملینِ علم کی ایک جماعت کو پیدا کیا، انھوں نے احادیثِ مبارکہ، بہت زیادہ پیش آنے والے مسائل واحکامات اور مختلف شہروں کے قاضیوں کے فیصلے اور مفتیوں کے فتاوی سن کر جمع کئے، اور تمام امور میں انتہائی جانفشانی اور عرق ریزی کا ثبوت دیا، اس طرح وہ مسلمانوں کے امام اور مذہبی معاملات میں مرجع بن گئے، اسی دور میں سب سے پہلے امامِ اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے فقہی مسالک کا ظہور ہوا، پھر امامِ شافعیؒ

کے مسلک فقہِ شافعی اور بعد میں امام احمد بن حنبلؒ کے فقہی مسلک کا ظہور ہوا۔

یہ بات نہیں ہے کہ اس زمانہ میں انہی چار حضرات میں اجتہادی صلاحیت تھی، بلکہ ان کے علاوہ بھی کئی شخصیات انہی کے ادوار میں قرآن وسنت سے براہِ راست احکام ومسائل نکالنے کی اعلی درجہ کی صلاحیت رکھتے تھے، لیکن یہ ایک غیبی فیصلہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت نے انہی چار مسالک کو امّت میں مقبولیت عطا فرمائی، کیونکہ ان فقہاءِ مجتہدین کی آراء قرآن وسنّت اور منشاءِ شریعت سے قریب محسوس کی گئیں، اور انھوں نے زندگی کے تمام شعبوں کے یعنی پیدائش سے موت تک تمام احکام ومسائل جمع فرمائے، ان چار بڑے بڑے ائمّہ کرام نے اجتہاد واستنباط کے مختلف پہلوؤں کو، فقہاءِ صحابہ کرام کے اکثر اقوال کو اور تابعین کے طرق کو اپنے مسالک میں جذب کیا، گویا ان کے مسالک پوری شریعتِ اسلامی کے ترجمان اور قرآن وسنّت کی تعلیمات کے لئے شرح وبیان ہیں، تو ان کو اور ان کے مسالک کو جو بے پناہ مقبولیت ملی اور امّت کا بہت بڑا طبقہ ان حضرات کے مسالک کی تقلید کررہا ہے، یہ اللہ کا عطیّہ ہے، جیسے احادیثِ صحیحہ کے بہت سے مجموعے مرتّب ہوئے، لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو جو مقبولیت ملی وہ قبولِ عام وتام کسی دوسری تالیف کے حصّہ میں نہیں آیا۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تیسری صدی ہجری کے بعد ہمیں کوئی ایسی شخصیت نہیں ملتی کہ جس نے زندگی کے تمام شعبوں کے مسائل میں یا پھر معتدّ بہ (اچھی خاصی تعداد کے) مسائل میں خود اجتہاد کیا ہو، حضرتِ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ (م: ۳۱۰ھ) آخری شخصیت ہیں، جن کو مجتہد شمار کیا گیا، ان کے بعد بڑے بڑے اہلِ علم آئے، لیکن انھوں نے اجتہاد کے بجائے تقلید کا ہی راستہ اختیار کیا اور کسی نے اجتہاد کیا بھی تو دو چار مسائل میں، اگر اکّا دکّا کسی نے اپنے مجتہد ہونے کا دعوی کیا بھی تو امّت میں اسے قبولیت نہیں ملی، یہانتک کہ خود محدّثین جیسے امامِ مسلمؒ، امامِ نسائیؒ، امامِ غزالیؒ، امامِ رازیؒ، امامِ بیہقیؒ، امامِ دارقطنی، امامِ نوویؒ، امامِ سیوطیؒ وغیرہ جیسے اہلِ علم جن کے پاس حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ تھا، لیکن انھوں نے بھی تقلید

کو ہی اپنے لئے بہتر سمجھا، یہ محسوس کرکے کہ زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق جو رہنمائی ہوسکتی تھی اور جن مختلف آراء کا امکان تھا نیز مختلف صحابہ کے جو فتاوی تھے، سلفِ صالحین (خصوصاً ائمّہ اربعہ) نے ان سب کو اپنے اجتہاد میں سمیٹ لیا ہے، اب ازسرِ نو اس کام کو کرنا بیکار ہے۔

ہمیں تو فقہاء کا احسانِ عظیم سمجھنا چاہئے کہ انھوں نے قرآن وحدیث اور علومِ سلف کا عطر ونچوڑ "فقہ" کی صورت میں ہمارے سامنے رکھ دیا ہے کہ اگر یہ فقہ نہ ہوتی تو صرف نماز کے مسائل میں کسی کو نیت سے سلام تک مسائل میں سینکڑوں احادیث دیکھنی پڑتیں، پھر راویوں کے حالات کھنگال کر ان کے درجات متعیّن کرنے پڑتے، آپس میں ٹکرارہی روایات میں ترجیح اور نہ جانے کتنے الفاظ کی تحقیق کرنا پڑتی، شاید سالہا سال کی انتھک کوشش کے بعد یہ کام ممکن ہوتا، اور دوسرے کئی کاموں میں رکاوٹ پیدا ہوتی، اور اگر تمام امت یا اکثر امت اس کام میں لگ جاتی تو دیگر دینی، تعلیمی، سماجی اور معاشی ومعاشرتی وغیرہ مسائل میں کافی نقصان ہوتا، ان فقہاءِ مجتہدین کی محنتوں کی بناء پر وہی تمام مسائل "فقہ" کی کتاب میں نماز کے باب کے چند صفحات میں تمام مباحث کا نچوڑ مل جاتا ہے، یہ آسانی فقہاء نے ہمارے لئے پیدا کی ہے۔

تقلید کی شرعی حیثیت: ایک سوال جو عموماً ہمارے بعض نام نہاد "خیر خواہوں" کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے، اور اس کا وہ برملا اظہار بھی کرتے ہیں، کہ چار اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید ہی کیوں ضروری ہے؟ حالانکہ صحابہ وتابعین کے دور میں تقلید کا رواج نہیں تھا، یہ تو بدعت ہے، نیز کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث تو بہت آسان ہے، تو ان سے احکامات ومسائل سمجھنے کے لئے کسی واسطہ کی کیا ضرورت ہے، نیز کہتے ہیں کہ قرآن میں جابجا باپ دادوں کے طریقہ پر چلنے کی ممانعت آئی ہے؛ مذکورہ اعتراضات کے علاوہ بھی بہت سی باتیں "نئے جال لائے پرانے شکاری" کے اعتبار سے بعض لوگ کرتے ہیں، خیر ان کی تفصیلی وضاحت

حضرت شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ حضرت مولانا محمد ابراہیم بن علی خطیب صاحب دامت برکاتھم العالیہ نے اپنی کتاب **تحفة البارى** کے مقدمہ میں بہت ہی شرح وبسط اور معتبر ومستند انداز میں فرمائی ہے ،اسے ضرور پڑھنا چاہیئے ، کچھ اجمالی وضاحت موقع کی مناسبت سے کرنا ضروری ہے، وہ یہ کہ:

دین کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ کی اطاعت کی جائے ، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی اس لئے واجب ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے قول وفعل سے احکام الٰہی کی ترجمانی فرمائی ہے، تمام معاملات میں خالصاً اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنی ہے، اور جو شخص اللہ ورسول اللہ ﷺ کے بجائے کسی اور کی اطاعت کرنے کا قائل ہو اور اس کو مستقل بالذات مطاع (قابلِ پیروی) سمجھتا ہو تو یقیناً وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

قرآن وحدیث میں بعض احکام تو وہ ہیں، جنھیں ہر معمولی پڑھا لکھا آدمی سمجھ سکتا ہے، ان میں کوئی اجمال، ابہام یا آپسی ٹکراو وتعارض نہیں ہے، انہیں سمجھنا بالکل آسان ہے، ان کے سمجھنے کے لئے نہ اجتہاد کی ضرورت ہے اور نہ ہی تقلید کی؛ جب کہ بہت سے احکام وہ ہیں جن میں اجمال (بہت مختصر بات وکلام جو تفصیل ووضاحت چاہتی ہو) ابہام (معنی ہماری سمجھ میں صحیح نہیں آتا) اور بظاہر آپس میں ٹکراو ہے، اب ان کے سمجھنے میں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اب ایک صورت یہ ہے کہ ہم اپنی سمجھ وبصیرت پر اعتماد کر کے خود ہی کوئی فیصلہ کرلیں اور دوسری صورت یہ کہ جلیل القدر اسلاف اور ماہرین کی سمجھ وبصیرت پر اعتماد کر کے ان کی سمجھ کے مطابق عمل کریں، اگر انصاف سے کام لیا جائے تو واضح ہوگا کہ پہلی صورت کافی خطرناک ہے اور دوسری صورت حد درجہ محتاط وبہتر ہے، کیوں کہ اس حقیقت کا کوئی انکار کرہی نہیں سکتا کہ علم وفہم ، ذکاوت وحافظہ، امانت ودیانت اور تقوی وپرہیزگاری ہر اعتبار سے ہم اس قدر تہی دست ہیں، خالی ہاتھ ہیں کہ قرونِ اولی (اسلام کی پہلی صدیوں اور زمانوں) کے علماء سے ہمارا کوئی مقابلہ ہی نہیں ، پھر جس مبارک ماحول میں قرآنِ کریم نازل ہوا تھا

اسلاف علماء اس سے بھی قریب ہیں ، اور اس نزدیکی کی بناء پر قرآن وحدیث کا مقصد سمجھنا زیادہ آسان ہے ، اس کے برخلاف ہم دورِ رسالت سے اتنے دور جا پڑے ہیں کہ ہمارے لئے اس زمانہ کی طرزِ معاشرت وگفتگو وغیرہ کا ہو بہو اور ویسا ہی تصوّر بڑا مشکل ہے ، حالانکہ کسی شخص کی بات کو سمجھنے کے لئے اس کے پورے پسِ منظر کا سامنے ہونا بے حد ضروری ہے۔

ان تمام باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر ہم اپنی سمجھ پر اعتماد وبھروسہ کرنے کے بجائے مختلف التعبیر (الگ الگ معانی ومطالب والے) پیچیدہ معاملات ومسائل میں اس مطلب کو درست سمجھیں جو ہمارے اسلاف میں سے کسی عالم نے سمجھا ہے تو کہا جائے گا کہ ہم نے فلاں عالم کی ''تقلید'' کی ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ کسی امام ومجتہد کی تقلید صرف اس موقع پر کی جاتی ہے ، جہاں قرآن وسنّت سے کسی حکم کے سمجھنے میں الجھن ودشواری ہو اور جہاں ایسی کوئی پریشانی نہیں ہے وہاں کسی کی تقلید کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اسی طرح یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ کسی کی تقلید کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس کے حکم کو شارع (شریعت اتارنے وبنانے والے) کی حیثیت سے مانا گیا ہے ، بلکہ پیروی تو قرآن وحدیث کی ہے ، لیکن صحیح مطلب اور مقصد سمجھنے کے لئے ایک شارح (قرآن وحدیث کی تفصیل وتشریح کرنیوالے) کی حیثیت سے ان کی تعبیر وتشریح پر اعتماد کیا گیا ہے ، انصاف سے دیکھو تو اس میں ایسی کوئی بات نہیں کہ اسے گناہ یا شرک کہا جائے ، بلکہ علمی افلاس کے اس دور میں تو یہ بہت ضروری ہے۔

قرآن وحدیث کے بہت سے دلائل، تقلید (چاہے وہ مطلق ہو یا شخصی) کے ثبوت، جواز بلکہ وجوب میں موجود ہیں ۔ صحابہؓ، تابعینؒ اور تبعِ تابعینؒ اور سلفِ صالحین کے زمانے میں بکثرت اس کی مثالیں موجود ہیں، پھر چاہے وہ تقلیدِ مطلق (یعنی: کسی خاص امام ومجتھد کو متعیّن نہ کیا جائے بلکہ اگر ایک مسئلہ میں کسی ایک عالم کا مسلک اختیار کیا ہے تو دوسرے میں

کسی دوسرے عالم کی رائے قبول کی جائے) ہو یا تقلیدِ شخصی (یعنی: تمام مسائل میں ایک ہی مجتہد و عالم کی رائے کو اختیار کیا جائے)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اب ہمارے اس زمانے میں تقلیدِ شخصی از حد واجب ہے، جس علاقہ میں چاروں اماموں کے مسالک میں سے کسی ایک مسلک کی کتابیں اور علماء موجود ہوں تو اس علاقہ میں اسی مسلک کی تقلید کرنا واجب ہے، کیوں کہ جب واجب پر عمل کرنے کا ایک ہی راستہ ہو تو وہی واجب کا درجہ حاصل کرتا ہے،(**موسوعة القواعد الفقهية للغزّي : ۹/۱۸ ۲**) جیسے ہمارے خطۂ کوکن میں شافعی مسلک کے مدارس ، جامعات ،مکاتب ،کتابیں اور علماء ومفتیان پائے جاتے ہیں ،تو یہاں پر حضرتِ امامِ شافعیؒ کے مسلک وفقہ کی تقلید لازم ہے۔

شافعی مسلک کے ظہور کے اسباب :ایک علمی سوال ذہن میں آسکتا ہے کہ جب امامِ اعظم ابوحنیفہؒ اور امامِ مالکؒ کے مسالک اور ان کے اجتہادات امّت میں رائج ہوئے تو پھر حضرتِ امامِ شافعیؒ نے اپنے مستقل مسلک کی بنیاد کیوں رکھی؟ اس کے کیا اسباب ہیں؟۔

اصل میں حضرتِ امامِ شافعیؒ نے جب متقدّمین کے مسالک اور ان کی روش میں غور کیا تو انھوں نے بہت سے امور ایسے پائے ،جن کی وجہ سے وہ متقدمین کے طریق کی ہو بہو پیروی نہ کر سکے،جنھیں آپؒ نے اپنی کتاب ''الام'' میں ذکر فرمایا ہے۔جن میں سے چند اسباب کا تذکرہ:

(۱) متقدّمین مرسل و منقطع احادیث (جس میں صحابہ کے علاوہ روایت کرنے والے نے اپنے سے اوپر درجہ کے واسطہ کا تذکرہ یا نام نہ لیا ہو) پر عمل کرتے تھے، حالانکہ یہ خلل سے محفوظ نہیں تھیں، کیونکہ جب حدیث کے تمام طرق وسند جمع کئے جائے تو یہ بات ظاہر ہوتی تھی کہ بہت سی مرسل احادیث ،مسند احادیث کے مخالف تھیں۔اس واسطے امامِ شافعیؒ نے مرسل

حدیث کے لئے بعض شرائط کو ضروری قرار دیا، جو کہ اصولِ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں، اسی طرح متقدمین کے دور میں مختلف احادیث کے درمیان جمع وتطبیق کے قواعد منضبط نہیں تھے ،لہٰذا ان کے اجتہادی مسائل میں بعض مرتبہ خلل رہا کرتا، اسے دور کرنے کے لئے امامِ شافعیؒ نے اصول مقرر کئے اور انکو ایک کتاب میں جمع کیا، اصولِ فقہ میں سب سے پہلی تصنیف یہی کتاب ''الرّسالۃ'' ہے۔

(۲) دوسرا معاملہ یہ تھا کہ بعض صحیح احادیث علماءِ تابعین کے مفتیوں کو نہیں پہنچیں، اس لئے ان کو اپنی رائے سے اجتھاد کرنا پڑا، انھوں نے عام الفاظ کا لحاظ کیا یا انھوں نے گذشتہ صحابہؓ کی پیروی کی اور اسی کے موافق فتوی دیا۔لیکن تیسرے طبقہ میں یہ احادیث مشہور ہوئیں، تو انھوں نے ان احادیث پر عمل نہ کیا، یہ سمجھ کر کہ یہ احادیث ان کے علماءِ شہر کے عمل کے خلاف ہیں اور اس طریقے کے خلاف ہیں جس پر وہ سب متفق ہیں اور یہ بات ان احادیث میں طعن کی وجہ بن گئی اور ان احادیث کے غیر معتبر ہونے کی علّت ہوگئی، یا وہ احادیث تیسرے طبقہ میں مشہور نہیں ہوئی تھیں، بلکہ اس کے بعد ان کی شہرت ہوگئی جبکہ محدثین نے احادیث کے تمام طرق کو جمع کیا اور مختلف علاقوں کا سفر کرکے علماءِ حدیث سے ان کی تفتیش کی، پس اکثر احادیث ایسی ظاہر ہوگئیں، جن کی روایت صحابہ میں سے بھی صرف ایک یا دو اشخاص نے کی تھی، اور ان صحابہ سے بھی صرف ایک یا دو اشخاص نے کی تھی، پس بہت سی احادیث ان فقہاءِ کرام کی نظر سے مخفی رہیں اور ان حفّاظِ حدیث کے زمانہ میں مشہور ہوئیں، جنھوں نے تمام طرقِ حدیث کو جمع کیا تھا، مثلاً بہت سی احادیث کو اہلِ بصرہ نے روایت کیا اور دیگر علاقے ان احادیث سے بے خبر رہیں، پس امامِ شافعیؒ نے یہ بات واضح کردی کہ علماءِ صحابہ اور تابعین کی ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ وہ ہر مسئلہ میں حدیث کی تلاش میں رہتے تھے، جب کوئی حدیث ان کو نہ ملتی تو وہ کوئی اور استدلال اختیار کرتے تھے، لیکن اس کے بعد جب کوئی حدیث ان پر ظاہر ہوتی تھی تو وہ حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے، پس جب ان کی ایسی حالت تھی تو ان کا کسی حدیث پر

عمل نہ کرنا اس کے لئے قادح (حدیث کو نہ ماننے کا سبب) نہیں ہوسکتا تاہم وہ کوئی علتِ قادحہ بیان کردیں تو اس وقت اس حدیث کو نہ قبول کرنے کی وجہ ظاہر ہوسکتی ہے۔

مذکورہ اور دیگر اسباب کی وجہ سے امامِ شافعیؒ نے فقہ کو ازسرِ نو مرتّب کیا، اس کے اصول کو ترتیب دیا، اور ان پر فروع کو متفرّع کیا، عمدہ کتابیں تصنیف فرمائیں، اور لوگوں کو فائدہ پہنچایا، فقہاء ان کی خدمت میں جمع ہوگئے، ان کی کتابوں کا اختصار کیا، ان پر شروح لکھیں، دلائل بیان کئے اور مسائل کی تخریج کی، اور پھر یہ لوگ تمام شہروں میں پھیل گئے، اس طریقہ کا نام ''شافعی مسلک'' ہوگیا۔ **واللہ أعلم.**

اس عاجز کی شوافع قارئین سے ایک دردمندانہ التماس ہے کہ ہم احساسِ کمتری کا شکار بالکل نہ ہوں، فخر سے کہیں کہ

''ہم اہلِ سنّت والجماعت کے زمرہ میں شامل ہیں، تمام سلفِ صالحین اور ائمہٴ مجتہدین خصوصاً ائمہٴ اربعہ حضرتِ امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرتِ امامِ مالکؒ، حضرتِ امامِ شافعیؒ اور حضرتِ امام احمد بن حنبلؒ کی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں، ان کی عظمت وخدمات اور قربانیوں کی قدر کرکے انھیں سلام کرتے ہیں، اور حضرتِ امامِ شافعیؒ کی تقلید کرتے ہیں''۔

اس لئے کہ فقہ شافعی اپنے استدلال اور توازن کے اعتبار سے ایک عظیم الشان فقہ ہے، شافعی مسلک قرآن وسنّت اور اجماع وقیاس کا جامع ہے، شافعی مسلک کتاب وسنّت اور علومِ سلف کا عطر، نچوڑ، لبِّ لباب اور گرانقدر مغز ہے۔

واللہ أعلم وعلمہ أتمّ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

اللہ رب العزّت نے انسان کو اس روئے زمین پر اپنا نائب وخلیفہ بنا کر بھیجا ہے (**البقرۃ: ۳۰**)، اور اپنی عبادت، معرفت اور اطاعت کے لئے پیدا کیا ہے (**الذاریات: ۵۶**) انسانی سماج کی تہذیب وترتیب کے لئے ایک مکمل جامع خدائی قانون عطا فرمایا ہے، جسے ''شریعت'' کہتے ہیں، اور اسی کے مطابق زندگی گذارنے کا اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے (**المائدۃ: ۴۸**)، تاکہ حضرتِ انسان کے ذریعہ پورے معاشرہ میں خیر پھیلے اور اس کے شر ورفتن سے پوری کائنات محفوظ رہے، اور شریعت کو اللہ اور رسول اللہ کی منشأ کے مطابق سمجھنے کا اپنے بعض بندوں کو درک واعلیٰ فہم عطا کی، جنھوں نے خوب آبلہ پائی کرکے انسانیت کو پیدائش سے لے کر موت تک کے تمام مسائل واحکامات مدوّن ومرتب شکل میں عطا کئے، انہی اللہ کی برگزیدہ اور منتخب شخصیات میں سے ایک عظیم شخصیت ناصر الحدیث فقیہ الملّت حضرتِ امامِ شافعیؒ ہیں، حضرت امام شافعیؒ جن کی طرف یہ مسلک ودبستان فقہِ شافعی منسوب ہے، وہ حضرت امام شافعیؒ اپنے زمانہ کے ذکی ترین لوگوں میں تھے، حضرت امام شافعیؒ نے اپنی خداداد صلاحیت وصالحیت، اپنی قوت کمال، بلندیٔ ہمت اور تمام علوم وفنون میں پختگی وگہرائی کے ساتھ اختیار وترجیح اور تکمیل وتنقیح کے لئے اپنے آپ کو فارغ کیا، اور اس ''فقہ شافعی'' کی صورت میں آپؒ نے امت مسلمہ کو ایک معتدل، جامع اور بہترین فقہی مسلک کی دولت سے واقف فرمایا، ان کو ایک طرف امام مالکؒ سے فقہ حجازی تو دوسری طرف امام محمدؒ بن حسن شیبانیؒ سے فقہ عراقی حنفی کو حاصل کرنے اور دونوں علمی حلقوں کے سرمایہ کا حامل بننے کا موقع ملا، اس لئے شافعی دبستان فقہ دونوں حلقوں کے مزاج ومذاق کی جامع ہے، نہ ظاہر نص پر جمودِ محض (خالص جماؤ) اور نہ قیاس سے بالکل پہلوتہی ہے اور نہ ہی نصوص کے مقابلہ میں قیاس ورائے کی اتباع ہے، نہ نصوص کے الفاظ پر قناعت اور شریعت کے مصالح ومقاصد سے

اغماز (اہمیت نہ دینا) ہے، نہ لوگوں کی ضرورتوں اور چاہتوں سے بے اعتنائی (بے توجہی) ہے، گویا یہ فقہ منقول (قرآن، سنّت واجماع) ومعقول (قیاس واستنباط) دونوں کی جامع ہے، اس لئے شافعی مکتب فقہ سے ہر عہد میں جلیل القدر محدثین، فقہاء اور مجددین پیدا ہوتے رہے ہیں، اور اس دبستان فقہ نے اپنے زمانہ کے ذہین ترین اہل تحقیق علماء کو متاثر کیا ہے، پوری دنیا میں اہل سنت والجماعت میں مجموعی اعتبار سے احناف کے بعد سب سے بڑی تعداد حضرت امام شافعیؒ ہی کے متبعین کی ہے، فقہ شافعی اپنے استدلال اور توازن کے اعتبار سے ایک عظیم الشان فقہ ہے، شافعی مسلک اور ائمہ اربعہ کے تمام مسالک (حنفی، مالکی، شافعی وحنبلی) میں قیامت تک کی انسانیت کی شرعی رہنمائی کی مکمل صلاحیت ہے، فقہ شافعی کی تدوین، ترتیب، تنقیح، درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور افتاء وقضاء کے اعتبار سے جو مرحلہ وار امور انجام پائے ہیں، انہیں چھ سنہرے ادوار پر تقسیم کرنا مناسب ہے:

پہلا دور (۱۹۵ھ تا ۲۷۰ھ) حضرت امام شافعیؒ کی فقہ ومسلک کا ظہور اور اس کے نقل کا زمانہ

دوسرا دور: (۲۷۰ھ تا ۵۰۵ھ) شافعی مسلک کے ظہور و پھیلاؤ اور پختگی کا زمانہ

تیسرا دور: ۵۰۵ھ تا ۶۷۶ھ فقہ شافعی کی اولین تنقیح کا زمانہ اور اس میں شوافع کے شیخین علامہ رافعیؒ اور امام نوویؒ کا عظیم کردار

چوتھا دور مسلک شافعی کی دوسری تنقیح کا زمانہ (۶۷۶ھ تا ۱۰۰۴ھ) اور اس میں علامہ ابن حجر ہیتمیؒ اور علامہ شمس الدین رملیؒ اور ان سے پہلے چند فقہاءِ شوافع کا عظیم کردار

پانچواں دور (۱۰۰۴ھ تا ۱۳۳۵ھ) مسلک کی پہلی اور دوسری تنقیح میں تصنیف شدہ کتابوں پر حواشی، شروحات، تعلیقات وتحقیقات لکھنے کی خدمات

چھٹا دور (۱۳۳۵ھ تا حال) شافعی مسلک کے نقل واشاعت کی خدمات

پہلا دور (۱۹۵ھ تا ۲۷۰ھ)

حضرت امام شافعیؒ کی فقہ ومسلک کا ظہور اور اس کے نقل کا زمانہ:

اس کے متعلق سب سے پہلے شافعی مسلک کے روحِ رواں حضرت امام شافعیؒ کے مختصر احوال کو جاننا ضروری ہے۔

نام ونسب: محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف؛ کنیت: ابوعبداللہ، القاب: ناصر الحدیث، فقیہ الملت، نسبت: قریشی، مطلبی، شافعی ومکی۔ (آداب الشافعی ومناقبه: ابن ابی حاتم، ص: ۳۸)

امام شافعیؒ کے نسب میں جو مطلب بن عبد مناف ہیں وہ نبی پاک ﷺ کے پردادا ہاشم کے بھائی ہیں، تو گویا عبدِ مناف پر جا کر آپ ﷺ کے ساتھ مل جاتے ہیں، امام شافعیؒ مطلبی سادات میں سے ہیں۔ **(مناقب الشافعی: ابوبکر بیہقی، ۱/۷۶)**

فقہ شافعی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے بانی اور مؤسس امام محمد بن ادریس شافعی قریشی، مطلبی اور ہاشمی ہیں اور قریش کو عربوں میں بلکہ اسلام میں ایک خاص مقام حاصل ہے، جس کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **الناس تبع لقريش فمسلمهم تبع لمسلمهم، وكافرهم تبع لكافرهم. (صحیح البخاری: ۳۲۵۷، صحیح مسلم: ۳۳۹۶)**

نیز آپ کے علم وتفقہ کی پیشن گوئی خود نبی کریم ﷺ نے اپنی زبانی ارشاد فرمائی، آپ ﷺ کا فرمان ہے: " **لا تسبوا قريشاً، فان عالمها يملأ طباق الأرض علماً.** " قریش کو برا بھلا نہ کہو، اس لیے کہ قریش کا ایک عالم روئے زمین کو علم سے بھر دے گا۔ **(معرفة السنن والآثار للبیهقی: ۱۰۵، ۱/۱۳۲، مسند أبی داود الطیالسی: ۳۰۴)**

اس حدیث کے ضمن میں امام سبکیؒ نے امام ابونعیم اصفہانی کا قول نقل کیا ہے کہ امام شافعی اس پیشن گوئی کے عین مصداق ہیں، اس لیے کہ ائمۂ متبوعین میں سے کوئی بھی قریشی نہیں ہے، اسی طرح اگرچہ بعض قریشی صحابہ وتابعین کو علمی مرجعیت تو حاصل رہی، لیکن امام شافعیؒ کی جس طرح آراء مدون ہوکر تا قیامت محفوظ ہوئیں، یہ سعادت کسی اور قریشی عالم کے حصہ میں نہیں آئی۔ (طبقات الشافعیه للسبکی: ۱/۱۹۸ – بحر المذهب: ۱/۲۳)

ولادت باسعادت: حضرت امام شافعیؒ کی ولادت باسعادت ۱۵۰ھ میں بمقام غزہ (فلسطین) میں ہوئی، آپؒ کے والد ادریس نوجوانی ہی میں انتقال فرما گئے، لہذا امام صاحبؒ نے اپنی والدہ کی گود میں یتیمی کی حالت میں پرورش پائی، والدہ دوسال کی عمر میں انہیں لے کر مکہ مکرمہ تشریف لائیں اور یہیں وہ پروان چڑھے، تیراندازی کی طرف توجہ دی، اور تمام ہم عصروں پر اس فن میں فوقیت لے گئے، پھر عربی زبان واشعار کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں بلند مقام حاصل کیا، پھر آپؒ کا دل فقہ کی طرف مائل ہوا اور اس میں بھی تمام ہم عصروں پر تفوق حاصل فرمایا، مکہ مکرمہ میں مفتئ مکہ مسلم بن خالد زنجی، داؤد بن عبدالرحمٰن عطار، محمد بن علی شافعی، سفیان بن عیینہ، سعید بن سالم، فضیل بن عیاض، عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی وغیرہ کئی علماء سے علم حاصل فرمایا، جب حضرت امام شافعیؒ کی عمر بیس سال سے کچھ اوپر ہوئی تو تحصیل علم کی خاطر مدینہ منورہ کی طرف رخت سفر باندھا اور حضرت امام مالکؒ سے شاگردی کا شرف پایا، ان کے روبرو حفظاً مؤطا سنا کر اس کی سند حاصل کی اور دیگر اکابر علماء سے بھی علمی فیض حاصل فرمایا، پھر آپؒ نے یمن کا علمی سفر کیا، وہاں کے اکابر علماء سے فیض پانے کے بعد آپ ﷺ نے بغداد میں امام محمد بن حسن شیبانی حنفیؒ اور علامہ عبدالوہاب ثقفیؒ سے فیض پایا۔

امام صاحبؒ نے طلب علمی میں مکہ، مدینہ کے بعد کوفہ، بغداد (عراق) فارس (ایران) اور اطراف کے عجمی علاقے پھر ربیعہ ومصر کے علاقے، شمال عراق پھر جنوب روم پھر حران پھر فلسطین اور دیگر علاقوں کے علمی اسفار کئے، حضرت امام شافعیؒ نے بکثرت

کتابیں تصنیف فرمائیں، علم کو مدون کیا، احادیث کی اتباع کرتے ہوئے دیگر حضرات کا رد فرمایا، نیز اصول فقہ اور فروع فقہ پر کتابیں تحریر کیں، حضرت کی کافی شہرت ومقبولیت ہوئی، بکثرت طلبہ آپؒ کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے حاضری دینے لگے، جو بعد میں اپنے زمانہ کے بڑے بڑے علماء وفقہاء اور مفسرین ومحدثین بن گئے۔

(توالی التأسيس: ابن حجر عسقلانی، ص: ۴۲ تا ۴۵)

آپؒ کی تصانیف: حضرت امام شافعیؒ کی کئی مشہور ومعروف اور قیمتی مقبول یادگار تصانیف ہیں، جن میں سے کافی طبع ہوچکی ہیں، امام مروزیؒ فرماتے ہیں بقول بعض: امام شافعیؒ نے تفسیر، فقہ اور ادب وغیرہ فنون میں ایک سو تیرہ کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں سے مشہور: **المسند فی الحدیث، السنن فی الحدیث، احکام القران، الفقه الأکبر، کتاب الأم، اختلاف الحدیث، الاسماء والقبائل فی اختلاف العراقین، اثبات النبوة والرد علی البراهمة، المسبوط فی الفقه، المسبوط (ایک دوسری کتاب) کتاب الجدید، کتاب القدیم، الامالی الکبیر فی الفقه، الاملاء الصغیر، تعظیم قدر الصلاة، التنقیح فی علم القیافة، الحجة العراقی، مدافع القرآن، رسا لة فی بیان الناسخ والمنسوخ من القرآن والسنة.**

حضرتِ امام شافعیؒ کی کتاب ''الأم'' کا تعارف

تحقیق: محمود مطرجی جلد: ۹ صفحات: ۳۸۰۸ طبع: دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

یہ کتاب حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی پوری علمی زندگی کا نچوڑ اور خلاصہ ہے، جسے آپ کے شاگرد رشید امام بویطیؒ اور امام ربیع بن سلیمان مرادیؒ نے ترتیب دیا ہے، یہ کتاب اپنے خاص منہج، اسلوب کی ندرت وجدت، دلائل کی مضبوطی، روانی وشگفتہ بیانی، فصاحت و بلاغت اور اصول وفروع کے درمیان مطابقت کی وجہ سے ممتاز ہے۔ کتاب الأم کئی انواع کی کتابوں پر مشتمل ہے: (۱) فروع: کتاب کا اکثر حصہ اسی پر ہے۔ (۲) اصول فقہ: جیسے الرسالہ، اختلاف الحدیث اور جماع العلم وغیرہ۔ (۳) فقہ مقارن: جیسے **اختلاف مالك والشافعي**، **اختلاف أبي حنيفة وابن أبي ليلى** (۴) احکام قرآنیہ، ان کی تفاسیر اور ان سے مسائل کا ثبوت (۵) احادیث الاحکام۔

منہج: قرآنی آیات سے شروع فرماتے ہیں اور احکام پر اس کی دلالت کو واضح کرتے ہیں، پھر اگر اس باب میں کوئی حدیث ہو تو اس کا ذکر کرتے ہیں، اگر ضعیف ہو تو اس کی وضاحت کرتے ہیں، اور اگر صحیح ہو تو کبھی واضح کرتے ہیں اور کبھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کے بعد اس موضوع سے متعلق فروعات و جزئیات کو بیان کرتے ہیں۔ اختلاف رائے کی صورت میں جانبین کے دلائل پیش کرتے ہیں اور اپنا موقف ثابت کرتے ہیں۔ امام شافعی اس کتاب میں دیگر فقہاء سے اصولی اور فقہی مسائل میں مناقشہ بھی کرتے ہیں۔ (**المجموع المذهب في قواعد المذهب**: ۱۶۲)

اس کتاب میں دلائل شریعت یعنی کتاب وسنت اور اجماع وقیاس سے مسائل کا استخراج اور استنباط کیا گیا ہے۔

اہمیتِ کتاب: اس کتاب کی کیا اہمیت ہے، امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا اس حوالے سے تاثر شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے نقل کیا ہے: ''علامہ انور شاہ کشمیری

رحمہ اللہ ''**کتاب الام**'' کی اور امام شافعی رحمہ اللہ کی ذکاوت کی بے حد تعریف فرماتے، آپ یہ بھی فرماتے کہ میں جب بھی ''**کتاب الام**'' کا مطالعہ کرتا ہوں، میرے دل میں خیال آتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اس امت کے ذہین لوگوں میں سے تھے۔ میں اس روئے زمین کی ہر کتاب کی تلخیص کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں سوائے ''**کتاب الام**'' کے (**تراجم ستة من فقهاء العالم الاسلامي في القرن الرابع عشر و آثارهم الفقهية – عبد الفتاح أبو غدة: ۳۸**)

خلاصہ کلام یہ کہ امام شافعیؒ کو اللہ سبحانہ وتعالی نے مختلف فضائل ومحاسن اور کمالات میں اعلی مقام عطا فرمایا تھا، نسبی اعتبار سے وہ قریشی اور مطلبی سادات میں سے ہیں، جائے ولادت ارض مقدسہ ہے، پرورش مکہ میں ہوئی، مختلف مکتبِ فکر کے کتابوں کی تصنیف وتالیف اور احکام کی تقریر وتنقیح کے بعد ان کا زمانہ ہے، انہوں نے متقدمین کے مسالک میں غور و تامل فرمایا، ماہر وفائق اساتذہ سے تحصیل علم وکمال حاصل کیا، حاذق وپختہ ائمہ سے علمی بحث و مناظرہ کیا، ان کے مذاہب وطریقہ کار میں غور وفکر اور صبر وتحقیق اور اس سے صحیح آگہی کے بعد ان سب کی روشنی میں اپنا ایک معتدل فقہی اصول ومسلک ترتیب دیا جو قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس کو جامع ہے، اور اپنی قوت کمال، بلندئ ہمت اور تمام علوم وفنون میں پختگی و گہرائی کے ساتھ اختیار وترجیح اور تکمیل وتنقیح کے لئے اپنے آپ کو فارغ کیا، اور اس ''فقہ شافعی'' کی صورت میں آپؒ نے امت مسلمہ کو ایک معتدل، جامع اور بہترین فقہی مسلک کی دولت سے واقف فرمایا۔

حضرتِ امام شافعیؒ کا طریقۂ اجتہاد

اس سلسلہ میں خود حضرتِ امام شافعیؒ اپنے طریقۂ کار کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اصل قرآن یا سنّت ہے، ورنہ پھر ان دونوں پر قیاس، اگر نبی ﷺ کی کوئی حدیث صحیح سند کے ساتھ موصول ہو تو اسی کو اختیار کیا جائے گا، تنہا حدیث (حدیثِ واحد: جس

کا نقل کرنے والا ہر زمانہ میں صرف ایک فرد ہو) سے اجماع (نبی ﷺ کے انتقال کے بعد کسی نئے پیش آمدہ مسئلہ کے حکم پر زمانہ کے علماء وفقہاء کا اتفاق) بڑھ کر ہے، حدیث کو اپنے ظاہر پر رکھا جائے گا، اگر حدیث میں کئی مفہوم کا احتمال ہو تو جو معنی ظاہر کے زیادہ مشابہ ہوگا وہ مقدّم ہوگا، کسی مسئلہ میں ایک سے زیادہ احادیث ہوں تو جو صحت میں فائق واعلی ہو وہ مقدم ہوگی منقطع حدیث کا کوئی اعتبار نہیں۔سوائے حضرت سعید ابن المسیّب کی منقطع حدیث کے، کسی اصل کو دوسری اصل پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی کسی اصل (قرآن وسنت) کے متعلق یہ سوال ہوگا کہ کیوں اور کیسے؟ (اس لئے کہ اللہ اور رسول کے احکامات پر ہمیں اعتراضات کا کوئی حق نہیں ہے) کیوں کا سوال تو فرع کے متعلق ہوگا، اگر فرع کا صحیح طریقہ سے اصل پر قیاس ہو تو وہ صحیح ہے اور وہ حجت بنے گی۔“

ایک غلط فہمی ااور اس کا ازالہ

کچھ افراد غیر ضروری طور پر اس بات کو اچھالتے ہیں کہ ”حضرتِ امامِ شافعیؒ نے انکے فتوی کے خلاف صحیح حدیث ملنے پر حدیث پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی ہے“۔ یہ اور اس قبیل کے ائمۂ مجتہدین کے اقوال کے ذریعہ سے عوام النّاس میں غلط فہمیاں عام کرتے ہیں ، حالانکہ وہ کج فہم لوگ خود بھی اس کے مفہوم کو صحیح ہضم نہیں کر پاتے، یا کرتے بھی ہو تو محض اپنی دکان چمکانے کے لئے یہ طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں، اللہ انھیں ہدایتِ کاملہ عطا فرمائے ۔آمین۔

شوافع کے شیخ اور محدّث وفقیہِ شافعی حضرتِ امامِ نوویؒ حضرتِ امامِ شافعیؒ کے اس قول کا حقیقی ودرست مطلب بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ”اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی بھی شخص کسی صحیح حدیث کو دیکھ کر اسے امام شافعیؒ کا مسلک قرار دے اور اس کے ظاہر پر عمل کرے ، بلکہ اس کا حق اسی کو ہے جو علمی صلاحیت میں کمال کی وجہ سے ”اجتہاد فی المذہب“ کے رتبہ تک یا اس قریب پہنچ چکا ہو، نیز یہ بھی شرط ہے کہ اس کا غالب گمان یہ ہو کہ

امامِ شافعیؒ کو اس حدیث کا یا اس کی صحّت کا علم نہ تھا، اور یہ بات امامِ شافعیؒ کی تمام کتابیں اور ان کے شاگردوں کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد ہی حاصل ہوگی اور یہ شرط کافی مشکل ہے ، اور کم ہی کوئی ان شرائط سے متصف ہوگا، علماء نے یہ شرط اس لئے لگائی ہے کہ امام شافعیؒ نے کافی روایات سے واقفیت کے باوجود ان کے ظاہر پر عمل کو چھوڑ دیا، کیونکہ ان کی تحقیق میں اس حدیث میں کوئی ضعف، طعن، نسخ، تخصیص یا تاویل وغیرہ کا ثبوت تھا، جس کی بناء پر آپؒ نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔“ (المجموع شرح المهذب للنوویؒ: ۱/۶۴) اللہ اکبر۔

۲۰۴ھ میں ماہ رجب کی آخری تاریخ کو حضرت امام شافعیؒ کا مصر میں انتقال ہوا۔ **جزاه الله عنا وعن سائر افراد الامة** (تحفة الباری فی الفقه الشافعی: فضيلة الشيخ محمد ابراهيم بن علی خطيب).

حضرت امام شافعیؒ کے علمی اسفار میں منقول ہے کہ آپؒ نے بغدار میں حنفیہ کے بہت بڑے فقیہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے خصوصی طور پر علمی وفقہی فیض حاصل فرمایا، جس سے آپؒ کو فقہ عراقی سے متعلق کافی واقفیت حاصل ہوئی، پھر اپنے استاذ محترم حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی وفات کے بعد آپؒ نے مکہ مکرمہ میں آکر مسجد حرام میں اپنا پاکیزہ حلقۂ درس قائم فرمایا، جہاں سے تشنگان علوم وفنون نے آپؒ سے خوب علمی استفادہ فرمایا، یہیں سے آپؒ کی فقہی آراء واجتہادات ملت اسلامیہ میں عام ہوگئے، پھر ایک عرصہ کے بعد آپؒ کا دوبارہ بغداد کا سفر ہوا، جہاں آپؒ کے حنفی اکابرین کے ساتھ کافی مناظرے بھی ہوئے، یہیں پر آپؒ کو ”**ناصر الحديث**“ کا بھی لقب ملا، یہ زمانہ ۱۹۵ھ سے ۱۹۹ھ کے درمیان کا ہے، اس دوران آپؒ نے جو بھی اجتہادات فرمائے ہیں، نیز جو احکام ومسائل بیان کئے ہیں وہ آپؒ کا قول قدیم کہلایا، پھر ۱۹۹ھ کے اخیر میں آپؒ نے مصر کا سفر کیا، اور اپنی وفات ۲۰۴ھ تک وہیں مقیم رہے، آپؒ کی زیادہ تر تصانیف اسی دور کی ہیں، یہیں پر آپؒ

کوذکی وذہین ترین شاگردوں کی ایک جماعت بھی ملی جنھوں نے آپؒ کے منہج فقہ اور مکتب فکر کو پوری دنیا میں عام ورائج کرنے کا خصوصی اہتمام فرمایا۔(**مناقب الشافعی : فخر الدین رازی،ص ۶۹..۸۷**)

اصل میں مصر میں جانے کے بعد آپؒ کے عراقی وحجازی اجتہادات اور اصول و فروع میں تبدیلی کی اصل وجہ یہ رہی کہ مصر میں آپؒ نے امام اوزاعیؒ اور امام لیث بن سعدؒ کے فقہی اجتہادات ان کے بزرگوار شاگردوں سے معلوم کئے، یہاں پر آپؒ کو بہت سی احادیث نبویہ صحیحہ اور آثار صحابہ اور صحابہ وتابعین کے اجتہادات سے واقفیت ہوئی، تو اصولی وفروعی معاملات میں رجوع کرلیا، اور فقہ واصول اور حدیث وتفسیر میں وقیع کتابیں بھی تصنیف فرمائیں، اس زمانہ کے آپ کے اقوال کو فقہِ شافعی میں ''قولِ جدید'' کہا جاتا ہے۔(**الامام محمد بن ادریس الشافعی :د،مصطفی الشکعه ،ص: ۱۹۱**)

اللہ رب العزت کو حضرت امام شافعیؒ کے اجتہادات، اصول وفروع اور آپؒ کی شاندار فقہ کو قیامت تک باقی رکھنا منظور تھا، اسی لئے آپؒ کو قابل قدر شاگردوں کی ایک اہم جماعت سے نوازا، ویسے تو حضرت امام شافعیؒ سے ان کے علمی اسفار میں حجاز، عراق، یمن اور مصر وغیرہ کے علمی اسفار میں ان گنت ذکی وذہین ترین قابل علماء نے فیض پایا، جن کے صرف ناموں کے تذکروں کے لئے کئی صفحات درکار ہیں، البتہ ان میں سے تین مصری جلیل القدر شاگردوں (امام ابو یعقوب البویطیؒ، امام ابو ابراہیم مزنیؒ اور امام ربیع المرادیؒ)
کا ''فقہ شافعی'' کو ترویج وترقی دینے اور اس کو ملت اسلامیہ کے محفوظ ہاتھوں میں پہنچانے کا خصوصی فضل حاصل رہا ہے، نیز یہ حضرتِ امامِ شافعیؒ کے ''اقوالِ جدیدہ'' کے ناقلین بھی ہیں۔

امام ابو یعقوب البویطیؒ، امام ابو ابراہیم مزنیؒ، امام ربیع المرادیؒ اور شافعی مسلک کی ترویج واشاعت میں ان کی بے پناہ خدمات

۱-امام بویطی:

نام ونسب: یوسف بن یحیی، کنیت: ابو یعقوب، مصر کی ایک بستی بویط کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپؒ کو ''بویطی'' کہا جاتا ہے، حضرت امام شافعیؒ کے تمام شاگردوں میں عمر کے لحاظ سے سب سے بڑے تھے، حضرت امام شافعیؒ نے اپنی زندگی میں مرض الوفات میں آپؒ کو اپنے مصر کے حلقہ درس میں نائب مقرر فرمایا اور یہ فرمایا کہ **''لیس أحد أحق بمجلسی من یوسف بن یحیی ولیس أحد من أصحابی أعلم منه''** کہ امام یوسف بن یحیی بویطی میرے حلقۂ درس کو سنبھالنے کے لئے میرے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ موزوں شخصیت ہے اور میرے شاگردوں میں ان سے زیادہ کوئی صاحب علم نہیں ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کے مسلک ومشرب کو پھیلانے میں علامی بویطی کا بہت ہی عظیم کردار رہا ہے، آپؒ حضرت امام شافعیؒ کے تمام شاگردوں میں بڑے فقیہ تھے، درجۂ اجتہاد پر آپؒ فائز تھے۔

آپؒ کی اہم تالیفات: (۱) کتاب المختصر، جس میں آپؒ نے حضرت امام شافعیؒ کے دروس وکلام کا اختصار پیش کیا ہے، (۲) کتاب الفرائض۔

خلق قرآن کے مسئلہ میں عباسی خلیفہ واثق باللہ کے دور میں آپؒ کو قید وبند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں، سخت تکالیف دی گئیں، قید خانہ میں ہی آپؒ کا انتقال ۲۳۱ھ میں ہوا، لیکن آپؒ اخیر تک اس عقیدہ صحیحہ پر قائم رہے کہ قرآن مخلوق نہیں ہے، اللہ کی ذات کی طرح اللہ کی صفات مثلاً کلام وغیرہ قدیم ہے، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

(تهذيب سير أعلام النبلاء للذهبي ۱/۴۴۹، الاجتهاد وطبقات مجتهدی الشافعیه للهیتو، ص: ۸۷تا ۸۹)

۲-علامہ مزنیؒ:

نام: اسماعیل بن یحیی بن اسماعیل، کنیت: ابو ابراہیم، قبیلہ مضر کی ایک شاخ مزنیہ سے آپؒ کا تعلق ہونے کی بناء پر آپؒ کو مزنی کہا جاتا ہے، ۱۷۵ھ میں مصر میں پیدا ہوئے، حضرت امام شافعیؒ کے مصر آنے کے بعد آپؒ حضرت امام شافعیؒ سے مستقل کسب فیض فرماتے رہے، آپؒ اجتہادی شان رکھنے والے عظیم فقیہ گذرے ہیں، اللہ تعالی نے مناظرہ کی عظیم صلاحیت سے نوازا تھا، مسلک شافعیؒ کے مدافع کہلائے، ساتھ ہی ساتھ آپؒ اعلی درجہ کے مجاہد، زاہد اور متقی و پرہیز گار تھے، مصر میں آپؒ کی وفات ۲۶۴ھ میں ہوئی ہے، مسلک کی اشاعت میں آپؒ کا خاص کردار ہے۔ آپؒ کی اہم تالیفات: **الجامع الكبير، الجامع الصغير، المنثور، المسائل المعتبرة.**

آپؒ کی سب سے مشہور کتاب جو آپؒ نے فقہ شافعی کے مطابق تصنیف فرمائی وہ ''مختصر المزنی'' کے نام سے مشہور ہے، بعد کے فقہاء شافعیہ نے اپنی فقہی تالیفات میں اس کتاب کو اپنی توجہ وعنایات کا خصوصی مرکز ومحور بنایا ہے، اور خوب شرح وبسط کے ساتھ مسائل تحریر فرمائے ہیں، علامہ مزنیؒ بعض مسائل میں تفرد بھی رکھتے ہیں، اس لئے کہ آپؒ اجتہادی شان کے حامل تھے۔ (طبقات الفقهاء للشیرازی، ص: ۹۷، اصول الفقه تاريخه ورجاله: شعبان محمد اسمٰعیل، ص: ۸۶ تا ۸۷)

امام مزنیؒ کی کتاب ''مختصر المزنی'' کا تعارف

تحقیق: محمد عبد القادر شاہین، جلد: ۱، صفحات: ۴۴۸، ناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان

امام مزنیؒ کی ''المختصر'' فقہ شافعی کی امہات کتب اور پانچ مشہور ومعروف متون میں سے ہے۔ یہ علوم شافعی کا خلاصہ اور عطر ہے۔ فقہ شافعی کی ترویج واشاعت میں اس کتاب سے بڑھ کر کسی اور کتاب کا حصہ نہیں رہا، مختصر المزنی یہ فقہ شافعی میں لکھی جانے والی سب سے پہلی مختصر اور بعد میں لکھی جانے والی تمام فقہی کتابوں کے لیے اصل اور بنیادی حیثیت رکھتی ہے، بعد میں جتنی فقہی

کتابیں لکھی گئیں وہ اسی ترتیب پر لکھی گئی ہیں۔ صاحب مرآۃ الجنان نے لکھا ہے: ''مزنی کی مختصر فقہ شافعی کے اندر لکھی جانے والی کتابوں کے لیے اصل کا درجہ رکھتی ہے، بعد کی ساری کتابیں اس کی ترتیب اور اس کی عبارت کی تشریح وتوضیح پر مبنی ہیں۔'' (مرآة الجنان: ۲/۱۷۸)

امام مزنیؒ کے متعلق امام شافعیؒ کا ارشاد ہے: ''المزني ناصر مذهبي. ''مزنی میرے مذہب کے ناصر ومددگار ہیں۔ (طبقات سبکی: ۱/۲۳۴) امام مزنی کا فقہ شافعی کی ترویج واشاعت میں زبردست حصہ ہے۔ مختصر المزنی کا انداز بڑا دل نشیں، عبارت سلیس اور شگفتہ ہے، مبتدی طالب علم کو بھی اس کی عبارت سمجھنے میں پریشانی نہیں ہوتی۔ آپ جگہ جگہ ''وقال المزني'' کہہ کر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

امام مزنی کے لکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی ایک مسئلہ پر ان کی رائے جم جاتی اور انھیں اپنی رائے کے کتاب وسنت کے موافق ہونے کا یقین ہوجاتا تو اسے مختصر میں محفوظ کر لیتے اور شکرانہ کے طور پر دو رکعت نماز پڑھتے۔ (مرآة الجنان وعبرة اليقظان: ۲/۱۷۲)

امام ذہبیؒ نے لکھا ہے: ''امام مزنیؒ کی ''مختصر'' کی بڑے بڑے ائمہ نے شرح لکھی ہے، ایک زمانے میں اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا جب بھی کسی شافعی المسلک لڑکی کی شادی ہوتی تو اس کے جہیز میں امام مزنی کی مختصر کا ایک نسخہ ضرور دیا جاتا۔'' (سير اعلام النبلاء: ۱۲/۴۹۳)

اس کتاب کی شوافع کے یہاں بڑی قدر وقیمت ہے اور یہ بعد میں لکھی جانے والی تمام کتابوں کے لئے اصل ومرجع کا درجہ رکھتی ہے۔ صاحبِ طبقاتِ کبری نے لکھا ہے: ''انه زينة مذهبكم وعمدة اصلكم وقاعدة طريقكم وموئلكم حين تختلفون ومرجعكم حيس تضطربون ومفزعكم حين تضرب امواج الآراء ويتناضل فى محافل الفقهاء.'' (طبقات سبکی: ج ۱/ ۲۱) یہ (کتاب) تمہارے مسلک کی زینت، تمہارا بنیادی ستون اور سنگ میل ہے، تمہارے اختلافی مسائل میں تاویل گاہ اور تمہارے

پیچیدہ مسائل میں مرجع ہے، جب راویوں کا ہجوم اور فقہاء کی محفلوں میں منازعہ ہو تو وہ تمہارے لیے جائے پناہ ہے۔

امام ذہبی نے لکھا ہے کہ قاضی ابوزرعہ نے ہر اس شخص کے لیے جو مختصر المزنی کو حفظ کرے ایک سو دینار کا انعام مقرر کیا تھا۔ بہت سے ممتاز شافعی فقہاء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں، ابواسحاق مروزی م۳۴۰ھ کی شرح ۸/جلدوں میں، ابوالطیب طبری ۴۴۵ھ، ابوطیب طاہر بن عبداللہ ابوحامد مروزی ۳۶۲ھ، ابوعبداللہ مسعودی، ابوبکر الشاشی، ابن عدلان کتانی، قاضی زکریا بن محمد انصاری، امام ماوردی کی الحاوی وغیرہ بہت ساری شروحات ہیں۔ الحاوی الکبیر کے مقدمہ میں کل ۱۸ شروحات کا ذکر کیا ہے۔ (الحاوی الکبیر: ۱/ ۱۳۸ - ۱۳۹)
صاحب کشف الظنون نے ایک طویل فہرست ان شارحین کی بیان کی ہے۔ (کشف الظنون: ۲۸۱)

۳۔ امام ربیع بن سلیمان المرادیؒ:

نام ونسب: ربیع بن سلیمان بن عبدالجبار، کنیت: ابومحمد، نسبت: مصری، مرادی، مصر میں ۱۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت امام شافعیؒ کے مصر تشریف آوری کے بعد دوسرے طلبہ کے مقابلہ میں یہ سب سے زیادہ حضرت امام شافعیؒ کے ساتھ رہے، آپؒ حدیث میں ثقہ راوی مسلم ہیں، فقہاء شافعیہ کے نزدیک جب احکام ومسائل کی احادیث میں امام ربیع مرادیؒ اور امام مزنیؒ کی روایات میں اختلاف ہو تو امام ربیعؒ کی روایت کو ترجیح حاصل ہوئی، فقہ شافعی کی کتابوں میں آپؒ کے حوالے بکثرت ہیں، حضرت امام شافعیؒ کے شاگردوں میں سب سے لمبی عمر پائی، مسلک شافعی کے دوام و بقاء اور ترویج و اشاعت میں آپؒ کا خصوصی کردار رہا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کے چند اسفار میں آپؒ ساتھ میں بھی رہے ہیں، تشنگان علوم نبوت آپؒ سے علمی فیض حاصل کرنے کے لئے اور حضرت امام شافعیؒ کی کتابیں پڑھنے کے

لئے خصوصی طور پر دور دراز سے تشریف لاتے تھے، حضرت امام شافعیؒ کے بعد چھیاسٹھ سال زندہ رہے، ۲۷۰ھ میں مصر میں آپؒ کا انتقال ہوا۔ (طبقات الشافعیہ للاسنوی: ۱/ ۳۹، الاجتھاد و طبقات مجتھدی الشافعیہ للھیتو، ص: ۱۰۷ . ۱۱۰)

مذکورہ تینوں عظیم شاگردوں کا حضرت امام شافعیؒ کی فقہ کو ترویج واشاعت دینے میں اہم وخصوصی کردار رہا ہے، اس کے علاوہ بھی آپؒ کے چند مزید بزرگوار شاگرد گذرے ہیں، جنہوں نے فقہ شافعی کی خوب خدمت کی ہے، جن میں حرملہ تجیبی (متوفی ۲۴۳ھ)، یونس بن الاعلی (متوفی ۲۶۴ھ)، بحر بن نصر خولانی (متوفی ۲۶۷ھ)، ربیع بن سلیمان جیزی (متوفی ۲۵۷ھ) قابل ذکر ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے شاگردوں اور تصانیف کے ذریعہ مسلک امام شافعی کو خوب عام کیا، یہ اللہ تعالی کی طرف سے مقبولیت کی علامت تھی کہ حضرت امام شافعیؒ کو ایسے قابل قدر شاگرد ملے کہ جو استاذ عالی شان کی نیک نامی کا سبب بنے۔

دوسرا دور: (۲۷۰ھ تا ۵۰۵ھ)

شافعی مسلک کے ظہور و پھیلاؤ اور پختگی کا زمانہ

اللہ رب العزت نے فقہ شافعی کو مضبوطی عطا کرنے کے لئے ایسے چیدہ وجید علماء کو چنا جو اپنے زمانہ میں علم و اجتہاد کے اعتبار سے اعلی درجہ پر فائز تھے، جنھوں نے بہترین تنسیق وترتیب پر مسلک شافعی کو پھیلانے اور پختہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا، حضرت امام شافعیؒ کے طویل العمر شاگرد رشید امام ربیع المرادیؒ کی وفات کے بعد امام شافعیؒ کے شاگردوں کے شاگردوں نے اس دور (۲۷۰ تا ۵۰۵ھ) کے پہلے مرحلہ (۲۷۰ھ تا ۴۰۴ھ) میں خوب کردار ادا کیا، جن میں سے اہم شخصیات کے تذکرے حسب ذیل ہیں:

۱-علامہ ابوالقاسم انماطیؒ:

نام: عثمان بن سعید بن بشار، آپؒ نے امام مزنیؒ اور امام ربیع مرادیؒ سے علم فقہ حاصل فرمایا، پھر بغداد تشریف لے گئے، اور اسی کو اپنا موطن قرار دے کر وہاں اپنی وفات ۲۸۸ھ تک رہے، بغداد میں فقہ حنفی کا خوب زور تھا، ایسے وقت میں علامہ انماطیؒ نے ہی اہل بغداد کو فقہ شافعی خصوصا حضرت امام شافعیؒ کی فقہی مصری تصنیفات سے واقف کرایا، اور وہاں کے بہت سے تشنگان علوم نے علامہ سے علم فقہ حاصل کیا اور وہی بغداد میں فقہ شافعی کی بنیاد رکھنے اور پھیلانے کا سبب بنے، بغداد کو اس وقت ''دارالخلافہ'' ہونے کا شرف حاصل تھا، ساتھ ہی وہ علوم وفنون کا گہوارہ اور علماء کی آماجگاہ تھی، اراکین سلطنت، وزراء اور تجارتی افراد کی خصوصی توجہ کا مرکز تھا، اس لئے بغداد میں فقہ شافعی کی ترویج کا کارنامہ انجام دینا یہ تاریخی لحاظ سے بڑی بات ہے۔(**طبقات الفقهاء الشافعيه لابن الصلاح: ۲/۵۸۹، طبقات الشافعيه الكبرى للسبكى ۱/۴۹۴**)

۲-علامہ ابوالعباس بن سریجؒ:

نام ونسب: احمد بن عمر بن سریج بغدادی، علامہ ابوالقاسم انماطیؒ سے اور دیگر جید فقہاء عظام سے فقہ میں ایسا تبحر حاصل کیا کہ اپنے زمانہ میں مسلک شافعی میں ''شیخ المذہب'' کے لقب سے مشہور ہوئے، خلافت عباسیہ میں جہاں نظام قضاء اکثر حنفی قضاۃ پوری قلمرو میں سنبھال رہے تھے، وہیں آپؒ کو ایران میں شہر شیراز کا قاضی مقرر کیا گیا، اور شافعیہ کے اولین قضاۃ میں آپؒ کا شمار ہے، پھر اپنی آخری عمر میں بغداد میں منتقل ہوئے اور ۳۰۶ھ میں وہیں وفات پاگئے، بعض علماء سیر وتاریخ نے آپؒ کو تیسری صدی ہجری کا مجدد قرار دیا ہے، آپؒ نے اپنے منصب قضاء اور کثرۃ تصانیف کی بنا پر بہت سے اسلامی علاقوں خصوصا ایران وبغداد میں فقہ شافعی کو پختگی واستقرار عطا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔(العقد المذهب فی طبقات حملۃ المذهب: ابن الملقن: ص:۳۱)

آپؒ کی اہم تصانیف: **كتاب الرد على محمدبن الحسن الشيباني، كتاب الرد على عيسى بن أبان، كتاب التقريب بين المزني والشافعي، كتاب مختصر في الفقه**(الفہرست لابن الندیم ص ۲۶۳)۔

۳-قاضی ابوزرعہ دمشقیؒ:

امام ربیع مرادیؒ سے فقہ حاصل فرمائی، مصر میں رہے۔ تیسری صدی ہجری کے آخری چوتھائی میں آپؒ مصر کے منصب قضاء پر فائز ہوئے، مصر میں شوافع کے پہلے قاضی رہے ہیں، پھر آپؒ کو دمشق میں منصب قضاء عطاء ہوا، ملک شام خصوصا دمشق میں مسلک شافعی کی بنیاد ڈالنے، اس کی ترویج واشاعت میں قاضی ابوزرعہ کا اہم کردار رہا ہے، علم حدیث میں آپؒ کو مہارت تامہ حاصل تھی، اپنے زمانہ میں ائمہ حدیث میں آپؒ کا شمار ہوتا تھا، آپؒ مختصر المزنی زبانی یاد کرنے والے کو سو دینار انعام دیتے تھے، دمشق میں آپؒ کا انتقال ہوا، آپؒ کی وفات کے بعد آپؒ کے صاحبزادہ ابوعبداللہ حسین بن محمد دمشق کے قاضی منتخب

ہوئے اور ملک شام میں فقہ شافعی کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا، ۳۲۷ھ میں آپؒ کی وفات ہوئی۔(طبقات الشافعیه للاسنوی ۱/ ۵۱۹.۵۲۰)

۴۔ أبو محمد عبدان:

نام ونسب: عبداللہ بن محمد بن عیسی مروزی، کنیت: ابو محمد، ۲۲۰ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، آپؒ نے مصر کا علمی سفر فرما کر حضرت امام شافعیؒ کے شاگردوں امام مزنیؒ اور امام ربیع مرادیؒ کے پاس خوب محنت اور تگ ودو کے بعد فقہ شافعی میں گہرائی حاصل فرمائی، ان دونوں کی وفات کے بعد آپؒ اپنے علاقہ ایران میں مرو شہر منتقل ہوئے اور مختصر المزنی کے دروس و اسباق کے ذریعہ فقہ شافعی کی نشر واشاعت فرمائی، آپؒ کا انتقال ۲۹۳ھ میں ہوا۔ (طبقات الشافعیه الکبری للسبکی ۱/ ۴۹۰)

۵۔ حافظ ابو عوانہ نیسا پوری:

نام ونسب: یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم نیسا پوری، اسفرائینی، ترکمانستان کے علاقوں نیساپور اور اسفرائین کی طرف نسبت ہے، ان علاقوں میں سب سے پہلے فقہ شافعی کو متعارف کروانے اور مسلک شافعی کی ترویج وترقی میں آپؒ کا اہم کردار رہا ہے۔ آپؒ نے امام مزنیؒ اور ربیع مرادیؒ سے فقہ میں گہرائی حاصل فرمائی، فقہ اور حدیث کی جامع شخصیت سے مشہور علامہ ابو عوانہؒ کی کتاب "مسند ابو عوانة" نے محدثین میں خوب شہرت ومقبولیت پائی، ۳۱۶ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔(طبقات الفقهاء الشافعیه لابن الصلاح: ۲/ ۶۷۹)

۶۔ امام أصمؒ:

نام: محمد بن یعقوب نیسا پوری، کنیت، ابو العباس، ۲۴۷ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، حدیث وفقہ کی جامع شخصیت تھی، فقہ پر حفظ حدیث کو فوقیت دیتے تھے، حضرت امام شافعیؒ کے طویل العمر شاگرد رشید امام ربیع مرادیؒ کے آخری زمانہ میں آپؒ نے ان سے حضرت امام شافعیؒ کی تصانیف کو پڑھ کر انہیں ملت اسلامیہ کے تشنگان علوم نبوت تک پہنچانے

میں اہم کردار ادا کیا ہے، امام اصمؒ کی وفات ۳۴۶ھ میں ہوئی، آپؒ کے شاگردوں کو "عالی سند" کا شرف خصوصی طور پر حاصل رہا۔(طبقات الشافعیه للاسنوی ۱/ ۷۶.۷۷)

۷۔ امام قفال کبیر شاشی:

نام ونسب: محمد بن علی بن اسماعیل؛ ۲۷۱ھ میں موجودہ ازبکستان کے دار الحکومت تاشقند (شاش) میں آپؒ کی ولادت ہوئی، ۳۶۵ھ میں وہیں پر آپؒ کا انتقال ہوا، آپؒ نے علم فقہ کو قاضی ابن سریج سے حاصل فرمایا، اور اس میں خوب مہارت حاصل کی، ماوراء النہر کے علاقوں ازبکستان، تاجکستان اور قزاخستان میں مسلک شافعی کو پھیلانے میں آپؒ کو اولیت حاصل ہے۔

آپؒ کی اہم تصانیف: امام شافعیؒ کی مشہور اصولی کتاب "الرسالة" کی شرح، کتاب أدب القضاء، کتاب محاسن الشریعة، جو کہ مقاصد شریعت میں سب سے اولین کتاب ہے۔(طبقات الفقهاء للشیرازی، ص: ۱۱۲)

مذکورہ عظیم شخصیات نے اسلامی مملکت کے شرقی علاقوں میں وادئ نیل مصر سے ماوراء النہر کے علاقوں، بشمول حجاز مقدس ویمن کے فقہ شافعی کو متعارف کروانے میں اور اس کی ترویج وترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے، اب بھی افریقہ واندلس کے علاقے اس سے تشنہ تھے جہاں فقہ مالکی کا غلبہ تھا۔ بفضلہ تعالی اگلے ادوار میں ان علاقوں میں بھی فقہِ شافعی کی ترویج واشاعت ہوئی، جس سے بندگانِ خدا نے فیض پایا۔

اس دوسرے دور کے پہلے مرحلہ میں فقہ شافعی کی اشاعت کے مزید چند اہم اسباب

فقہ شافعی کی اشاعت کے اس مرحلہ (۲۷۰ھ تا ۴۰۴ھ) میں چند اہم اسباب جن کی وجہ سے اس فقہ کی عظمت میں چار چاند لگے وہ حسب ذیل ہیں:

پہلا سبب:

اس زمانہ میں فقہ شافعی کو بہت سی ایسی شخصیات ملیں جو اپنی ایک جداگانہ اجتہادی شان رکھتے تھے، حضرت امام شافعیؒ کی تصنیفات میں غور وخوض کرنے کی وجہ سے یہ لوگ جمود والی تقلید اور بوقتِ ضرورت اجتماعی حل سے انحراف کے قائل نہیں تھے، ان کی وسعت نظری نے بھی فقہ شافعی سے متعلق سلف کے اشکالات ختم کر دیئے اور لوگ فقہ شافعی کو اپنانے میں لگے۔

ان میں اہم شخصیات:

۱۔ابن المنذر رامام ابوبکر نیساپوری:

نام ونسب: **محمد** بن ابراہیم بن منذر، ۲۴۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، علوم وفنون خصوصا جمع حدیث کے لئے آپؒ نے اسفار کئے، حضرت امام شافعیؒ کے شاگرد امام ربیع مرادیؒ اور حسن زعفرانیؒ سے فقہ کا علم بہت ہی گہرائی کے ساتھ حاصل کیا، آخری عمر میں آپؒ کی اجتہادی شان ابھر کر منظر عام پر آئی، یہاں تک کہ بعض لوگ احکام ومسائل میں آپؒ کے اجتہادات کی پیروی کی بنا پر ''منذریہ'' کہلائے۔

آپؒ نے کچھ اہم تصانیف فرمائیں، جو آپؒ کے علمی رسوخ وپختگی کی علامات ہیں، **كتاب الاشراف على مذاهب اهل العلم، كتاب الاجماع،** وغیرہ آپؒ کی شاہکار تصانیف ہیں۔(**طبقات الشافعيه للاسنوی: ۱/۳۷۴**)

۲۔امام ابوجعفر الطبریؒ:

نام ونسب: **محمد** بن جریر بن کثیر، کنیت: ابوجعفر، طبرستان کی ایک بستی میں ۲۲۴ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، فقہ، حدیث اور تفسیر کے علوم حاصل فرمائے، اپنے دورِ جوانی میں امام شافعیؒ کے شاگردوں امام ربیع مرادیؒ اور امام حسن زعفرانیؒ سے فقہ شافعی میں رسوخ حاصل فرمایا، آپؒ بھی اپنے علمی وفقہی رسوخ کی بنا پر اجتہادی شان کے حامل تھے، اصول وفروع

میں کافی اجتہادات فرمائے، یہاں تک کہ ''مذہب جریری'' کے نام سے ایک مستقل مسلک وجود میں آیا تھا، جس کے کافی متبعین بھی تھے، لیکن اس کو دوام وثبات حاصل نہ ہوسکا، آپؒ کی وفات بغداد میں ۳۱۰ھ میں ہوئی، تفسیر ابن جریر طبری اور تاریخ الطبری کے نام سے آپؒ کی جملہ تصانیف میں دو اہم کتابیں کافی مقبول ہیں۔(**الامام الطبری شيخ المفسرين وصاحب المذهب الجريری :محمد الزحيلی**)

دوسرا سبب:

اکابر محدثین کا فقہ شافعی کو اپنانا۔ یہ بھی فقہ شافعی کی مقبولیت کا ایک اہم سبب قرار پایا ہے، جن میں سے اہم شخصیات کا تعارف:

۱۔حافظ ابن خزیمہ سلمیؒ:

نام ونسب: **محمد** بن اسحاق بن خزیمہ سلمی نیساپوری۔ نیساپور میں آپؒ کی ولادت ۲۲۳ھ میں ہوئی، اسانید عالیہ کے ساتھ طلب علم وفقہ اور جمع احادیث کے لئے دور دراز کے اسفار کئے، امام مزنیؒ سے علم فقہ اور امام ربیع مرادیؒ سے علم حدیث کی روایات حاصل کی، اپنی ابتدائی زندگی مکمل شافعی بن کر گذاری، جب علم وفقہ میں آپؒ کو رسوخ حاصل ہوا تو اپنے اجتہادات کے مطابق شریعت پر عمل پیرا ہوئے، فقہ کے مقابلہ میں آپؒ کو علم حدیث کی تدریس وتصنیف میں کافی مشغولیت حاصل تھی، حدیث میں ''صحیح ابن خزیمہ'' آپؒ کی بہت ہی مشہور کتاب ہے، ۳۱۱ھ میں نیساپور میں آپؒ کا انتقال ہوا۔(**طبقات الشافعيه للاسنوی: ۱/۴۶۲**)

۲۔حافظ ابن أبي حاتم رازی:

نام: عبد الرحمٰن، کنیت: ابومحمد، خراسان میں آپؒ کی ولادت ۲۴۰ھ میں ہوئی، خراسان کے علاقہ سے اپنے والد کے ہمراہ جمع احادیث اور اسمیں مہارت کی خاطر اسفار

فرمائے، احوال رواۃ اور جرح وتعدیل میں آپؒ کی منفرد شان کے سبھی قائل ہیں، فقہ شافعی میں بھی مہارت پائی۔

آپؒ کی اہم تصنیف: اداب الشافعی و مناقبہ، مطبوع ہے، ۳۲۷ھ میں آپؒ نے وفات پائی۔(**طبقات الفقهاء الشافعيه لابن الصلاح: ۱/۱۹۹**)

۳۔امام دارقطنیؒ:

نام ونسب: علی بن عمر بن احمد بن مہدی، کنیت ابوالحسن، ۳۰۶ھ میں بغداد کے بڑے محلّہ ''دارقطن'' میں آپؒ کی ولادت ہوئی، امام ابوسعید اصطخریؒ کے پاس فقہ شافعی میں مہارت حاصل فرمائی۔ آپؒ کی اہم تصانیف: **سنن الدارقطني، كتاب العلل**، آپؒ کی وفات بغداد میں ہی ۳۸۵ھ میں ہوئی۔

۴۔ابوعلی الطبری:

حسین بن قاسم طبری، فقیہ اور اصولی ہیں، متعدد فنون میں آپ کو امامت کا درجہ حاصل تھا۔ آپ کی تصانیف میں ''الافصاح'' فروع فقہ شافعی میں اور ''المحرر'' ہیں جو خلاف مجرد میں لکھی گئی ہے۔ ۳۵۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

غرضیکہ خود حضرت امام شافعیؒ یا ان کے شاگردوں کے پاس بڑے بڑے محدثین نے علم فقہ کو بھی حاصل فرمایا ہے، جیسے امام احمد بن حنبلؒ، امام ترمذیؒ، امام بخاریؒ، امام نسائی، امام ابن ماجہؒ، علامہ ابن منذرؒ، محدث ابن حبان، محدث ابن خزیمہ، امام بیہقی، امام حاتم، علامہ خطابی، خطیب بغدادی وغیرہ محدثین کا فقہ شافعی کو حاصل کرنا یہ اس فقہ پر اعتماد اور مقبولیت میں اضافہ کا اہم سبب ہے۔(**طبقات الشافعيه للاسنوی: ۱/۵۰۸**).

تیسرا سبب: علماء شوافع کا منصب قضاء پر فائز ہونا

اس کی وجہ سے بھی فقہ شافعی کی ترویج واشاعت میں چار چاند لگ گئے، عباسی خلفاء اور ان کے بعد کے خلفاء و بادشاہوں نے مسلک ومکاتب فکر کی رعایت کرتے ہوئے ہی

متعلقہ علاقوں میں قضاۃ کا تقرر فرمایا تاکہ کسی قسم کا اختلاف باقی نہ ہو، ان علماء شوافع کا مختصر تعارف جنہوں نے اس دور ثانی میں قضاء کے مناصب پر بہترین کارکردگی نبھائی۔

۱۔قاضی ابوالعباس ابن سریجؒ:

ایران کے مشہور شہر شیراز کے قاضی رہے، شوافع کے اولین قاضی رہے، ۳۰۶ھ میں وفات پائی۔

۲۔قاضی ابوزرعہ دمشقی:

دمشق کے قاضی منتخب ہوئے اور وہیں ۳۰۲ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

۳۔قاضی ابوسعید اصطخری:

نام: حسن بن احمد بن یزید۔ ایران کے شہر اصطخر میں آپؒ کی ولادت ۲۴۴ھ میں ہوئی، مسلک شافعی میں تبحر حاصل فرمایا، ایران کے جنوب مغرب میں واقع شہر قم میں آپؒ کو قاضی مقرر کیا گیا، پھر عباسی خلیفہ مقتدر بامر اللہ نے آپؒ کو سجستان کے علاقہ (موجودہ افغانستان و پاکستان) کا قاضی مقرر فرمایا، بغداد میں ۳۲۸ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔(**طبقات الشافعيه للاسنوی: ۱/۴۶.۴۷**)

آپؒ کی اہم تصانیف: **أدب القضاء، كتاب الفرائض الكبير، كتاب الشروط والوثائق والمحاضر والسجلات(مرجع العلوم الاسلاميه: محمد الزحيلي، ص: ۴۲۲)**

۴۔قاضی ہمدانیؒ:

نام: عتبہ بن عبداللہ بن موسی، کنیت: ابوالسائب۔ ایران کے شہر ہمدان میں آپؒ کی ولادت ۲۴۴ھ میں ہوئی، فقہ شافعی میں رسوخ ہونے کے بعد آذربیجان کے قاضی منتخب ہوئے، قاضی القضاۃ کے منصب عظیم پر فائز ہونے والے پہلے شافعی رہے، ۳۵۰ھ میں آپؒ کی وفات ہوئی۔(**طبقات الشافعيه الكبرى للسبكي: ۲/۲۴۹**)

۵۔قاضی ابن اکثمؒ:

نام:عمر بن اُکثم،کنیت:ابوبشر اسدیؒ،شوافع کے اہم فقیہ گذرے ہیں،عباسی خلیفہ مطیع اللہ نے آپؒ کو قاضی القضاۃ منتخب فرمایا،۳۵۷ھ میں وفات ہوئی۔(**طبقات الشافعیه للاسنوی: ۱/۷۸. ۷۹**)

۶۔قاضی قرمیسینیؒ:

نام:عبداللہ بن علی بن حسن،کنیت ابومحمد،ایران کے سرحدی شہر قرمیسین میں آپؒ کی ولادت ہوئی،اکابر فقہاء شوافع سے فقہی مزاج حاصل فرمایا،بحر قزوین کے پاس جرجان کے آپؒ قاضی مقرر ہوئے،۳۷۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(**طبقات الشافعیه للاسنوی: ۲/۳۰۷**)

۷۔وزیر ابوالفضل بلعمیؒ:

نام:محمد بن عبید اللہ بن محمد تمیمی بلعمی۔امام محمد بن نصر مروزی سے فقہ شافعی حاصل فرمایا،وزیر سلطنت کے مرتبہ پر بھی فائز رہے،اور فقہ شافعی کی ترویج وترقی میں اہم کردار نبھایا،مذکورہ شخصیات قضاۃ کا فقہ شافعی کی ترویج وترقی میں اہم کردار رہا ہے۔(**طبقات الفقهاء الشافعیه لابن الصلاح: ۱/۲۲۴**)

معزز قارئین!! آپ بخوبی ملاحظہ کرچکے ہیں کہ اسلامی تاریخ میں ائمۂ مجتہدین کی کافی کثرت رہی ہے،لیکن ہر مجتہد مطلق کے مسلک کو بقا ودوام کے اسباب حاصل نہیں ہوئے اور نہ ہی ان کی اشاعت خاطر خواہ ممکن ہوئی،خیر اس میں خالق کائنات کی بے شمار مصلحتیں ہوں گی،جن کو وہی علام الغیوب ذات بخوبی جانتی ہے۔

فقہ شافعی کی اشاعت کے اس دور ثانی کے دوسرے مرحلہ کے مزید چند اہم اسباب

فقہ شافعی کو ۴۰۴ھ سے ۵۰۵ھ کے دوسرے دور کے دوسرے مرحلہ میں جو مضبوطی اور پختگی ملی اس کے چند اہم اسباب درج ذیل ہیں:

۱۔فقہاء شافعیہ کا مسلک کی بہترین خدمت کی طرف متوجہ ہونا اور اس میں تصنیف اور تالیف کے مراحل انجام دینا۔

یہ مرحلہ (۴۰۴ھ سے ۵۰۵ھ) فقہ شافعی کے لئے کافی اہمیت کا حامل رہا ہے،جس میں علماء مسلک نے اللہ کی رضا کے خاطر اپنی زندگیاں اسلامی فقہ شافعی کی خدمت میں صرف کردیں اور ہر طرف سے اس دبستان فقہ کے قدم جمائے رکھنے میں اپنا تعاون دیا،ضرورت پڑنے پر مخالفین سے بحث ومناظرہ کرنے میں بھی دریغ نہیں کیا۔(**تاریخ الفقه الاسلامی :بدران ابو العینین ،ص:۱۶۸**)

شرعی اصول وفروع میں قیمتی گرانقدر تصانیف منظر عام پر لے آئے،انہی تمام کوششوں کی بنیاد پر مسلک شافعی اپنے ترقی کے منازل طے کرتا رہا،یہی وہ مرحلہ ہے جب فقہ شافعی کے تصنیف وتالیف کے دو طریقے واسالیب دنیا میں متعارف ہوئے:

(۱)طریقة العراقیین: عراقی اسلوب اور

(۲)طریقة الخراسانیین: خراسانی اسلوب

جیسا کہ فقہ شافعی کے محقق حضرت امام نوویؒ رقم طراز ہیں:

"واعلم أن نقل أصحابنا العراقيين لنصوص الشافعيؒ، وقواعد مذهبه ووجه متقدر أصحابنا وأثبت من نقل الخراسانين غالبا والخراسانيون أحسن تصرفا و تفريعا و ترتيبا غالبا"(المجموع شرح المهذب: ۱/۶۹).

کہ حضرت امام شافعیؒ کے نصوص اور مسلک کے قواعد نیز فقہ شافعی کے متقدمین کے اقوال کو عراقیوں نے بہت ہی پر وثوق اور بااعتماد انداز میں نقل کیا ہے۔اور علماء خراسان نے مسلک شافعی کے فروعی مسائل اور ترتیب میں کارآمد وبہترین نہج وطریقہ اپنایا ہے۔

عراقی اسلوب تصنیف کے چند مشہور فقہاء کرام کا تعارف حسب ذیل ہے:

ا۔امام ابوحامد احمد بن محمد بن احمد اسفرائینیؒ ۔

آپ کی ولادت ترکمانستان کے جنوب مشرق میں واقع شہر اسفرائین میں ۳۴۴ھ میں ایک علمی خانوادہ میں ہوئی، آپ نے اپنے علاقہ کے علماء کرام سے علم وفقہ میں تبحر حاصل کیا، پھر اکابر علماء سے تحصیل علم کی خاطر بغداد منتقل ہوئے، جب آپ کے قدم علم میں مضبوط ہوگئے اور مسلک شافعی کے اصول وفروع میں کافی عبور حاصل کرلیا تو آپ تصنیف وتالیف اور درس وتدریس میں منہمک ہوگئے۔

فقہ شافعی سے وابستگان کی ایک بڑی تعداد نے آپ سے علوم فقہ واصول حاصل کئے۔زہد وعبادت، ورع وتقوی اور علمی تبحر کی بنیاد پر آپ چوتھی صدی ہجری کے مجدد قرار دیئے گئے، اپنے دور میں مسلک شافعی کو ثابت قدم رکھنے میں آپ نے اپنا گرانقدر تعاون ہر اعتبار سے پیش کیا، ۴۰۶ھ میں بغداد میں آپ کی وفات ہوئی، تراجم وسوانح نگاروں نے آپؒ کو چوتھی صدی ہجری کا مجدد امت قرار دیا ہے۔(**طبقات الشافعیہ الکبری للسبکی: ۳۸۲/۲**)

۲۔قاضی ابوالطیب طاہر بن عبداللہ بن طاہر الطبریؒ:

آپ کی ولادت ۳۴۸ھ میں طبرستان کے ایک بستی میں ہوئی، ابتدائی دور میں آپ نے اپنے علاقے کے شافعی علماء وفقہاء کرام سے علوم حاصل کئے، پھر اپنے شیخ ابوحامد اسفرایینی سے علم وفقہ میں تبحر حاصل کرنے کے لئے بغداد منتقل ہوئے، جمیع علوم کی تحصیل سے فراغت کے بعد آپ تصنیف وتالیف، درس وتدریس اور افتاء وقضا سے ایسے وابستہ ہوئے کہ فقہ شافعی میں عراقی طرز تصنیف کے مرجع تسلیم کرلئے گئے۔(**طبقات الشافعیہ للاسنوی: ۱۵۷/۲۔۱۵۸**)

علامہ ابواسحاق شیرازیؒ آپ کے احوال میں لکھتے ہیں:

"ولم أر فيمن رأيت أكمل اجتهادا وأشد تحقيقا وأجود نظرا منه،

شرح المزني و صنف في الخلاف والمذهب والأصول والجدل كتبا كثيرة ليس لأحد مثلها" (طبقات الفقهاء لشيرازی/ص: ۱۲۷.۱۲۸).

کہ میں نے علم وفقہ میں آپ سے زیادہ اجتہاد میں کامل ترین، تحقیق میں منہمک اور عمدہ نظر رکھنے والا نہیں دیکھا، آپ نے مسلک شافعی کے اصول وفروع اور اختلاف میں بہت سی کتابیں لکھیں، جو فقہاء شوافع کے لئے مرجع کا درجہ رکھتی ہیں، آپ کی وفات ۴۰۵ھ میں ہوئی۔

۳-امام علی بن محمد بن حبیب الماوردی المعروف بالقاضی الماوردی:

آپ کی ولادت بصرہ میں ۳۶۴ھ میں ہوئی، آپ نے اپنے زمانے میں بڑے بڑے فقہاء شافعیہ سے علوم حاصل کئے، جن میں سے فائق ابوحامد اسفرائینی رہے ہیں، آپ نے مختلف علوم وفنون اور فقہ واصول میں تبحر حاصل کرنے کے بعد بصرہ وبغداد جیسے اہم شہروں میں درس وتدریس اور افتاء وقضاء کی اہم ذمہ داریاں نبھائیں اور تصنیف وتالیف کے شعبہ میں اہم ونفع بخش کتابیں لکھیں، جن میں سے "الأحکام السلطانیۃ" اور "الحاوی" کو کافی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی، آپ کی تمام خدمات کو سراہتے ہوئے ۴۲۹ھ میں آپ کو "اقضی القضاۃ" کے لقب سے نوازا گیا، علامہ ماوردیؒ کا ۴۵۰ھ میں بغداد میں انتقال ہوا۔(طبقات الشافعیہ للاسنوی: ۳۸۷/۲)

الحاوی الکبیر: کا تعارف

تحقیق وتعلیق: شیخ علی محمد معوض شیخ عادل احمد عبدالموجود ناشر: دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان جلد: ۲۰ صفحات: ۹۵۹۲

یہ فقہ شافعی کی مشہور ومعروف اور متداول کتاب "**مختصر المزنی**" کی مفصل شرح اور فقہ شافعی کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے اور یہ اتنی زیادہ فقہی جزئیات پر مشتمل ہے جو دیگر کتابوں میں یکجا ملنی مشکل ہیں۔فقہاء اس کتاب کی تعریف میں رطب اللسان

ہیں، شیخ علی معوض نے بڑی عرق ریزی اور جانکاہی سے کتاب کا محقق نسخہ تیار کیا ہے۔ جابجا قیمتی تعلیقات کے ذریعہ کتاب سے استفادہ بہت آسان اور اس کی افادیت کو دوچند بنا دیا ہے۔ فقہاء شوافع کی تحریروں میں اس کتاب کے کثرت سے حوالے ملتے ہیں۔

منہجِ کتاب: اس کتاب کی ترتیب ''مختصر المزنی'' کے ابواب اور فصلوں اور مسائل کی ترتیب کے مطابق کی ہے۔ مصنف عموماً باب شروع کرتے ہیں تو ''**قال الشافعی:**'' ''یا'' ''**قال المزنی: قال الشافعی:**'' کہتے ہیں۔ امام ماوردی نے اس کتاب کا ایک وقیع اور فاضلانہ مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جس میں مقصد کتاب اور الحاوی میں اپنے اختیار کردہ منہج کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ (دیکھئے: الحاوی الکبیر: ۱/۱۴۰)

امام ماوردی نے مسائل کے دلائل کتاب وسنت، صحابہ وتابعین کے آثار اور اجماع وقیاس سے دیئے ہیں۔ امام ماوردی نے فقہی الفاظ کے لغوی معانی وغیرہ کے سلسلے میں اشعار عرب سے کثرت سے استشہاد کیا ہے۔

متن میں مذکور مسئلہ کے ذکر کے بعد اس سے متعلق مسائل ذکر کر کے، اس میں (حکم المذھب) راجح حکم کو واضح کیا ہے۔

دکتور اکرم القواسمی فرماتے ہیں: ''امام شافعی کے اجتہادات اور اصحاب وجوہ کی آراء کو مع دلائل پیش کیا ہے، اور ان کے اور دیگر فقہی مکاتب فکر احناف، مالکیہ، حنابلہ اور اہل ظواہر کی آراء کے درمیان تقابل کیا ہے، تاکہ ہر مسئلہ کی بحث کے آخر میں مسلک شافعی راجح ہو جائے۔'' (**المدخل: ۵۴۱**)

کبھی کسی کتاب سے کسی مسئلہ کا حکم بیان کرتے ہیں، لیکن اس کتاب میں وہ مسئلہ اس کے برخلاف مذکور ہوتا ہے۔ (**الحاوی: ۱/۱۴۰**)

خصوصیت: جزئیات کی کثرت، جو دیگر کتابوں میں یکجا ملنی مشکل ہیں۔ فقہ شافعی کا معتبر ومستند مرجع ہے کہ بڑے بڑے مصنفین اس کتاب کا حوالہ دیتے ہیں۔

درج بالا تینوں علماء فقہ شافعی کے عراقی طرز تصنیف کے ماہرین ہیں۔

اب ہم فقہ شافعی کے دوسرے طرز تصنیف ''خراسانی اسلوب'' کے ماہر فقہاء کرام سے بھی واقف ہو جائیں، جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ ابواسحاق اسفرائینی:

نام: ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن مہران، کنیت: ابواسحاق، اپنے زمانے کے شافعی فقیہ بلکہ آپ کو مجتہد بھی کہا گیا ہے، اہل خراسان کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ایک مدت تک عراق میں سکونت اختیار کی پھر وہاں سے اسفرائین چلے گئے، کچھ مدت وہاں قیام کیا، نامور فقیہ قاضی ابوالطیب طبری نے آپ سے وہیں استفادہ کیا، لیکن نیشاپور والوں کے اصرار پر آپ نیشاپور تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کے لیے خاص طور سے ایک مدرسہ قائم کیا گیا، جہاں طالبانِ علوم نبوت کی ایک بڑی تعداد آپ سے سیراب ہوئی۔ امام عبدالغافر نے فرمایا کہ امام ابواسحاق صرف نیشاپور ہی نہیں بلکہ پورے اہل مشرق کے لیے سرمایۂ افتخار تھے۔ آپ کی تصنیفات میں ''الجامع فی اصول الدین'' ۵/جلدوں میں ہے۔ ۴۱۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (**طبقات ابن هداية الله: ۴۵، شذرات الذهب: ۲۶۳**)

۲۔ امام ابوبکر عبداللہ بن احمد بن عبداللہ المروزی المعروف بالقفال الصغیر:

آپ کی ولادت خراسان کے شہر ''مرو'' میں ۳۲۷ھ میں ہوئی، آپ نے مختلف علوم وفنون اور خصوصاً فقہ شافعی اپنے زمانہ کے بڑے بڑے علماء شوافع سے حاصل کئے اور علمی وفقہی اعتبار سے درجۂ کمال کو پہنچنے پر تصنیف وتالیف اور درس وتدریس میں منہمک ہوئے، احکام ومسائل شرعیہ کے استنباط وتخریج میں آپ کو کمال کی بالغ نظری حاصل تھی، جس کی بناء پر آپ خراسانی طرز تصنیف کے شیخ تسلیم کئے گئے، آپ سے بہت سے طلبہ نے علم وفقہ حاصل کیا، ۴۱۷ھ میں سجستان میں آپ کی وفات ہوئی۔ (**طبقات الفقهاء الشافعية لابن الصلاح: ۱/۴۹۶**)

۳-امام ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ الجوینی (والد امام الحرمین):

چوتھی صدی ہجری کی آخری تہائی میں نیسا پور کے علاقہ جوین میں آپ کی ولادت ہوئی، ابتدائی مراحل میں آپ نے جوین کے فقہاء سے علم حاصل کیا، پھر علامہ ابوالطیب الصعلوکی (متوفی ۴۰۴ھ) سے علم وفقہ کے حصول کے لئے نیسا پور منتقل ہوگئے، پھر مزید علمی پیاس بجھانے کے لئے ''مروٗ'' کا رختِ سفر باندھا اور امام ابوبکر مروزی سے خراسانی طرز کے مطابق فقہ شافعی میں کمال حاصل کیا، ۴۰۷ھ میں آپ نیسا پور واپس آکر درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور افتاء کی ذمہ داریوں میں مشغول ہوگئے، آپ نے بہت سی جامع کتابیں تصنیف فرمائیں، تفسیر قرآن کریم، فقہ اور اصول فقہ میں آپ کی گرانقدر تصانیف علماء کے درمیان کافی مقبول رہی ہیں، علم وفضل کے ساتھ ورع وتقوی اور زہد وعبادت میں بھی لاثانی تھے، ۴۳۸ھ میں آپ وفات پاگئے۔(**طبقات الشافعیہ الکبری للسبکی** :۳/۱۰۱)

۴-قاضی حسین: نام: حسین بن محمد بن احمد المروزی، کنیت: ابوعلی

چوتھی صدی ہجری کی اخیری چوتھائی میں خراسان کے شہر ''مروروز'' میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ نے امام قفال صغیرؒ سے فقہ حاصل کی، اپنے شیخ سے ایسے وابستہ رہے کہ ان کے طرز کے ماہر کہلائے پھر خراسان کے پورے علاقہ میں اپنے زمانہ کے فقہاء شافعیہ کے امام تسلیم کئے گئے، فقہی باریکیاں اور دقیق وپیچیدہ مسائل کے حل کے لئے آپ کو کافی شہرت ملی، آپ کی تصانیف میں ''اسرار الفقہ'' نامی کتاب ہے، آپ کی وفات ۴۶۲ھ میں ہوئی۔(**طبقات الشافعیہ الکبری للسبکی** :۳/۱۳۰)

ج-اصولِ فقہ کی تصنیف کا تیسرا جامع اسلوب ''الجمع بین الطریقتین''

پھر پانچویں صدی ہجری میں چند ایسے نامور فقہاء شافعیہ متعارف ہوئے، جنہوں نے سابقہ دونوں طرز کے درمیان جمع وتطبیق کے فرائض انجام دیئے، انہوں نے مسائل کے بیان، دلائل

کی پیشی اور مسلک شافعی کے ائمہ وعلماء کے اقوال کی تائید میں دونوں طرز تصنیف کو جمع کیا، جن میں سے مشہور علماء وفقہاء حسب ذیل ہیں:۔

۱-امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی:

آپ کی ولادت نیسا پور کے قریبی علاقہ جوین میں ۴۹۱ھ میں ہوئی، آپ مشہور شافعی فقیہ امام عبداللہ جوینی کے صاحبزادہ ہیں، اپنے والد کے تربیت وپرورش میں بہترین تعلیم وتربیت پائی، مزید علمی پیاس بجھانے کے لئے بغداد کا سفر فرمایا، جملہ علوم وفنون کی تحصیل سے فارغ ہوکر حجاز کا رخت سفر باندھا اور حرمین شریفین مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں درس وتدریس، مناظرہ وافتاء کی خدمات انجام دہی میں مصروف ہوگئے، اسی لئے آپ کو ''امام الحرمین'' کے معزز لقب سے نوازا گیا، پھر آپ اپنے وطن نیسا پور لوٹ آئے اور نظام الملک کے قائم کردہ مدرسہ نظامیہ میں درس وتدریس میں منہمک ہوئے اور فقہ، اصول اور دیگر علوم میں گرانقدر تصانیف تحریر کی، جن میں سے کتاب نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب یہ کتاب آپ کے علمی تبحر پر دلالت کرتی ہے۔(**طبقات الشافعیہ الکبری للسبکی** :۳/۱۵۸)

آپ کے عظیم فقہی شاہکار ''نہایۃ المطلب فی درایۃ المذھب'' کا تعارف

تحقیق: دکتور عبدالعظیم الدیب جلد:۲۱، صفحات:۱۱۵۴۹، ناشر: دارالمنہاج۔

یہ کتاب دراصل امام مزنیؒ کی ''مختصر المزنی'' کی شرح، فقہ شافعی کا انسائیکلوپیڈیا ہے، اور مذہب شافعی کے انتہائی معتمد ومستند مراجع میں سے ہے۔

امام الحرمین نے اس کتاب کی تالیف کا آغاز مکہ میں کیا اور نیشاپور میں اس کو مکمل کیا۔(**فتح العزیز** ۱/۳۹۷) نیز امام الحرمین نے اس کتاب کی تصنیف کی خدمت اپنی زندگی کے اخیر حصہ میں انجام دی، اسلئے آپ کے تمام تجربات اور علم کا خلاصہ وعطر اس کتاب میں آگیا ہے۔

یہ فقہ شافعی کے ان معتمد و مستند مراجع میں سے ہے کہ فقہاء شوافع نے اپنی زندگیوں کو اس کتاب کے لیے وقف کیا ہے۔ یہ کتاب ایک حیثیت سے فقہ شافعی کی اُمّہات الکتب میں سے کہی جاسکتی ہے، امام الحرمین کے شاگرد امام غزالی نے اس کتاب کی تلخیص ''البسیط'' کے نام سے کی، پھر ''البسیط'' کی تلخیص ''الوسیط'' کے نام سے اور ''الوسیط'' کا اختصار ''الوجیز'' کے نام سے کیا، پھر ''الوجیز'' کے اختصار وتشریح کی ذمہ داری بہت سے علماء کرام نے انجام دی ہے۔ امام رافعی نے ''الوجیز'' کی ایک شرح ''فتح العزیز'' لکھی جس کا اختصار امام نووی نے ''روضۃ الطالبین'' کے نام سے کیا اور امام رافعی نے ''الوجیز'' کی تلخیص ''المحرر'' کے نام سے کی جس کا اختصار علامہ نووی نے منہاج الطالبین کے نام سے کیا، پھر منہاج الطالبین کی بہت ساری شروحات، حواشی اور تعلیقات ہیں۔

منہج نہایۃ المطلب: یہ کتاب مختصر مزنی کے ابواب کی ترتیب پر ہے۔ نئے موضوع پر لکھتے ہیں، متقدمین کی نقول کم سے کم ہیں، خود اپنی تحقیقات اور نتائج غور وفکر کو پیش کیا ہے۔ ترتیب وتقسیم اور ابواب کو قائم کرنے میں جس دقت نظری سے کام لیا ہے وہ آپ کی فقہی بصیرت ومہارت کا ثبوت ہے۔ قطعی وظنی دلائل کے درمیان فرق وامتیاز ملحوظ رکھا ہے۔ جو بات مقصد کتاب سے تعلق نہ رکھے اس کے بیان کرنے میں بڑی ایجاز بیانی سے کام لیا ہے۔ پہلے مسئلہ کا اصول وضابطہ بیان کیا ہے اور پھر فروعات کو بیان کیا ہے۔ آپ نے مرجع وماخذ کی طرف براہِ راست رجوع کیا ہے اور دوسروں پر اعتماد کر کے ذکر نہیں کیا ہے، جیسے: '' **حکی القاضی عن العراقیین طریقةً اخری، لم أطلع علیها مع بحثی عنها** '' (**مقدمه نهایة المطلب: ۲۱۸**) اصول وقواعد کے نقل کرنے کا اہتمام فرمایا ہے۔ مذاہب مختلفہ کی آراء کو بیان کیا ہے۔ بعض مسائل میں سلف کے اقوال کو پیش کیا ہے، مسئلہ کے دقیق سے دقیق اور باریک سے باریک پہلو پر کلام کیا ہے۔

۲- امام ابو حامد حجۃ الاسلام محمد بن محمد غزالیؒ:

آپ کی ولادت خراسان کے علاقہ طوس کے قریب شہر طابران میں ۴۵۰ھ میں ہوئی، آپ نے امام الحرمین جوینیؒ سے علم حاصل کرنے کے لئے نیساپور کا سفر کیا، مزید علمی پیاس بجھانے کے لئے بغداد کے علماء وفقہاء کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، پھر آپ نے مدرسہ نظامیہ میں درس وتدریس کی ذمہ داری سنبھالی، اس کے بعد آپ نے حجاز اور شام ومصر کے شہروں کی طرف علمی خدمات کے خاطر سفر کئے، پھر اپنے شہر طابران واپس ہوئے اور وہیں پر ۵۰۵ھ میں انتقال فرما گئے۔

آپ نے فقہ، اصول اور دیگر علوم شرعیہ میں قیمتی اور گرانقدر تصانیف تحریر فرمائی جو آپ کے علمی مرتبہ کی غماز ہیں، جن میں فقہ میں **(الف) کتاب البسیط فی الفروع**: یہ کتاب نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب کا اختصار ہے، بعد میں اس کتاب کا اختصار خود امام غزالی نے اپنی دوسری کتاب الوسیط فی المذھب میں کیا ہے۔، **الوجیز، الوسیط**، اصول میں کتاب المستصفی اور احسان وسلوک میں **احیاء علوم الدین** کو کافی مقبولیت حاصل ہے۔ (**طبقات الفقهاء الشافعیه لابن الصلاح: ۱/۲۴۹**)

(ب) امامِ غزالیؒ کی کتاب ''الوسیط فی المذھب'' کا تعارف

تحقیق: احمد محمود ابراہیم جلد: ۷، صفحات: ۴۳۵۷، ناشر: دار السلام

یہ کتاب فقہ شافعی کے اہم ترین مراجع میں شمار کی جاتی ہے۔ یہ امام الحرمین کی ''نہایۃ المطلب'' کی مختصر ''البسیط'' کا اختصار ہے (**الوسیط مقدمه ۱/۱۳، بحواله الفوائد المکیة: ۳۵**) امام غزالی نے ''البسیط'' پر کچھ اضافہ بھی فرمایا ہے۔

کتاب کی اہمیت: کتاب کا کیا مقام اور اس کی کیا اہمیت ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ''الوسیط'' کی تصنیف کے بعد فقہ شافعی میں جو بھی کتاب لکھی گئی ہے اس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اس میں ''الوسیط'' سے استفادہ کیا گیا ہے اور اس کا اثر لیا گیا ہے۔

امام غزالی نے ایک طویل عرصے تک مسند تدریس سنبھالی ہے، اس لئے اس کتاب کے طرز نگارش میں آپ کے تدریسی تجربہ اور ذوق کا اثر نمایاں نظر آتا ہے، الفاظ کی تعریف وتوضیح کے ساتھ انتہائی سہل اور سادہ انداز، اور ایک طالب کے اندر مطلوبہ بہترین صلاحیت پیدا کرنے کے لیے مرتب ومربوط نافع مواد پیش کرنا اور اصول وقواعد کلیہ کی روشنی میں جزئیات کا اخراج (تخریج) کرنا، بہترین ترتیب کے ساتھ قواعد وعلل پر بھی روشنی ڈالنا، یہ سب آپ کے انتہائی ماہرانہ تدریسی تجربے کی علامت ہے۔ (**الوسیط: ۱/ ۱۳**)

منہج الکتاب: امام غزالی نے اپنی کتاب چار حصوں میں تقسیم کی ہے۔ (۱) عبادات (۲) معاملات (۳) مناکحت (۴) جنایات۔ پھر ان حصوں میں کتاب، باب اور فصل میں بڑی ہی بہترین ترتیب قائم کی ہے۔

امام غزالی نے مذہب شافعی کے تمام اصول وفروع کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے، حتی کہ احکام اور اسکی جزئیات میں ہر حکم کی علت اور ہر ہر جزئی کی اصول سے تخریج کی ہے۔ آپ نے دلائل شرعیہ کتاب وسنت اور اجماع وقیاس وغیرہ کو ذکر کرنے پر بھر پور توجہ دی ہے۔ دیگر ائمہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل کی آراء کو ذکر کیا ہے، بلکہ بعض جگہ شیعہ وغیرہ کی آراء کو بھی ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب جہاں حشو وزوائد سے پاک ہے وہیں لطیف اعجاز بیانی اور بہترین طرز کی وجہ سے ممتاز ہے۔ (**شذرات الذهب: ۴/ ۱۲**)

شروحات: اس کی بہت سی شروحات وتعلیقات ہیں جیسے ابن منصور نیشاپوری (۵۴۸ھ) کی "**المحیط شرح الوسیط**" ابن الرفعہ (۷۱۰) کی "**المطلب العالی فی شرح الوسیط للغزالی**" شیخ نجم الدین القمولی (۷۲۷ھ) کی "**البحر المحیط فی شرح الوسیط**" (دیکھئے: الوسیط: ۱/ ۱۸)

مختصرات: "الوجیز" جس کا اختصار خود امام غزالی نے کیا ہے۔ '**الغایۃ القصوی فی درایۃ الفتوی**" ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی (۶۸۵ھ) ان کے

علاوہ دیگر کئی مختصرات ہیں (: الوسیط: ۱/ ۱۸)

تعلیقات: ابن ابی الدم (۶۴۲ھ) کی "**ایضاح الأغالیط الموجودة فی الوسیط**" ابن صلاح (۶۴۳ھ) کی '**شرح مشکل الوسیط**' موفق الدین حمزہ بن یوسف حموی (۶۷۰ھ) کی '**شرح مشکلات الوسیط**" ہیں۔

(ج) امام غزالیؒ کی مزید ایک کتاب "الوجیز" کا تعارف

تحقیق: طارق فتحی السید جلد: ۱ ناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت صفحات: ۶۶۶

فقہ شافعی کی انتہائی اہم کتاب ہے۔ فقہ شافعی کی اکثر کتابیں امام غزالیؒ کی مرہونِ منت ہیں، اکثر کتابوں کا سلسلہ "الوجیز" کے واسطہ سے اوپر جاملتا ہے۔ آسان اسلوب میں لکھی گئی ہے تاکہ ایک مبتدی طالب کو سمجھنا آسان ہو۔

اس کتاب میں امام شافعی سے منصوص مسائل کو ثابت کیا ہے نیز امام شافعی اور اصحاب وجوہ کے درمیان اختلاف کو بیان کیا ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور بعض دیگر فقہاء کے اقوال کو 'خاص رموز' کے ساتھ ذکر کیا ہے اور امام شافعی کے قول سے موازنہ کیا ہے، جس کی مصنف نے مقدمہ میں وضاحت کی ہے۔ (دیکھئے: مقدمۃ المصنف: ۲۳) اکثر مسائل میں راجح قول کی تعیین کی ہے اور بعض مسائل میں بغیر ترجیح کے اقوال کو ذکر کیا ہے۔

خصوصیت: "الوجیز" کی عبارت آسان واضح ہے نیز تمام فقہی ابواب کو شامل ہے، بڑے عمدہ اور دلنشیں پیرائے میں مختصر اور واضح الفاظ میں مسائل کا ذکر کیا ہے۔ اکثر وبیشتر امام غزالی مسئلہ بیان کرتے وقت مستدل حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں، یا نبی کریم ﷺ سے منقول حدیث کی عبارت سے فقہی مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ اکثر مسائل میں راجح قول کی تعیین کرتے ہیں اور بعض جگہ مسائل کے درمیان ترجیح قائم نہیں کرتے۔ (**الحاوی الصغیر: ۸۸**)

امام رافعیؒ نے اس کتاب کی یوں تحسین فرمائی ہے: "وهو كتاب غزير الفوائد،

جم العوائد، ولـه الـقـدح المعلى والحفظ الأوفى من استيفاء أقسام الحسن والکمال۔" (**الشرح الكبير للرافعی: ۱/۷۳**)

دوسرے دور میں دوسرے مرحلہ کے چند عظیم فقہاء

جن کا فقہِ شافعی پر بڑا احسان ہے:

فقہ شافعی کے اس پختگی اور ثابت قدمی کے دور (۴۰۴ھ-۵۰۵ھ) کے مرحلہ میں دیگر بھی چند ایسے متبحر علماء شوافع ہیں جنہوں نے مسلک شافعی کو مضبوطی عطا کرنے میں اپنی زندگی کے قیمتی لمحات اور صلاحیتیں کھپائیں، جن میں سے چند مشہور شخصیات حسب ذیل ہیں:

۱-امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقیؒ:

آپ کی ولادت نیساپور کے قریبی علاقہ بیہق میں ۳۸۴ھ میں ہوئی، آپ نے حدیث پاک کی سماعت وجمع کے لئے عراق وحجاز کے اسفار کئے اور علم حدیث میں روایت و درایت کے اعتبار سے مہارت حاصل کی، حضرت امام شافعیؒ کے مسلک کی فقہ میں تبحر حاصل کیا اور مسلک شافعی کی فقہ واصول، حدیث وتخریج وغیرہ علوم شرعیہ کے اعتبار سے بہترین خدمات انجام دیں۔

آپ کی علمی تصانیف میں کتاب "المبسوط"، کتاب معرفۃ السنن والآثار اور کتاب "مناقب الشافعی" کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی، یہاں تک کہ امام الحرمینؒ نے کہا "**مــامـن شـافـعـی الّاوللشـافـعـی فـی عـنـقه منه الا البيهقی فان له علی الشافعی منة لتـصانيفه لمذهبه و اقاويله**" یعنی مسلک شافعی سے وابستہ ہر فرد پر حضرت امام شافعیؒ کے احسانات ہیں سوائے امام بیہقی کے کہ آپ نے حضرت امام شافعیؒ پر احسانات کئے ہیں، کیونکہ آپ نے ان کے مسلک کی تائید اور ان کے اقوال کی تشریح وتحقیق میں گرانقدر کتابیں لکھیں ہیں۔ ایک مدت کے لئے آپ کو نیساپور کا قاضی مقرر کیا گیا، ۴۵۸ھ میں وہیں آپ کی وفات ہوئی۔ (**طبقات الشافعيه للاسنوی: ۱/۱۹۸**)

۲-امام ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازیؒ:

آپ کی ولادت ایران کے شہر فیروزآباد میں ۳۹۳ھ میں ہوئی، وہیں آپ کی نشونما ہوئی، پھر آپ نے حصول علم کی خاطر شیراز کا سفر کیا اور وہاں کے علماء وفقہاء سے علوم وفنون حاصل کئے، پھر مزید علمی پیاس بجھانے کی خاطر آپ نے بصرہ اور بغداد کے اسفار کئے، مشہور شیخ عراق قاضی ابوالطیب الطبریؒ کی شاگردی اختیار کی، جب آپ کے علمی قدم جم گئے اور آپ کی شہرت پھیل گئی تو آپ کے لئے وزیر نظام الملک نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ قائم فرمایا، جس میں آپ درس وتدریس اور مسلک شافعی کے مطابق افتاء کے فرائض انجام دیتے رہے، علامہ ابواسحاق شیرازیؒ نے مسلک شافعی کی خدمت کی خاطر کئی نفع بخش کتابیں لکھیں، جن میں سے "کتاب المہذب فی الفقہ اور کتاب اللمع فی اصول الفقہ" کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی، جو آپ کے فقہی وعلمی تبحر کی علامت ہے، آپ کا انتقال بغداد میں ۴۷۶ھ میں ہوا۔ (**طبقات الفقهاء الشافعيه لابن الصلاح: ۱/۳۰۲**)

(الف) کتاب "المہذّب" کا تعارف

جلد: ۳، صفحات: ۱۴۶۹ ضبط وتحقیق: شیخ زکریا عمیرات دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان

امام شیرازی نے یہ کتاب ۴۵۵ھ میں شروع فرمائی اور ۴۶۹ھ میں اس کو مکمل فرمایا۔ یہ فقہ شافعی کی اہم ترین متون میں سے ہے اور فقہ شافعی میں اس کو وہ مقام حاصل ہے کہ امام غزالی کی "الوسیط" کے علاوہ کسی دوسری کتاب کو یہ مقام نصیب نہیں ہوا، جیسا کہ امام نووی فرماتے ہیں: "**واشتهر منها- ای الكتب المصنفة فی الفقه الشافعی - لتدريس المدرسين وبحث المشتغلين: المهذب، والوسيط، وهما كتابان عظيمان، صنفهما امامان جليلان.**" (**مقدمه المجموع: ۱/۳۸۴**)

اس کتاب کی بڑے پیمانے پر شہرت وعظمت، پذیرائی اور مقبولیت اور فقہاء شوافع کی اس کتاب سے گرویدگی اس بات کی شاہد ہے کہ فقہ شافعی میں اس کا کیا مقام ہے۔

(المهذب فی فقه الامام الشافعی، مقدمه دکتور محمد زحیلی: ۲۱)

’’المہذب‘‘ کی عظمت ومقبولیت کا اندازہ اس کی شرحوں سے بھی ہوسکتا ہے، بہت سارے علماءِ محققین نے اس کی جانب اعتناء کیا ہے اور شروحات، توضیحات اور تعلیقات لکھی ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں: ابواسحاق منصور العراقی ۵۹۶ھ نے دس متوسط جلدوں میں اس کی شرح لکھی ہے۔ امام ضیاء الدین ابوعمرو عثمان بن عیسی المارانی م۶۰۲ھ نے تقریبا بیس جلدوں میں اس کی شرح لکھی لیکن ’’کتاب الشہادۃ‘‘ تک ہی لکھ سکے۔ ابو الذبیح اسماعیل بن محمد الحضرمی نے اس کی شرح لکھی۔

علامہ نووی نے اس کی شرح ’’المجموع‘‘ باب الربا تک لکھی، پھر علامہ تقی الدین سبکی ۷۵۶ھ نے لکھی لیکن وہ بھی مکمل نہ کرسکے بعد میں دیگر علماء نے تکمیل کی۔ نیز بہت سارے علماء نے اس کی شرح، مشکل الفاظ کی وضاحت وغیرہ پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ (دیکھئے: المہذب ۱/۳-۴، المجموع: ۱/۷۸-۷۹)

کتاب کے منہج کے بارے میں علامہ شیرازی نے لکھا ہے: ’’یہ کتاب مہذب ہے جس میں ان شاء اللہ میں مذہب شافعی کے اصول مع دلائل اور اس سے متفرع ہونے والے پیچیدہ احکام اس کی وجوہ کے ساتھ ذکر کروں گا۔‘‘ آپ نے فقہاء کے اقوال کو مختصراً بیان کرکے، ان میں سے راجح کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(ب) التنبیه: کا تعارف

جلد:۱، صفحات:۲۸۶، اس کا شمار فقہِ شافعی کی امہات الکتب میں اور پانچ مشہور ومعروف معتمد متون میں ہے، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: وهو أحد الكتب الخمس المشهورة المتداولة بين الشافعية ،وهی:مختصر المزنی ،الوسيط ،الوجيز ،المهذب والتنبيه۔(مقدمة شرح المهذب : ۱/۲۴)

اس کتاب کو فقہِ شافعی میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی، اس کی کئی وجوہات ہیں:

(۱) مسلک شافعی میں ’’اصحاب وجوہ‘‘ کا درجہ رکھنے والے امام شیرازی بڑے مایہ ناز کہنہ مشق مدرس تھے، آپ نے اپنے درس وتدریس کے طویل عملی تجربات سے فائدہ اٹھا کر ایک بہترین کتاب تصنیف فرمائی، کتاب کا اسلوب ومنہج بڑا پیارا ہے، کبھی راجح قول کو ذکر فرماتے ہیں تو کبھی بغیر ترجیح دیئے ہوئے تمام اقوال ذکر کرتے ہیں۔ **(تحریر الفتاوی لابن ابی زرعه: ۱/۵۴)**

(۲) امام شیرازی اس مختصر سی کتاب کی تصنیف میں ایک سال منہمک رہے اور بڑی عرق ریزی سے رمضان ۴۵۲ھ سے شروع فرماکر اگلے سال شعبان میں اسے مکمل فرمایا۔ **(طبقات الشافعیه للاسنوی: ۲/۸)**

(۳) یہ کتاب شیخ ابوحامد کی تعلیقات سے ماخوذ ہے، جو امام نوویؒ کی تشریح کے مطابق تقریباً ۵۰ جلدوں پر مشتمل تھی۔ (**آثار البلاد وأخبار العباد للقزوینی: ۱/۹۴**)

(۴) امام شیرازیؒ ہر مسئلہ نقل کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے اور اس کتاب میں مشغول و منہمک پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے دعا فرماتے۔ **(تصحیح التنبیه للنووی: ۱/۶۲)**

فقہاءِ شوافع نے بڑی تعداد میں اس کی شروحات لکھی ہیں، حاجی خلیفہ نے اس کتاب کی ۴۳ شروحات کو نقل کیا ہے۔ (کشف الظنون: ۱/۴۸۹) جن میں موفق الدین الحموی م:۶۷۰ھ، شہاب الدین العامری م:۷۲۱ھ، علامہ ابن الرفعہ م:۷۱۰ھ، قاضی جمال الدین الریمی م:۷۹۱ھ اور امام نووی کی مشہور شروحات ہیں۔ **(تحریر الفتاوی علی التنبیه والمنهاج والحاوی لابن ابی زرعه: ۱/۵۶.۵۸)**

۳۔ امام ابونعیم اصفہانی:

احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسی بن وائل، ولادت: ۳۳۶ھ، وفات: ۴۳۰ھ، آپ بلند پایہ محدث ہیں، فقہ میں بھی آپ جامع کمالات تھے۔ آپ کو چھ سال کی عمر

میں ہی بعض مشہور ومعتبر محدثین نے تبرکاً اجازتِ حدیث مرحمت فرمادی تھی۔ آپ نے بلند پایہ اساتذہ سے علم حاصل کیا، تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ آپ کے چشمۂ علم سے طالبانِ علوم نبوت کی ایک بڑی تعداد سیراب ہوئی۔ آپ کثیر التصانیف عالم ہیں، آپ کی تصنیفی خدمات سے امت کو بڑا فائدہ پہنچا ہے۔

۴۔ابن الصباغ:

ولادت:۴۴۰-وفات:۴۷۷ھ ابونصر عبد السید محمد بن عبد الواحد، ابن صباغ سے مشہور ہیں۔ آپ کی پیدائش و وفات بغداد میں ہوئی۔ آپ شافعی فقیہ اور اصولی محقق ہیں۔ آپ ابواسحاق شیرازی کے ہم عصر ہیں اور معرفۃ مذھب میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ قاضی ابوالطیب سے فقہ میں مہارت حاصل کی۔ (**طبقات سبکی ۳/ ۲۳۰**)

۵۔الرؤیانی:

عبد الواحد بن اسماعیل بن احمد بن محمد الرؤیانی، بحر المذھب کے مصنف، آپ نے فقہ کی تعلیم اپنے والد اور دادا وغیرہ سے حاصل کی اور فقہ شافعی میں انتہائی درک ومہارت حاصل کی، حافظہ مشہور تھا اور مذھب کی کتابوں کے حفظ کی وجہ سے مشہور تھے آپ کا مشہور قول ہے:"**لو احترقت کتب الشافعی لاملیتھا من حفظی.**" اگر امام شافعی کی کتابیں آگ میں جلنے کے حادثہ سے دوچار ہوں تو میں انھیں اپنے حافظہ سے لکھوادوں گا۔ آپ کو فقہ شافعی پر کامل دستگاہ حاصل تھی، بعض نے آپ کو اپنے زمانے کا امام شافعی قرار دیا ہے۔(**بحر المذھب: ۱/۷**) یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ آپ امام الشافعیہ اور اصحاب وجوہ میں سے تھے۔ آپ کی تصنیف "بحر المذھب" فقہ کی سب سے زیادہ مطول کتابوں میں سے ہے۔ آپ کو ملاحدہ نے جامع مسجد (آمل) میں ۵۰۲ھ میں شہید کردیا۔

بحر المذھب فی فروع مذھب الشافعی کا تعارف:

تحقیق: طارق فتحی سید۔ جلد:۱۴ صفحات:۷۲۳۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان

امام رؤیانی زبردست علمی صلاحیت کے مالک تھے، آپ کا حافظہ مشہور تھا، یہ کتاب فقہ شافعی کی مفصل کتابوں میں سے ہے۔

منہج کتاب: مصنفؒ "**الأم**" کی ایک عبارت "**مسألة**" کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں اس کے بعد "**الفصل**" اور "**فرع**" "**فرع آخر**" کے عنوان سے مختلف مسائل بیان کرتے ہیں، مصنف کہیں کہیں دیگر مسالک کے اقوال کا رد بھی کرتے ہیں۔ عموماً ترجیح مذہب بیان نہیں کرتے۔

خصوصیت: امام ذہبی فرماتے ہیں:"آپ کی تصنیف بحر المذھب بڑی مطول اور فوائد سے لبریز ہے۔" (**بحر المذھب: ۹**) یاقوت حموی "معجم البلدان میں رقم طراز ہیں:"میں نے فقہاء خراسان کی ایک جماعت کو دیکھا جو "بحر المذھب" کو فقہ شافعی کی دیگر تمام کتابوں پر فضیلت دیتی ہے" (**بحر المذھب: ۹**)

۶۔البغوی:

امام ابوالحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی آپ کی پیدائش ۴۳۳ھ اور وفات ۵۱۶ھ میں ہوئی، آپ انتہائی متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ کی تفسیر وحدیث وفقہ میں امامت مسلم تھی، امام ذہبی فرماتے ہیں: "***کان اماما فی التفسیر، اماما فی الحدیث، اماما فی الفقه.*** آپ کی تصانیف کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ کی تصانیف میں "التہذیب فی الفقہ" ہے جو شوافع کے یہاں بڑی مقبول ہے۔ شرح السنہ، لباب التاویل فی معالم التنزیل اور جمع بین الصحیحین وغیرہ آپ کی مقبول ومعروف تصانیف ہیں۔ (**طبقات قاضی شھبہ: ۱/ ۲۸۱**)

التھذیب فی فقہ الامام الشافعی کا تعارف:

تحقیق: شیخ عادل أحمد عبد الموجود وشیخ علی محمد معوض جلد:۸، صفحات:۴۱۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت

یہ فقہ شافعی کا عظیم انسائیکلوپیڈیا ہے، شوافع کی معتبر کتابوں میں اس کا شمار ہے، فقہاء

شوافع اس سے تحریر وتقریر میں استفادہ کرتے ہیں، اپنے استاذ قاضی حسین کی تعلیقات میں کمی بیشی کر کے اس کی تلخیص کی ہے۔ (**سیر اعلام النبلاء: ۱۹/ ۴۴۰ شاملہ**)

منہج: امام بغوی نے باب یا فصل کے شروع میں مذکور مسئلہ کی مناسبت سے قرآن کریم کی کوئی آیت یا حدیث لائی ہے۔ اس میں غریب یا نادر کوئی لفظ ہو اس کی وضاحت کی ہے۔ اکثر ''**احدهما**'' و''**الثانی**'' کے ذریعہ مسائل کی متعدد صورتوں کا احاطہ کیا ہے۔ جو مسئلہ ذکر کیا ہے تو اس پر بحث کرنے کے ساتھ ساتھ اس سے متعلق جزئیات کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس کو بیان کرتے ہیں، خواہ وہ اختلاف مذاہب فقہیہ میں ہو یا فقہاء شوافع کے درمیان ہو۔

خصوصیت: امام شافعی کے مذہب کے فقہی فروع وجزئیات کی تہذیب کی ہے۔

امام شافعی کے قول قدیم اور جدید کے ذکر کے ساتھ مسائل کے سلسلے میں صحابہ وتابعین کا نقطۂ نظر بیان کیا ہے۔ دیگر مذاہب فقہیہ احناف، مالکیہ وحنابلہ کا نقطہ نظر بیان کیا ہے، گویا فقہ مقارن کی کتاب ہے۔

تعریف وتوصیف: علامہ ذہبی کا بیان ہے: ''یہ کتاب حلقۂ شوافع میں مشہور ہے، شوافع علماء اس سے مستفید ہوتے ہیں، اس پر اعتماد کر کے بہت سارے مسائل میں اس کے حوالے دیتے ہیں، امام نوویؒ نے ''**روضة الطالبين**'' میں کثرت سے اس کتاب سے نقل فرمایا ہے۔ (**سیر اعلام النبلاء: ۱۹/ ۴۴۰ شاملہ**)

علامہ مروزیؒ نے ''لباب التہذیب'' کے نام سے اور شہاب الدین الاسکندری (م ۶۸۳ھ) نے دس جلدوں میں اس کی تلخیص کی ہے۔ (**تذکرة المحدثين**)

اس دور کی عراقی اسلوبِ تحریر ایک اہم فقہی کتاب کا تعارف:

اللباب فی الفقه الشافعی: قاضی ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد الضبی المحاملی: (۳۶۸-۳۱۵ھ) تحقیق: د۔عبدالکریم بن صنیتان العمری، جلد: ۱ صفحات: ۵۰۲ دار البخاری المدینۃ المنورۃ

آپ کا خاندان علم وفضل میں مشہور تھا، ابن صلاح فرماتے ہیں: ''**بيت النبل والجلالة والفقه والرواية.**'' (**طبقات ابن صلاح: ۱/ ۳۶۶**) امام سبکی فرماتے ہیں: **بيت الفضل والجلالة والفقه والرواية (سبکی: ۴/ ۴۸)**

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں ''اللباب'' آپ کی مشہور کتاب اور فقہ شافعی کا اہم اور قدیم ماخذ ہے، اس لیے دبستان فقہ شافعی سے تعلق رکھنے والے فقہاء کرام کا اس پر بڑا اعتماد رہا ہے اور انہوں نے اس سے نقل واستفادہ خوب کیا ہے، ممتاز فقہاء نے اس کتاب سے مسائل وجزئیات، فقہی اصول وضوابط کو اس کے نقل وحوالے سے اپنی کتابوں کو مزین کیا ہے، جیسے امام نووی نے ''الروضہ''، ''المجموع'' وغیرہ میں، سبکی نے ''تکملۃ المجموع'' میں ابن وکیل الشافعی نے ''الاشباہ والنظائر'' میں کیا ہے۔

منہج کتاب: مصنف نے صرف امام شافعیؒ کا مذہب اور راجح قول کو ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے، دیگر فقہاء کے اقوال شاذ ونادر ہی ذکر کئے ہیں، جیسے سجدۂ سہو کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا اور صلاۃ جماعت کا حکم اور احکام الحوالہ میں امام احمدؒ کا قول ذکر کیا ہے۔

امام شافعی کے متعدد اقوال کو نقل کیا ہے، نہ تو اس کا ماخذ ذکر کیا ہے اور نہ ہی ان میں راجح قول کو واضح کیا ہے، نیز اصحاب وجوہ کے متعدد اقوال کو ذکر کیا ہے، اور ان کے درمیان ترجیح کو واضح نہیں کیا ہے۔ مسائل کو ذکر کرنے کا کوئی خاص طرز نہیں ہے، کبھی تو ''**التنبیہ**'' وغیرہ کی طرح بالکل اختصار وایجاز کو اپنایا ہے، اور کبھی ''حصر'' کے طور پر مسائل کو ذکر کیا ہے، اور کبھی فقہی قاعدہ باضابطہ بیان کر کے اس سے متعلق ''فروعات وجزئیات کو بیان کیا ہے۔

متعدد مسائل میں ضعیف قول کو ——— اس کے شذوذ یا ضعف کی طرف اشارہ کے بغیر ——— ذکر کیا ہے،، محقق نے حاشیہ میں اس کی طرف اشارہ کر کے صحیح قول کو ذکر کیا ہے۔ کتاب تمام ابواب فقہیہ پر مشتمل اور جامع ہے، کتاب مختصر ہونے کے باوجود مصنف نے کہیں کہیں آیات واحادیث سے علمی استفادہ کیا ہے۔ اسلوبِ کتاب میں متعدد جگہ غموض

وابہام ہے، جو بلا تشریح وتوضیح کے واضح نہیں ہو پاتا۔

اہمیت کتاب: کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر فقہاء شافعیہ نے اس کتاب کی طرف بڑا اعتناء کیا ہے، اس کتاب کا اختصار علامہ ابن حافظ العراقی نے ''تنقیح اللباب'' کے نام سے کیا، پھر اس کا اختصار شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ نے ''تحریر تنقیح اللباب'' کے نام سے کیا۔ پھر اس اختصار کی شرح ''تحفۃ الطلاب'' کے نام سے کیا۔ (**اللباب: ۲۵**)

فقہ شافعی کی اشاعت کے اس دور ثانی کے دوسرے مرحلہ میں فقہ شافعی کی پختگی اور ثابت قدمی کا دوسرا سبب:

(۲) حکومت وقت کے خلفاء، وزراء اور امراء کا مسلک شافعی کو اختیار کرنا:

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ کسی بھی دینی، دنیوی، اعتقادی، علمی اور فقہی مسلک ومشرب کی نشر واشاعت میں حکومت وقت کو بڑا دخل حاصل ہوتا ہے، گرچہ کسی نظریہ کے عام ہونے کا یہ واحد سبب نہیں ہے، لیکن اس حقیقت سے یکسر انکار کی گنجائش بھی نہیں ہے کہ ارباب حکومت اپنے نظریات جلد عام کردیتے ہیں۔ (**الامام الشافعی فقیهاً و مجتهداً : دکتور عبدالسلام علی : ص: ۵۸۲**)

فقہ شافعی کے ثابت قدمی کے دوسرے مرحلہ (۴۰۴ھ-۵۰۵ھ) میں جن اصحاب اقتدار نے مسلک شافعی کی اشاعت کے لئے اپنی خدمات پیش کیں، ان کا تعارف ذیل میں مرقوم ہے:

۱- عباسی خلیفہ قادر باللہ ابو اسحاق احمد بن اسحاق بن مقتدر بن معتضد بن موفق بن متوکل بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید:

آپ کی ولادت ۳۳۶ھ میں، بیعت خلافت ۳۸۱ھ میں اور وفات ۴۲۲ھ میں ہوئی، تقریبا چالیس سال سے زیادہ خلافت کی ذمہ داری نبھائی، آپ مسلک شافعی سے

وابستہ رہے، علامہ سیوطیؒ تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں: اس عباسی خلیفہ نے فقہ شافعی کے اصول میں ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی، جو ہر جمعہ کو جامع مہدی میں محدثین کے حلقہ میں پڑھی جاتی تھی، خلیفہ کے شافعی ہونے کی بناء پر بغداد میں خصوصا اور عباسی حکومت کے دوسرے علاقوں میں عمومی طور پر مسلک شافعی کی مضبوطی میں کافی تعاون ملا۔ (**تاریخ الخلفاء للسیوطی/ص: ۴۹۱**).

۲- سلطان شمس الملک نصر بن ابراہیم بن نصر:

آپ عباسی حکومت کے ماوراء النہر کے علاقوں وشہروں کے بادشاہ تھے، فقہ شافعی سے وابستہ اور فصیح وبلیغ خطیب وفقیہ تھے، آپ کی وفات ۴۹۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے دور حکومت میں زیر اقتدار علاقوں میں مسلک شافعی کی نشر واشاعت میں خوب تقویت ملی ہے۔ (**تهذيب سير أعلام النبلاء للذهبي: ۱/۱۹۲**)

۳- وزیر نظام الملک ابو علی حسن بن علی بن اسحاق الطّوسی:

آپ کی ولادت نیسا پور میں ۴۰۸ھ میں ہوئی، مسلک شافعی سے متعلق علم فقہ حاصل فرمایا، پھر سرکاری عہدوں میں اتنی ترقی عطا ہوئی کہ سلطان سلجوقی امیر الپ ارسلان کے وزیر مقرر ہوئے، اور ۴۵۵ھ سے ۴۶۵ھ تک اس عہدہ پر فائز رہے، پھر امیر الپ ارسلان کی وفات کے بعد اس کے بیٹے سلطان ملک شاہ کے وزیر رہے، ۴۸۵ھ تک، غرضیکہ آپ عہدۂ وزارت پر اپنی وفات تک تیس سالوں تک فائز رہے۔

آپ انصاف پسند، اچھے اخلاق کے حامل اور اہل علم کے قدر شناس تھے، خصوصا فقہاء شوافع سے خاص وابستگی رکھتے تھے۔ چونکہ آپ کے عہد وزارت میں مصر میں فاطمیوں کی حکومت تھی اور فاطمی بادشاہ اسماعیلی شیعہ اور باطنیہ کے نظریات کے حامی تھے اور ان کے غلط عقائد واعمال کی ترویج کے خواہاں، لہذا وزیر نظام الملک نے علماء اہل سنت والجماعۃ اور خصوصا فقہاء شافعیہ کے ساتھ مل کر ان کے فتنوں کا دفاع کیا، شریعت اسلامیہ کی صحیح تعلیم عام

کرنے کے لئے اپنی سلطنت کے مختلف علاقوں میں مدرسہ نظامیہ کے نام سے نو مدارس قائم فرمائے جن کو علامہ تاج الدین سبکیؒ نے اپنی طبقات میں شمار کیا ہے:۱-بغداد،۲-نیسا پور،۳-مرو،۴-ہرات،۵-بلخ،۶-اصفہان،۷-طبرستان،۸-موصل،۹-بصرہ (طبقات للسبکی، ج۳،ص۶) جہاں عمومی طور پر علوم شریعت کی تعلیم ہوتی تھی، اور جہاں سے بڑے بڑے فقہاء شوافع نے اکتساب فیض کیا، بلکہ بغداد کے مدرسہ نظامیہ کو علامہ ابواسحاق شیرازی نے تو نیسا پور کے مدرسہ کو امام الحرمین نے اپنے علمی فیوض سے مستفید فرمایا، اور آج بھی یہ مدارس نظامیہ بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تبدیل ہو چکے ہیں اور اپنا علمی فیضان جاری رکھے ہوئے ہیں۔ وزیر نظام الملک طوسیؒ نے علوم اسلامیہ خصوصاً فقہ شافعی کی مضبوطی میں کافی اہم کردار ادا کیا ہے، ان کی انہی خدمات کو سراہتے ہوئے فقیہِ شافعی امام الحرمین الجوینیؒ نے اپنی کتابوں میں ان کی بہترین تعریف وتوصیف کی ہے۔ (**تھذیب سیر أعلام النبلاء للذھبی: ۲/۴۰۲**)

یہاں یہ بات ذکر کرنا بہت فائدہ مند ہوگی کہ وزیر موصوفؒ کے بعد ان کے خاندان کے دو افراد، ان کے حقیقی بھتیجے وزیر ابوالمعالی عبدالرزاق بن عبداللہ بن اسحاق الطّوسی شاگرد رشید امام الحرمین (متوفی ۵۱۵ھ) اور وزیر موصوفؒ کے بڑے پوتے امیر ابونصر محمد بن علی بن احمد بن وزیر نظام الملک کا شمار بھی فقہاء شوافع میں ہوتا ہے اور انہوں نے مسلک شافعی کے قدم جمانے میں کافی اہم رول نبھایا ہے۔ جزاھم اللہ فی الدارین احسن الجزاء (**طبقات الشافعیه للأسنوی ۷/۸۳۴**).

البتہ یہاں اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ حکمرانوں کے شافعی المسلک ہونے کی بنا پر شافعی فقہ کو جو پختگی ملی ہے اس سے ہرگز یہ مطلب نہ نکالا جائے کہ ان خلفاء وحکمرانوں نے زبردستی اپنے عوام اور رعایا میں اس مسلک شافعی کو رائج کیا معاملہ ہرگز ایسا نہیں ہے، ورنہ بہت غلط فہمی وبدگمانی ہوگی، تاریخ اسلامی میں ایسی کئی مثالیں ہیں کہ بادشاہ نے اپنے مسلک و

مزاج کے خلاف مفتیان وقضاۃ اپنے زیر اقتدار علاقوں میں متعین کئے ہیں اور ان پر اپنا مسلک اختیار کرنے کی پابندی نہ لگائی، بلکہ وہ اپنے اجتہاد وسعی کے مطابق ذمہ داریاں نبھانے میں آزاد رہے ہیں، یہ بات اور ہے کہ رعایا نے خود اپنی رضا ورغبت سے بادشاہ کے مسلک کو اختیار کیا ہو، یا پہلے سے ہی دونوں کا مسلک ایک تھا لیکن پھر خلیفہ وبادشاہ نے دینی مصالح کے پیش نظر اس رائج مسلک کو مضبوط و پختہ کرنے میں اہم کردار نبھایا۔

تیسرا دور: ۵۰۵ھ تا ۶۷۶ھ

فقہ شافعی کی اولین تنقیح کا زمانہ اور اس میں شوافع کے شیخین علامہ رافعیؒ اور امام نوویؒ کا عظیم کردار:

اولاً ہمیں تنقیح کا صحیح مطلب اور اس کی اہمیت وضرورت کو جاننا و سمجھنا انتہائی لازمی ہے۔

تنقیح کا معنی:

فقہ شافعی کے راجح وصحیح اقوال میں سے مرجوح اور شاذ اقوال کو الگ کرنا، نیز فقہ کے جملہ ابواب کے مسائل میں مفتی بہ اقوال کو بیان کرنا تاکہ مسلک کے قضاۃ اور مفتیان کو فقہ وفتاوی اور فیصلوں وتحریروں میں کوئی ایک محقق حکم شرعی منطبق کرنے میں سہولت ہو۔ نیز طلبۂ علوم کو راجح اقوال معلوم ہوں۔ (مختار الصحاح: محمد بن ابوبکر رازی، ص: ۶۷۵)

فقہ شافعی کے تنقیح کی ضرورت:

۵۰۵ھ سے ۶۷۶ھ میں فقہ شافعی کی تنقیح کے لئے دو اہم اسباب درپیش ہوئے:

(۱) مسلک شوافع کے روح رواں حضرت سیدنا الامام الشافعیؒ کی وفات کو چار صدیاں گذر گئیں، اس دوران فقہ شافعی کی بہت سی نئی نئی کتابیں منظر عام پر آئیں، جن کے مصنفین ومؤلفین مختلف دور دراز کے مقامات کے رہنے والے تھے، مغرب میں وادئ نیل سے ماوراء النہر کے علاقوں تک تو مشرق میں سندھ کے مقامات تک ان کا دائرہ وسیع تھا، گویا

کہ جغرافیائی اعتبار سے فقہ شافعی کے متبعین کافی بڑے علاقے میں پھیل چکے تھے۔

اس زمانہ میں دور جدید کی طرح تیز رفتار، متحرک وفعال ذرائع ابلاغ (موبائل، فون، انٹرنیٹ وغیرہ) کا وجود نہیں ہوا تھا کہ فقہاء کرام کو جلدی جلدی مفتی بہ اور راجح اقوال کا علم ہوتا، لہذا ان کے درمیان میں اختلاف اقوال کا پیدا ہونا فطری بات تھی، اسی لئے درجِ بالا کتابوں میں کچھ اقوال فقہ شافعی کے اصولوں کے خلاف تو بعض مرجوح مسائل اور شاذ اجتہادات سامنے آئے، لہذا اس امر کا بالخصوص تقاضہ ہوا کہ ان جملہ تصانیف فقہیہ کی باریک بینی سے چھان بین کر کے مکمل غور وفکر کے بعد مفتی بہ اور راجح اقوال کی تعیین کردی جائے (تفصیلات کے لئے دیکھیں: **روضة الطالبین للنووی ۱/۱۱۲، ۱۱۳**).

(۲) پچھلے صفحات میں ذکر کردہ معلومات کے موافق چوتھی صدی ہجری کے اخیر اخیر میں مسلمانوں میں مسلکی تشدد کی جڑیں مضبوط ہو چکی تھیں۔(**المدخل الفقهي العام ۱/۲۰۳**).

لہذا درج بالا ہر دو اسباب ووجوہات کی بناء پر اولاً شیخ شوافع علامہ عبدالکریم رافعیؒ (ولادت ۵۵۷ھ، وفات ۶۲۳ھ) کمر بستگی کے ساتھ فقہ شافعی کی تنقیح میں جٹ گئے، اور ان کے بعد دوسرے شیخ شوافع علامہ نوویؒ (ولادت ۶۳۱ھ، وفات ۶۷۶ھ) نے تنقیح کے فرائض انجام دیئے، یعنی انہوں نے فقہ شافعی کے مسائل وقضایا میں راجح ومفتی بہ اقوال کو متعین کرنے کے فرائض انجام دیئے۔ یہ دونوں شخصیات فقہِ شافعی میں ''اکابر شیخین'' کے لقب سے مشہور ہیں۔

یقیناً فقہ شافعی کی تنقیح کا یہ اہم امر بہت ہی محنت وجد وجہد کا طالب تھا، جس میں چار صدیوں پر مشتمل فقہاء شوافع کی کثیر و وقیع تصانیف کو کھنگالنے، ان کا باریک بینی سے جائزہ لے کر تحقیق وتدقیق کے بعد غیر مرجوح اور شاذ اقوال کو الگ کر کے راجح اور مفتی بہ اقوال کی وضاحت کرنے جیسی محنتیں شامل تھیں، باری تعالی نے ان عظیم محنتوں کے لئے انہیں

کے شایان شان درج بالا شخصیتیں بھی تیار کیں، جن کے احوال وکاوشیں ذیل میں درج ہیں:-

۱- علامہ رافعیؒ اور ان کی دینی وفقہی خدمات:

آپؒ کا اسم گرامی ونسب: عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم بن فضل ہے، کنیت: ابو القاسم، آپؒ کی ولادت ۵۵۷ھ میں اصفہان کے ایک اہم شہر قزوین میں ہوئی، اسی لئے آپؒ کو قزوینی کہا جاتا ہے، اور قزوین کے ایک علاقہ ''رافعان'' کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو رافعی بھی کہا جاتا ہے، اور بعض سوانح نگار ماہرین کے مطابق صحابی رسول ﷺ حضرت رافع بن خدیجؓ کی نسبت کرتے ہوئے آپؒ کو ''رافعی'' کہا جاتا ہے۔

علامہ رافعیؒ کے والد محترم شیخ محمد بن عبدالکریم اپنے زمانہ کے عظیم شافعی فقیہ تھے، علامہؒ نے انہیں کی گود میں تربیت پائی اور دینی علوم کی ابتدائی سیڑھی چڑھی، پھر آپ نے مزید علمی وفقہی تبحر حاصل کرنے کے لئے اپنے زمانہ کے ماہر علماء عظام اور مشہور فقہاء شوافع کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

علوم وفنون میں مکمل مہارت حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے زمانہ میں مسلک شوافع کے مرجع بن گئے، درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور فقہ وفتاوی میں آپؒ کا اس قدر شہرہ ہوا کہ بہت سے علماء وفقہاء نے آپ کی شاگردی اختیار فرما کر اپنی علمی وفقہی پیاس بجھائی، ۶۲۳ھ میں قزوین میں آپؒ کا انتقال ہوا۔(**تهذيب سير أعلام النبلاء للذهبي :۳/۹۹، طبقات الشافعيه للاسنوى : ۱/۵۷۱**)

آپؒ کی فقہی تصانیف:

علامہ رافعیؒ نے بہت سی قیمتی نفع بخش کتابیں تالیف فرمائی ہیں، جو آپ کے علمی تبحر اور فقہی مہارت کی علمبردار ہیں، جن میں سے مشہور شافعی فقہ کی کتابیں حسب ذیل ہیں:

۱- کتاب المحرر:

یہ کتاب امام غزالیؒ کی معرکۃ الآراء فقہی تصنیف ''الوجیز'' سے ماخوذ ہے، اسے فقہ شافعی کے جملہ ابواب فقہ میں محقق قول کی وضاحت میں اہمیت کا درجہ حاصل ہے، بعد کے فقہاء شوافع نے اس سے خوب استفادہ فرمایا ہے۔

۲-فتح العزیز (شرح الوجیز المعروف بالشرح الکبیر۔)

تحقیق وتعلیق: شیخ علی محمد معوض، شیخ عادل احمد عبدالموجود جلد:۱۲، صفحات:۷۸۹۹، ناشر:
دارلکتب العلمیۃ بیروت

امام غزالی کی مشہور کتاب ''الوجیز'' کی شرح ہے۔ پہلی جلد کتاب کے شایان شان مبسوط مقدمہ پر مشتمل ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ امام رافعی کا فقہ شافعی کی تنقیح وترویج اور اس کے علمی سرمائے کو وقیع بنانے میں کس قدر حصہ ہے۔ امام رافعیؒ ''صاحب الشرح'' سے مشہور ہیں اور ''الشرح'' سے مراد ''الشرح الکبیر'' یعنی فتح العزیز ہے۔ (مقدمہ: ۴۲۰)

یہ کتاب امام رافعی کی سب سے اہم اور سب سے طویل فقہی کتاب ہے، آپ نے تفصیل کے ساتھ مسائل، اصحاب وجوہ کی آراء اور امام شافعی کے اقوال ذکر فرمائے ہیں، مذہب کی تنقیح وتحریر کا کام بڑی جانفشانی اور دقتِ نظری کے ساتھ کیا ہے، اور تحقیق وتعلیق کا کام انجام دینے والے دونوں حضرات شیخ علی محمد معوض اور شیخ عادل احمد عبدالموجود نے اپنی گراں قدر تحقیقات سے کتاب کی قدر وقیمت میں چار چاند لگا دیا ہے۔

شروحات: امام نووی کی ''روضۃ الطالبین'' اس کتاب کی تلخیص ہے، جو فقہ شافعی کے اہم ترین مصادر وماخذ میں سے ہے۔ امام ابراہیم بن عبدالوہاب زنجانی ۶۵۵ھ نے اس کی تلخیص کی اور نام رکھا: ''**نقاوۃ فتح العزیز**''، ابن عقیل ۷۶۹ھ نے اختصار کیا ہے جس پر ''**الدر العظیم فی شرح اشکال الکبیر**'' حاشیہ ہے۔ امام سیوطی کی ''**نشر العبیر فی تخریج احادیث الشرح الکبیر**''، ہے، شمس الدین الاسدی ۸۰۸ھ کی

تعلیق ہے جس کا نام ''**الظہیر علی فقہ الشرح الکبیر**'' ہے، ابن حجر عسقلانی ۹۷۴ھ، بدر الدین ابن جماعۃ ۷۶۷ھ، ابن الملقن ۸۰۴ھ بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشیؒ ۷۹۴ھ اُحمد بن اسماعیل ۸۱۵ ھ نے الگ الگ اس کی احادیث کی تخریج کی ہے۔(**المھمات: ۱/۷۳-۷۴**)

۳-کتاب الشرح الصغیر:

یہ کتاب بھی امام غزالیؒ کی ''الوجیز'' کی ہی شرح ہے، لیکن ضخامت کے اعتبار سے ''الشرح الکبیر'' کے مقابلہ میں کافی کم ہے، مگر جامع ہے، علامہ کی مذکورہ کتابوں نے فقہ شافعی کی تنقیح اول میں بہت ہی اہم وعظیم کردار ادا کیا ہے۔(**المذھب عند الشافعیہ ابراھیم احمد علی /ص ۱۲، مرجع العلوم الاسلامیہ /ص ۴۳۲**).

۲-امام نوویؒ اور ان کی دینی وفقہی خدمات:

آپؒ کا نام ونسب: یحیی بن شرف بن مری بن حسن، کنیت: ابوزکریا، نسبت: حورانی ونووی

آپؒ کی ولادت ۶۳۱ھ میں ملک شام کے علاقہ ''حوران'' کی ایک بستی ''نوی'' میں ہوئی، بچپن ہی سے آپؒ کو بہت ہی علمی ذوق وشوق تھا، اسی لئے آپؒ نے کم عمری میں ہی قرآن کریم کو حفظ کرلیا، پھر علوم دینیہ میں اپنی علمی تشنگی فرو کرنے کے لئے آپؒ نے دمشق کی طرف رخت سفر باندھا اور وہاں پر کبار علماء اور ماہر فقہاء شوافع سے علم تفسیر، حدیث، فقہ اور ان کے اصول، علم ادب اور دیگر دینی وشرعی علوم میں مہارت تامہ حاصل کی، دیگر علوم شرعیہ کے مقابلہ میں آپؒ کو علم فقہ سے کافی وابستگی ودلچسپی تھی، لہذا اسمیں عمدگی کے مرتبہ پر فائز ہوئے، یہاں تک کہ آپؒ متفقہ طور پر جملہ بلاد اسلامیہ میں مسلک شافعی کے ممتاز فقیہ و مستند مفتی تسلیم کئے گئے، حضرت امام شافعیؒ سے لے کر اپنے زمانہ کی تمام مشہور ومعروف تصانیف وفقہی کتابوں کو سامنے رکھ کر اس میں غور وفکر اور جملہ تحقیقات کے بعد راجح، مفتی بہ

اور مستند اقوال پیش کیے جیسا کہ آپ کے پیش رو علامہ رافعی نے اس عظیم کام کی بنیاد ڈالی تھی، آپؒ نے ان کی کاوشوں میں مزید چار چاند لگا دیئے، اسی لئے تو یہ دونوں حضرات متفقہ طور پر شوافع کے ''اکابر شیخین'' قرار دیئے گئے۔(**الامام النووی وأثره فی الحدیث وعلومه: أحمد عبدالعزیز قاسم الحداد**)

حضرت امام نوویؒ کی علمی وفقہی تصانیف:

۱-روضة الطالبین: تحقیق: علی عبدالموجود علی محمد معوض، جلد: ۸ صفحات ۴۸۷۲، دار الکتب العلمیة بیروت

فقہ شافعی کی معتمد ترین کتابوں میں سے ایک، علماء وطلبہ کے درمیان انتہائی قدر وتحسین کی نگاہوں سے دیکھی جانے والی کتاب اور فقہ شافعی کا بیش قیمت سرمایہ ہے۔ یہ کتاب فقہ شافعی کی ضخیم ومفصل اور معتبر کتابوں میں سے ہے، جو امام رافعی کی ''الشرح الکبیر'' کا اختصار ہے۔ امام نووی نے اس کتاب کی تصنیف میں جدید ترین اسلوب اپنایا ہے، آپ کا قلم اعجاز بیانی، اسلوب وتعبیرات کی عمدگی، عدم تکلف اور فصاحت وبلاغت کا اچھوتا نمونہ ہے۔ آپ جب مفصل گفتگو کرتے ہیں تو کسی گوشہ کو نہیں چھوڑتے اور مختصر کلام کرتے ہیں تو بات کا انداز نرالا اور دل کو چھو لینے والا ہوتا ہے۔

امام أذرعی نے کتاب کی تحسین ان الفاظ میں کی ہے: '' یہ کتاب اس دیار میں مسلک شافعی کے ماننے والوں کے لیے اصل اور بنیاد ہے، بلکہ اس کا شہرہ گوشے گوشے میں پھیل گیا ہے، چنانچہ یہ فقہ شافعی کی ضخیم کتاب ہے، جو نقل کرنے اور حوالہ دینے میں مستند ومعتمد سمجھی جاتی ہے، زیرک ودانشمند طلباء کے لیے جائے پناہ ہے، حاکم اپنے فیصلوں میں اس پر اعتماد کرتے ہیں اور فقہاء اپنے فتاوی میں اس پر اعتماد کرتے ہیں۔(**السخاوی: ۲۳ الامام النووی: ۶۳ ۱ عبد الغنی الدقر**) عماد بن کثیر اس کے بارے میں یوں فرماتے ہیں: ''قد زاد فیها تصحیحات ودقائق واختیارات حسان۔ ابن عماد کی تحقیق کے

مطابق آپ اس کی تصنیف سے ۱۵ ربیع الاول ۶۶۹ھ میں فارغ ہوئے۔(**المنهل العذب الروی: ۸**)

اس کتاب کو شروع ہی سے مرجعیت حاصل رہی ہے اور علماء کی ایک بڑی تعداد نے اس کتاب کا اختصار وتجرید، شرح وتنقید لکھی ہے۔ (**الامام النووی: عبد الغنی الدقر**)

امام نوویؒ نے روضہ الطالبین کے دقائق پر ایک کتاب لکھنی شروع کی جس کا نام ''**الاشارات لما وقع فی الروضة من الأسماء واللغات**'' تھا، لیکن افسوس کہ مکمل نہ کر سکے۔

۲-منهاج الطالبین:

تحقیق: دکتور أحمد بن عبدالعزیز الحداد، جلد: ۳، صفحات: ۱۷۲۹، ناشر: دار البشائر الاسلامیہ

یہ کتاب تقریباً چھ صدیوں تک کے فقہاء کی کوششوں کا عطر اور نچوڑ ہے، اس کتاب کو جو مقبولیت اور محبت ملی ہے وہ خال خال ہی کسی کتاب کو نصیب ہوئی ہے۔ یہ کتاب مفتی بہ اقوال بیان کرنے کے اعتبار سے فقہ شافعی کی سب سے معتمد کتاب ہے۔(**تحریر الفتاوی علی التنبیه والمنهاج والحاوی: ۱/۴۳**)

یہ دراصل امام رافعی کی ''المحرر'' کا اختصار ہے، جسے مصنف نے تقریبا نصف ضخامت میں کیا ہے، اور اس میں چند امور کا اضافہ فرمایا ہے: (۱) محرر میں بعض مسائل جو چھوٹ گئے ان پر تنبیہ۔ (۲) امام رافعی نے بعض مسائل میں مذہب مختار کے خلاف لکھا ہے اس کی وضاحت وتصحیح (۳) غریب یا معنیٰ مقصود کے خلاف دلالت کرنے والے الفاظ کی وضاحت۔(تحریر الفتاوی علی التنبیه والمنهاج والحاوی: ۱/۴۳) امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ ہمارے ہم مسلک علماء نے متعدد کتابیں لکھی ہیں، لیکن محرر کا متن گونا گوں فوائد کا حامل اور تحقیق مذہب کے باب میں نہایت معتبر ومستند ہے۔ مگر اس کا حجم اس قدر زیادہ ہے کہ موجودہ زمانے میں سہولت پسند طبیعت والے لوگوں کو اس سے استفادہ آسان نہیں تھا، اس لیے میں نے اس

کا انتصار کیا جو اصل کتاب کے نصف کے بقدر ہے، میں نے اس میں بعض مفید اور عمدہ مسائل ومباحث کا اضافہ بھی کیا ہے۔(**المنھاج: ۱/۷۵**)

منہج: ''منہاج'' میں امام نووی کا ایک خاص منہج اور اسلوب رہا ہے۔ جو ''مصطلحات الامام النووی فی المنہاج'' کے نام سے مشہور ہے اور اس پر بھی تصانیف وجود میں آئی ہیں، جیسے امام أحمد بن أبی بکر بن سمیط حضرمی (م۱۳۴۱ھ) کی ''الابتہاج فی بیان مصطلحات المنہاج'' اور أحمد الأھدل (۱۳۹۰) کا رسالہ ''سلم العلوم الی معرفۃ رموز المنہاج''

خصوصیت کتاب: جس نے یہ کتاب پڑھی گویا اس نے محرر سے لے کر اُم تک تمام کتابوں کو پڑھا۔

اس کتاب میں امام نووی نے ائمہ مذہب کے اقوال پیش کرنے میں انوکھا طرز اختیار کیا ہے، اختلافات کو چند الفاظ میں سمیٹا ہے۔منہاج کے خطبہ میں مصطلحات فقہ کو واضح کیا ہے۔قاری بیک وقت معارف فقہیہ اور مصطلحات فقہ سے متعارف ہوتا ہے، اسی وجہ سے اس کتاب کو'**زبدۃ الفقہ الشافعی**'' کہا جاتا ہے۔(**منھاج: ۱/۵**)

یہ کتاب تدریس وافتاء کے لئے انتہائی اہم ماخذ اور مرجع ہے، اس وجہ سے علماء محققین نے اس پر بھرپور توجہ دی ہے۔

اہمیت کتاب: المنھاج کو فقہ شافعی میں بڑا بلند مقام حاصل ہے، یہ کتاب فقہ شافعی کی امہات کتب میں شمار کی جاتی ہے، اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے بڑی مقبول و متداول کتاب مانی جاتی ہے۔ اس کتاب کو فقہ شافعی میں وہی مقام حاصل ہے جو احناف کے یہاں ''ھدایہ'' کو، مالکیہ کے یہاں ''مختصر خلیل'' کو اور حنابلہ کے یہاں ''مختصر خرقی'' کو حاصل ہے۔(**المتون الفقهية: ۱۹۱**) یہ کتاب فقہ شافعی کا نچوڑ اور مذہب شافعی کا عرق اور خلاصہ ہے۔(**مقدمة التحقيق الديباج: ۶**)

کتاب تحقیق وتدقیق کے اعلی معیار پر ہے، بہت سارے علماء نے اس کی شرح

لکھی ہے اس کے شارحین کی تعداد سو سے زائد ہے۔اس کتاب کی شروحات میں تحفۃ المحتاج، نہایۃ المحتاج، مغنی المحتاج اور کنز الراغبین سب سے عمدہ اور معتمد مانی جاتی ہیں۔(**الخزائن السنية**) اس کتاب کے بارے میں مشہور مقولہ ہے۔'' من قرأ المنھاج ھاج۔'' جس نے منہاج پڑھی سیراب ہوگیا۔

۳-المجموع شرح المہذب:

جلد: ۲۷ صفحات: ۱۴۰۷۲ طبع: دارالکتب العلمیۃ بیروت

یہ کتاب امام ابواسحق شیرازی کی مشہور اور عظیم الشان کتاب ''المہذب فی الفروع'' کی شرح ہے۔المجموع امام نووی کی سب سے مفید اور سب سے زیادہ طویل وضخیم کتاب ہے، اور ''المہذب'' کی سب سے مشہور اور سب سے اہم وجامع شرح ہے۔ یہ کتاب گو نامکمل ہے، لیکن احکام ومسائل میں یہ بڑی جامع اور پُر از معلومات ہے۔امام نووی نے شرح مسلم میں جا بجا اس کتاب کا حوالہ دیا ہے۔امام نووی نے اس کتاب کو'**باب المصراۃ**' تک لکھا، پھر آپ کی وفات ہوگئی، امام سبکی م۷۵۶ھ نے اس کو پورا کرنے کی کوشش کی لیکن مکمل نہ ہو سکی ،اب متعدد علماء کی زیر نگرانی مکمل ہوئی ہے۔لیکن امام نوویؒ کا تصنیف کردہ حصہ دوسروں سے ہر اعتبار سے ممتاز ہے۔

منہج: سب سے پہلے متن پیش کرتے ہیں۔متن کے الفاظ کی لغوی تحقیق، غریب الفاظ کی وضاحت، متن کی احادیث کی تشریح کے ساتھ اس کی صحت وضعف کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں، احادیث اور آثار صحابہ کی تخریج کرتے ہیں۔پھر اس کے بعد مسائل فقہیہ کو ذکر کر کے مسلک شافعی کے مفتی بہ اقوال اور وجوہ کو بیان کرتے ہیں، پھر اگر امام شیرازی نے متن میں صحابہ وعلماء کا تذکرہ کیا ہے تو ان کا ترجمہ (تعارف) کراتے ہیں، پھر صحابہ کے اجتہادات اور علماء کے مابین اختلاف کا تذکرہ کرتے ہیں اور مذہب شافعی کو راجح قرار دیتے ہیں۔اگر شوافع کی دلیل کمزور ہو تو بسا اوقات حدیث سے جو مسئلہ واضح ہوتا ہے اس کو اختیار

کرتے ہیں۔آپ نے چند مسائل میں مسلک شافعی سے عدول کیا ہے، جیسے: ''**ماء مشمس**'' کی عدم کراہیت کا مسئلہ وغیرہ۔

اہمیت کتاب: المجموع امام نووی کی سب سے مفید اور سب سے زیادہ طویل وضخیم کتاب ہے، اور ''المہذب فی الفروع'' کی سب سے مشہور اور اہم وجامع شرح ہے، جو فقہ مقارن کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔(المدخل:۳۷۹) یہ ایک ایسی شخصیت کی کتاب ہے جنکے اقوال کو متاخرین فقہاء شوافع سند اور حجت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ یہ کتاب امام نووی کی فقہی بصیرت، مطالعہ کی وسعت اور ذوقِ لطیف کی آئینہ دار ہے۔ یہ آپ کی آخری کتاب ہے، جس کی تکمیل نہ کر سکے، اس لیے یہ کتاب آپ کی زندگی بھر کے علمی تجربات کا نچوڑ، تفقہ اور اصابت رائے کی آئینہ دار ہے۔اس کتاب میں اسلاف صحابہ وتابعین نیز ائمہ مذاہب کے اقوال وآراء اوران کے دلائل کو کتاب وسنت سے پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ''گرچہ اس کا نام شرح مہذب رکھا ہے، لیکن وہ صحیح معنوں میں مذہب (مذہب شافعی) کی شرح ہے، بلکہ فقہاء کے مذاہب، احادیث، لغوی اور تاریخی جملوں اور ناموں اور حدیث کے صحت وضعف کا معیار پرکھنے کی ایک بہترین شرح ہے۔'' (**مقدمة المجموع: ۱/۳۹۱**)

علامہ ابن کثیر کا بیان ہے: ''مصنف نے اس میں غیر معمولی جدت واختراع اور نقد و تحقیق سے کام لیا ہے، غریب الفاظ کی تحقیق، فقہی وحدیثی معلومات اور گونا گوں دوسرے اہم امور جو دوسری کتابوں میں نہیں ملتے، مجھے اس سے بہتر فقہی کتاب کا علم نہیں۔امام نووی نے ایک علحدہ جز میں اس کی حدیثوں کی تلخیص بھی کی ہے: یہ'' **الخلاصة فی الحدیث**'' کے نام سے موسوم ہے۔(**کشف الظنون: ۳/۵۷۲، شذرات الذهب: ۵/۳۵۶ البداية: ۱۲۳/۳۷۹**)

اللہ تعالی نے امام نووی کی کتابوں میں بڑی مقناطیسیت، جاذبیت اور کشش رکھی

ہے۔علامہ سبکی لکھتے ہیں: ''اہلِ بصیرت سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ امام نوویؒ اور ان کی تصنیفات کے ساتھ اللہ تعالی کی خاص عنایت اور توجہ شامل رہی ہے۔'' (**طبقات شافعیه: ۸/۳۹۸**)

غرضیکہ اس کتاب میں علامہ نوویؒ نے مسلک شوافع کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کرنے کے اہتمام کے علاوہ دیگر فقہی مذاہب ومسالک نیز صحابہ وتابعین کے اجتہادات کو بھی مع دلائل ومناقشہ بیان فرمایا ہے، گویا کہ یہ کتاب ''فقہ مقارن'' کی عظیم دستاویز ہے۔

ابتداء کتاب سے کتاب البیوع کے باب الربا تک علامہ نوویؒ نے تصنیف فرمائی، پھر آپؒ کا انتقال ہوگیا، آپؒ کے بعد علامہ تقی الدین سبکیؒ (متوفی ۷۵۶ھ) نے المجموع کی تین جلدیں تصنیف فرمائی، پھر علامہ عیسی بن یوسف منون (متوفی ۱۳۷۶ھ) اور شیخ محمد نجیب المطیعی (متوفی ۱۴۰۶ھ) نے المجموع مکمل فرمائی۔

۴–المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج:

یہ کتاب صحیح مسلم کی بہت ہی اہم ووقیع شرح ہے، حالانکہ یہ کتاب ''شروح احادیث'' میں شمار کی جاتی ہے، لیکن فقہ مقارن کے طرز پر اسلامی فقہ سے خوشہ چینی کرنے والوں کے لئے اس میں خوب استفادہ کے مواقع ہیں۔دار ابن جوزی سے ۱۸/اجزاء، ۹/ضخیم جلدوں میں ۳۲۴۲/صفحات میں شیخ ابوصهیب سامح کی تحقیقات کے ساتھ مطبوع ہے۔

زمانۂ تنقیحِ اول سے متعلق وضاحتیں

اسی تنقیح اول کے زمانہ میں مسلک شوافع میں چند ایسی عظیم شخصیات پیدا ہوئیں جنہوں نے مسلکی تشدد سے اوپر اٹھ کر اپنے وسیع اجتہاد کی روشنی میں مسائل واحکام شرعیہ کو بیان فرمایا اور مفتی بہ اقوال کہے، جن میں سے امام محمد بن یحیی نیساپوریؒ، امام ابنِ ابی عصرونؒ، امام فخر الدین رازیؒ، امام عز الدین بن عبد السلام دمشقیؒ اور امام ابوشامہ المقدسیؒ خصوصا قابل ذکر ہیں۔

۱۔الامام محمد بن یحیی نیساپوری:

۴۷۶ھ میں خراسان کے ایک علاقہ میں آپ کی ولادت ہوئی، امام غزالیؒ کے شاگردِ رشید رہے ہیں، آپؒ اعلی درجہ کے عابد، زاہد، متقی، اور فقیہ وادیب تھے، آپ کی شہادت ماہِ رمضان ۵۴۸ھ میں ہوئی، آپ کی تصانیف: (۱) **المحیط فی شرح الوسیط** (۲) **الانصاف فی مسائل الخلاف**. **(طبقات الشافعیة الکبری للسبکی: ۱۷/۴)**

۲۔الامام ابن أبي عصرون:

نام ونسب: عبداللہ بن محمد بن ھبۃ اللہ بن مطہّر، کنیّت: ابوسعد، موصل شہر میں ۴۹۲ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ نے کافی علمی اسفار فرما کر اکابرین وسلف سے علومِ شرعیہ حاصل کئے، پھر دمشق میں درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور فقہ وفتاوی میں منہمک ہوئے، سلطان نورالدین زنگیؒ آپ کی علمی وعملی صلاحیت سے کافی متأثر تھے، سلطانؒ کو آپ نے علوم شرعیہ اور فقہِ شافعی کی تعلیم وتدریس کے لئے مدارس قائم کرنے پر آمادہ کیا، ۵۸۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور اپنے قائم کردہ مدرسۂ عصرونیہ میں آپ کی تدفین ہوئی، آپ کی تصانیف: (۱) **صفوۃ المذھب علی نہایۃ المطلب** (۲) **کتاب فوائد المھذّب** (۳) **کتاب الذریعۃ فی معرفۃ الشریعۃ (تھذیب سیر أعلام النبلاء للذھبی: ۱۰۴/۳)**

۳۔امام فخر الدین رازیؒ:

نام ونسب: محمد بن عمر بن حسین، کنیّت: ابوعبداللہ، لقب: فخر الدین، قریشی النسب ہے، آپ کی ولادت ری شہر میں ۵۴۴ھ میں ہوئی، اسی شہر کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو رازی کہتے ہیں، آپ نے اپنے والدِ محترم جو اپنے زمانہ کے بڑے شیخ الشافعیہ تھے، جن کا نام علاّمہ ابوالقاسم ضیاء الدین عمر رازیؒ تھا، ان کی آغوش میں علمی تربیت پائی، آپؒ نے

تفسیر، حدیث، فقہِ شافعی، اصولِ فقہ، علمِ عقائد وکلام اور دیگر علومِ شرعیہ کے مہارتِ تامّہ کے حصول کے لئے طویل علمی اسفار کئے، افغانستان کے شہر ''ھیرات'' میں ۶۰۶ھ میں وفات ہوئی۔

آپ کی تصانیف: (۱) **تفسیر القرآن الکریم (۲) فقہ میں شرح الوجیز للغزالی (۳) المحصول فی علم الاصول للرازیؒ. (طبقات للسبکی: ۳۸۳/۴).**

۴۔الامام عز الدین بن عبد السلام الدمشقیؒ:

سلطان العلماء کے لقب سے مشہور علامہ عز الدین بن عبد السلام سلمی دمشقیؒ دمشق میں ۵۷۷ھ میں پیدا ہوئے، اکابر علماء سے علوم شریعت کو حاصل فرما کر پوری مہارت کے ساتھ دمشق کی جامع اموی میں تدریس وخطابت کے عظیم مناصب پر فائز ہوئے، دیگر علوم و فنون کے مقابلہ میں فقہ اور اصول فقہ میں کافی رغبت تھی، آپ کی زندگی کی ابتداء ایک شافعی فقیہ کے طور پر ہوئی، جب علم وفضل میں آپ کے قدم جم گئے تو اجتہادِ مطلق میں بھی آپ کے جوہر خوب نمایاں ہوگئے، اخیر زمانہ میں دمشق سے قاہرہ منتقل ہوئے اور وہیں پر تصنیف و تالیف اور فقہ وفتاوی کا کام کرنے لگے، ۶۶۰ھ میں آپؒ کی وفات ہوئی۔ **(الامام العز بن عبدالسلام وأثرہ فی الفقہ: دکتور علی الفقیر ۱۱۷/۱)**

آپؒ کی علمی تصانیف:

(۱) **الغایۃ فی اختصار النھایۃ:** جس میں آپؒ نے امام الحرمین جوینیؒ کی عظیم کتاب ''نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب'' کا اختصار فرمایا ہے۔

(۲) **مولفات عز بن عبد السلام:** یہ مجموعہ محترم ایاد خالد الطباع کی تحقیق کے ساتھ دار الفکر المعاصر بیروت سے شائع ہوئی ہے، جس میں **''رسائل فی التوحید'' رسالۃ فی معنی الایمان والاسلام، رسالۃ فی مقاصد الصلاۃ، رسالۃ فی**

مناسک الحج، رسالة فی ترغیب أهل الاسلام فی سکنی الشام، رسالة فی أحکام الجهاد و فضائله وغیرہ دیگر رسائل پر مشتمل ہیں۔

(۳) **الالمام فی بیان أدلة الأحکام:** علامہ عزالدینؒ کی فن اصول فقہ کی عظیم تصنیف ہے جو دارالبشائر الاسلامیہ بیروت سے استاذ رضوان مختار بن عربیہ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

(۴) **قواعد الأحکام فی مصالح الأنام:** یہ بھی مقاصد شریعت اور شرعی اصول وضوابط پر مشتمل علامہؒ کی اہم تالیف ہے (**الامام العز بن عبد السلام و أثره فی الفقه الدکتور علی الفقیر ۱/ ۱۱۹**).

۵- علامہ ابوشامہ مقدسیؒ:

نام ونسب: عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان المقدسی الدمشقی، کنیت: ابو القاسم، ابوشامہ سے مشہور شخصیت، ۵۹۹ھ میں دمشق میں آپؒ کی ولادت ہوئی، آپؒ نے دمشق کے ہی اکابر قراء کرام، محدثین عظام اور فقہاء ومجتہدین سے جمع قراءات، علم حدیث اور فقہی تبحر پایا، علم حدیث سے آپؒ کو بہت ہی لگاؤ تھا، علم نحو، لغت اور دیگر علوم عربیہ میں بھی آپؒ نے خوب گہرائی و گیرائی پائی، آپؒ نے اپنے خصوصی استاذ محترم شیخ عز الدین بن عبدالسلامؒ سے فقہ شافعی کو حاصل فرمایا، اور اتنا تبحر پایا کہ مجتہد مطلق کے درجہ پر فائز ہوئے، مسلکی تعصب وتشدد سے اوپر اٹھ کر آپ صحابہؓ، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے طرز واسلوب کو پسند کرتے اور اسی کے داعی تھے، اسی اہم امر پر آپؒ کی کتاب "**المؤمّل للرّدّ الی الأمر الأول**" جو "**الرسائل المنیریة**" کے ساتھ چھپی ہے، جس میں آپؒ نے مسلکی تشدد کو چھوڑ کر قرآن وحدیث اور اسلوب سلف صالحین کو اختیار کرنے کی ترغیب فرمائی ہے، آپ کی دیگر غیر مطبوعہ تالیفات ہیں: **تاریخ دمشق و مختصره، کتاب المرشد الوجیز فی علوم تتعلق بالکتاب العزیز، کتاب الوصول فی الأصول، شرح سنن**

البیهقی وغیرہ وقیع کتابیں آپؒ نے تالیف فرمائی، ۶۶۵ھ میں دمشق میں آپؒ کی وفات ہوئی (**طبقات الشافعیة الکبری للسبکی ۴/ ۳۲۹**).

تنقیح اول کے دور میں فنِّ اصولِ فقہ میں شوافع نے ایک نیا طرزِ تحریر واسلوب متعارف کروایا۔

اسی زمانہ میں (۵۰۵ھ تا ۶۷۶ھ) شافعی اصولیین نے اپنی اصول فقہ کی کتابوں میں یہ نہج اختیار کیا کہ اصول فقہ کے قاعدوں وضابطوں کو ذکر فرمائے لیکن ان پر اپنے مسلک کے فروعات وتفریعی مسائل کو منطبق نہ فرمائے، جس اسلوب کو **طریقة المتکلمین یا طریقة الشافعیه** کہا جاتا ہے، جیسے علامہ فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) کی شاہکار تصنیف "**المحصول فی علم الأصول**" اور علامہ سیف الدین آمدیؒ کی عظیم اصولی کتاب "**الاحکام فی أصول الأحکام**" منظر عام پر آئی، یہ اصولی تصنیف کا طرز و اسلوب فن اصول کی تصنیف و تالیف میں حنفیہ کے اس طرز و اسلوب سے ہٹ کر تھا جسے **طریقة الفقهاء یا طریقة الحنفیه** کہا جاتا ہے جن میں فن کے اصول وضابطوں کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مسلک کے فروعی مسائل کو بھی ان پر منطبق کیا جاتا تھا، پھر ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں دونوں طرف سے دو الگ الگ نئے اسلوب منظر عام پر آئے، جن میں سے ایک کو **الجمع بین الطریقتین** جن اسلوب میں انہوں نے بعض اصول وقواعد فقہیہ پر فروعی مسائل کو منطبق فرمایا تو بعض اصول وقوانین شرعیہ پر فروعی مسائل کا انطباق نہیں کیا۔ (**الفکر الاصولی: دکتور عبدالوهاب ابراهیم أبو سلیمان**، ص: ۴۴۶. ۴۵۱)

فقہِ شافعی کے دفاع میں فقہاءِ شوافع کی پیش قدمی

ایک انوکھا وجدید اسلوب: **طریقة تخریج الفروع علی الأصول**، جس کا

مطلب یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے مآخذ اور علتوں سے بحث کی جائے تا کہ ان احکام کی طرف فروعی مسائل کو لوٹانا آسان ہو، اسباب اختلاف کو بیان کرتے ہوئے اسی طرح فریق مخالف کے دلائل پر مناقشہ کیا جائے، چونکہ چوتھی صدی ہجری کے اواخر سے مسلکی تعصب عام ہوگیا تھا، شافعی مسلک کے دلائل اور اصول وقوانین پر کافی ردوقدح ہورہی تھی، لہذا شوافع کے عظیم فقیہ علامہ شہاب الدین محمود بن احمد زنجانیؒ (متوفی ۶۵۶ھ) نے سب سے عظیم کتاب ”**تخريج الفروع على الأصول**“ تصنیف فرما کر مسلک شافعی کے اصول وضوابط پر وارد ہونے والے اعتراضات وشبہات کو احسن طریقہ پر ختم فرما کر احناف کے بہت سے اصول وضوابط پر باریک بینی کے ساتھ ردوقدح فرمایا ہے، اور شافعی اصول وضوابط کو بڑی بہترین ترجیح دی ہے۔ (**دراسة تاريخية للفقه واصوله :مصطفى سعيد الخن**، ص: ۲۰۹)

اس دور (۵۰۵ھ تا ۶۷۶ھ) میں مسلک شافعی کے محبوبیت کے اسباب

میں سے ایک تیسرا سبب یہ کہ اپنے زمانہ کے عظیم محدثین مسلک شافعی میں فقہ وفتاوی کے عظیم مناصب پر فائز ہوئے، جنہوں نے اپنی فن حدیث کی عظیم صلاحیتوں کا استعمال فقہ شافعی کے اصول وضوابط فقہیہ اور مسائل واحکام شرعیہ کے مابین تطبیق کے لئے فرمایا، جن میں سے علامہ ابن اثیر جزریؒ، علامہ ابن صلاحؒ، قاضی ابن ابی الدم اور حافظ منذری رحمہم اللہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، جن کا مختصر تعارف یہ ہے:

۱- ابن اثیر جزریؒ:

نام ونسب: مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد، نسبت: شیبانی، لقب: مجد الدین، کنیت: ابوالسعادات، ابن اثیر جزریؒ سے مشہور ہے، علاقہ ”الجزيرة“ میں ۵۴۴ھ میں ولادت ہونے کی وجہ سے آپ جزریؒ کہلائے، علم حدیث، علوم عربیہ اور فن

ادب میں تبحر حاصل کرنے کے لئے بغداد منتقل ہوئے، وہیں پر آپ نے مسلک شافعی کے مطابق فقہ کا علم حاصل فرمایا، پھر شہر ”موصل“ میں اقامت پذیر ہوئے، علوم نبوت کے طالبین آپؒ کے علمی فیضان سے سیراب ہونے کے لئے دور دراز سے تشریف لاتے۔

آپ کی مشہور علمی تصانیف: **جامع الأصول، النهاية فى غريب الحديث، الشافى فى شرح مسند الشافعي، والبديع فى شرح فصول ابن الدهان فى النحو**. ان کے علاوہ بھی علامہؒ کی دیگر علمی تصانیف ہیں، علامہ جزریؒ کی وفات شہر موصل میں (۶۰۶ھ) میں ہوئی۔ (**تهذيب سير أعلام النبلاء للذهبى** : ۳/۱۶۴)

۲- علامہ ابن الصلاحؒ:

نام ونسب: عثمان بن عبد الرحمٰن بن موسی، لقب، تقی الدین، کنیت: ابوعمرو، نسبت، الکردی الشہر زوری الشرخانی، البتہ ابن صلاح سے مشہور ومعروف ہیں، آپ کی ولادت شمالی عراق کے کرد علاقہ کے قصبہ شہرزور سے قریبی بستی شرخان میں ۵۷۷ھ میں ہوئی، علامہؒ نے فقہ کا علم اپنے والد صلاح الدین عبد الرحمٰن بن عثمان سے حاصل فرمایا، پھر علم حدیث کے لئے اور اکابر علماء شوافع سے فقہی خوشہ چینی کے لئے آپؒ نے موصل، بغداد، ایران، خراسان، حلب اور قدس کے اسفار فرمائے، پھر علم حدیث میں مکمل مہارت اور فقہ شافعی کے اصول و فروع اور احکام ومسائل میں ید طولی حاصل ہونے کے بعد آپؒ نے دمشق میں قیام پذیر ہوکر تدریس وتصنیف کی ذمہ داریاں نبھائی، آپؒ اعلی درجہ کے عابد وزاہد اور علوم کی تحصیل، تعلیم و تصنیف کے اعتبار سے بلند ہمت کے حامل تھے۔

آپؒ کی معرکۃ الآراء مشہور علمی تصانیف: **معرفة أنواع علم الحديث جو كه مقدمة ابن الصلاح** سے مشہور ہے، فقہ شافعی میں **تعليقات على الوسيط للغزالي، طبقات الفقهاء الشافعيه**، آپؒ کی وفات ۶۴۳ھ میں دمشق میں ہوئی۔ (**طبقات الشافعيه للاسنوى** : ۲/۱۳۳)

۳-قاضی ابن ابی الدم:

نام ونسب: ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالمنعم ،لقب: شہاب الدین،کنیت: ابواسحاق، نسبت: الحموی، مشہور ہے ابن ابی الدم سے، ملک شام کے مشہور شہر ''حماۃ'' میں آپؒ کی ولادت ۵۸۳ھ میں ہوئی، آپؒ نے بغداد، حلب اور قاہرہ میں علمی اسفار فرما کر اپنے زمانہ کے مشہور محدثین سے علم حدیث کا تبحر اور شوافع کے اکابر فقہاء سے فقہی علم حاصل فرمایا، آپؒ کی شخصیت فقہ وحدیث کی جامع تھی، پھر آپؒ اپنے مولد حماۃ میں واپس آئے تو آپ کو قضاء کا عظیم منصب تفویض ہوا، نیز آپؒ تدریس وتصنیف میں بھی مشغول تھے۔

آپؒ کی علمی تصانیف: فقہ شافعی میں **شرح مشکل الوسیط للغزالی. ادب القضاء:** یہ کتاب شوافع کے نزدیک احکام قضاء میں بہت ہی معتمد ومستند ہے۔ **تدقیق العنایة فی تحقیق الراوی.** آپؒ کی وفات ''حماۃ'' میں ۶۴۲ھ میں ہوئی۔ **(طبقات الشافعیة الکبری للسبکی: ۴/۳۰۴)**

۴-حافظ منذریؒ:

نام ونسب: عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ بن سلامہ بن سعد۔

لقب: ذکی الدین، کنیت: ابومحمد، حافظ منذری مصری سے مشہور ہیں، آپؒ کی ولادت قاہرہ میں ۵۸۱ھ میں ہوئی، وہیں پر آپؒ نے علوم احادیث اور مسلک شافعی کے اصول وفروع اور احکام ومسائل کا علم حاصل فرمایا، پھر آپؒ نے شام، حجاز اور اسکندریہ کے علاقوں کی طرف منتقل ہوکر فن حدیث وفقہ میں کامل مہارت حاصل فرمائی۔

آپؒ کی علمی تصانیف: ۱. **الترغیب والترهیب فی الحدیث، ۲-مختصر صحیح مسلم، ۳-شرح التنبیه للشیرازی فی الفقه،** آپؒ کی وفات ۶۵۶ھ میں قاہرہ ہی میں ہوئی۔ **(طبقات الشافعیة الکبری للسبکی: ۴/۳۸۷)**

۵-علامہ آمدیؒ:

نام ونسب: علی بن محمد بن سالم، لقب: سیف الدین، کنیت: ابوالحسن، نسبت: آمدی، ملک شام کے شمالی علاقہ ''دیار بکر'' کے شہر آمد میں ۵۵۱ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، آپؒ نے بغداد کا علمی سفر فرما کر پہلے مسلک حنبلی میں تفقہ حاصل کیا، پھر آپؒ مسلک شافعی کی خصوصیات کے پیش نظر شافعی بن گئے اور اکابر فقہاء شوافع سے فقہی تبحر حاصل کرنے کے لئے دمشق کا رخ فرمایا، پھر تدریس، فتاوی وتصنیف کے لئے قاہرہ ہجرت فرمائی، آپؒ کو مناظرہ، علم خلاف اور اصول فقہ میں خصوصی مہارت حاصل تھی۔

آپؒ کی علمی تصانیف: ۱-**الاحکام فی أصول الأحکام، ۲-منتهی السول فی علم الأصول، ۳-أبکار الأفکار فی علم الکلام.** اخیر زمانہ میں دمشق میں اقامت پذیر ہوئے اور وہیں پر ۶۳۱ھ میں وفات پائی۔ **(طبقات الشافعیة للاسنوی: ۲/۲۲۳)**

۶-شیخ شہاب الدین زنجانیؒ:

نام ونسب: محمود بن احمد بن محمود بن بختیار، لقب: شہاب الدین، کنت: ابو المناقب: آپؒ نے بغداد میں ہی فقہ شافعی کے اصول وفروع اور احکام ومسائل کا مکمل علم حاصل فرمایا، علم اصول اور علم خلاف میں آپؒ کو ممتاز مقام حاصل تھا، خلیفہ وقت اور وزراء کے خصوصی مقرب تھے، آپؒ کی علمی مہارت اور زہد وتقوی کی بناء پر بغداد کا نائب ''قاضی القضاۃ'' مقرر کیا گیا، ۶۵۶ھ میں جب بغداد ہلاکو خاں مغل کے ہاتھوں شکست کھا گیا، اسی موقع پر آپؒ بھی شہید ہوئے۔ **تخریج الفروع علی الأصول** آپ کا عظیم شاہکار ہے۔ **(تهذیب سیر أعلام النبلاء للذهبی: ۳/۲۰۵)**

۷-علامہ اُبوشجاع:

قاضی اُحمد بن الحسین بن اُحمد الاُصفہانی (ولادت: ۴۳۳ھ وفات: ۵۹۳ھ)،

کبار فقہاء شوافع میں سے ہیں آپ نے بڑی طویل ۱۶۰ر سال کی عمر پائی ہے، اور بڑھاپے میں بھی آپ کا کوئی عضو مختل نہیں ہوا تھا۔ (طبقات للسبکی: ۳/۷ ۳۰)

آپ کی اہم تصنیف **متن الغاية والتقريب** کا تعارف:

تحقیق: ماجد الحموی   طبع: مکتبہ دار ابن حزم بیروت

یہ کتاب فقہ شافعی کی مقبول و متداول متون میں سے ہے، اپنی سلاست و روانی، الفاظ کی وضاحت و آسانی، عبارت کے عام فہم ہونے کی وجہ سے بہت سارے مدارس کے ابتدائی درجات میں داخل نصاب ہے۔

منہج: کتاب بڑے ہی آسان اسلوب میں لکھی گئی ہے۔ عموماً مفتی بہ مسائل کے ذکر کا اہتمام کیا ہے، لیکن کچھ غیر مفتی بہ اور ضعیف مسائل بھی آگئے ہیں۔ اس کے محقق ماجد الحموی نے ضعیف اقوال کی نشاندہی کی ہے نیز حاشیہ میں صحیح قول کو بیان بھی کر دیا ہے۔ محقق نے اوزان و پیمائش اور آلات کو عصر حاضر کے پیمانے سے بیان کیا ہے۔ عبارت میں مغلق اور نادر الفاظ کہیں آئے ہیں تو ان کی وضاحت کی ہے اور براہِ راست دلائل شرعیہ سے استدلال کیا ہے۔

اس کتاب کی کئی مقبولِ عام شروحات ہیں۔ (۱) الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع: محمد خطیب شربینی ۹۷۷ھ (اس کتاب کا تعارف آگے آرہا ہے) (۲) فتح القريب المجيب فی شرح الفاظ التقریب: ابوعبداللہ محمد بن قاسم الغزی (مطبوع ہے)

اس کتاب کے بھی کئی حاشیے ہیں: (۱) حاشیۃ القلیوبی علی شرح ابی شجاع، شیخ أحمد قلیوبی ۱۰۶۹ھ، (۲) حاشیۃ الفوائد العزیزیۃ علی شرح الغایۃ لابن قاسم: شیخ علی بن أحمد العزیزی ۱۰۷۰ھ، (۳) حاشیۃ لعبد البر الأجہوری المتوفی ۱۰۷۰ھ، (۴) حاشیۃ البرماوی علی شرح الغایۃ لابن قاسم الغزی: شیخ برہان الدین ابراہیم البرِ ماوی ۱۱۰۶ھ (مطبوع ہے) (۵) حاشیۃ الباجوری علی شرح ابن قاسم الغزی (شیخ ابراہیم باجوری ۱۲۷۷ھ مطبوع ہے (۶)

قوت الحبیب الغریب علی فتح القریب محمد بن عمر نووی الجاوی ۹۳۱ھ، (۷) کفایۃ الاخیار فی حل غایۃ الاختصار تقی الدین ابوبکر بن محمد الدمشقی ۸۲۹ھ، دار الکتب العلمیۃ بیروت سے شیخ عویضہ کی تحقیق کے ساتھ ۶۷۷ر صفحات میں چھپی ہے۔ (۸) عمدۃ النظار فی تصحیح غایۃ الاختصار تقی الدین ابوبکر بن قاضی عجلون ۹۲۸ھ (۹) الاقناع: شیخ شہاب الدین ابوالخیر أحمد بن محمد عبد السلام المتوفی ۹۳۱ھ (۱۰) شرح مختصر ابی شجاع احمد الخصاصی ۸۸۹ھ۔

۸۔ علّامہ ذھبیؒ:

نام ونسب: محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز، کنیت: ابوعبداللہ، ترکمانی وذھبی محدث العصر سے مشہور ہے۔ ترکمانستان میں ۶۷۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، اپنے زمانہ کے بڑے بڑے محدثین، مفسرین، فقہاءِ عظام سے علوم وفنون میں خوب مہارتِ تامّہ اور اجازتِ اسانید حاصل فرمائی، ماہِ ذوالقعدہ ۷۴۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

آپؒ کی تصانیف: ا لتاریخ الکبیر، التاریخ الصغیر، التاریخ الاوسط، سیر أعلام النبلاء، مختصر تهذيب الكمال، طبقات الحفاظ، طبقات القراء، اوراس کے علاوہ بھی کافی گرانقدر تصانیف ہیں جو آپ کے علمی رسوخ کی علامات ہیں۔ (طبقات الشافعية الكبرى للسبكى: ۵/ ۵۹)

۹۔ علّامہ ابنِ کثیرؒ:

نام ونسب: اسمٰعیل بن عمر بن کثیر، کنیت: ابوالفداء، لقب: عماد الدین، ۷۰۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ علوم میں مہارتِ کاملہ حاصل فرمائی، ماہِ شعبان ۷۷۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

آپ کی اہم تصانیف: تفسير ابن كثير، تاريخ ابن كثير، البداية والنهاية، أدلّة التنبيه، تخريج احاديث مختصر ابن الحاجب، مسند الشيخين، طبقات الشافعية، علوم الحديث، زوائد الطبراني وابى

یعلی ، اوراس کے علاوہ بھی کافی گرانقدرتصانیف ہیں جو اپنے اپنے فن میں سند کی علامات ہیں۔(**ذیل تذکرۃ الحفاظ للذهبی: ۵/ ۳۶۱**)

۱۰۔علاّمہ جمال الدین مزّی:

نام ونسب: یوسف بن زکی عبدالرّحمٰن بن یوسف بن علی بن عبدالملک بن علی بن ابی الزهر، حافظ جمال الدین مزّی سے مشہور ہے، اپنے زمانہ کے بڑے بڑے محدثین، مفسرین، فقہاءِ عظام سے علوم وفنون میں خوب مہارتِ تامّہ اور اجازتِ اسانید حاصل فرمائی، اور آپ سے بھی علماءِ امت نے علمِ حدیث میں کمال حاصل کیا، ماہِ صفر ۷۴۲ھ میں آپ کی وفات دمشق میں ہوئی۔

آپؒ کی تصانیف: **تهذیب الکمال اور کتاب الاطراف**، جو آپ کے علمی رسوخ کی علامات ہیں۔(**طبقات الشافعیة الکبری للسبکی: ۵/ ۴۴۰**)

ملاحظہ: فقہ شافعی کی ترقی کا یہ زمانہ (۵۰۵ھ تا ۶۷۶ھ) سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے کافی آزمائش اور جنگ وجدال کا زمانہ رہا ہے، جس میں شام کے علاقوں پر صلیبیوں کے حملے، عراق وشام پر تاتاریوں کی خوفناک وخونریز یورش، ظالم ہلاکو خان کے ہاتھوں پر سقوط بغداد اور مسلمانوں کا قتل عام، مسلم حکمرانوں کی آپسی چپقلش وجنگیں وغیرہ لیکن پھر بھی ہمارے علماء، فقہاء ومحدثین نے اپنی تدریسی، فقہ وفتاوی اور تصنیفی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھایا اور ملت اسلامیہ کو عظیم علمی ذخیرہ عنایت فرمایا۔(**البدایة والنهایة للحافظ بن کثیر: ۱۳/ ۲۳۳. ۲۴۰**).

مسلک شافعی کی دوسری تنقیح کا زمانہ (۶۷۶ھ تا ۱۰۰۴ھ)

اور

اس میں علامہ ابن حجر ہیتمیؒ اور علامہ شمس الدین رملیؒ سے پہلے چند فقہاءِ شوافع کا عظیم کردار:

یہ وہ زمانہ ہے جب شافعی مسلک حجاز مقدس، عراق، مصر وشام کے ساتھ مشرقی علاقوں ایران، ماوراء النہر اور سندھ وہندوستان، نیز جنوب مشرقی ایشیائی علاقوں میں (سری لنکا، برما، برونائی، انڈونیشیاء وغیرہ میں) بھی پھیل گیا تھا، یہ دور اسلامی تاریخ میں ''عہد مملوکی'' سے معروف ہے، اسلامی علاقوں میں خارجی اور داخلی انتشار زور پکڑ رہا تھا، ایک طرف صلیبیوں اور تاتاریوں کے حملے اور انکا دفاع تو دوسری طرف اندرونی بغاوتوں کو ختم کرنے کی تدابیر چل رہی تھیں، ایسے دور میں بھی علماء شوافع نے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فقہ شافعی کی ترویج واشاعت میں تدریس، افتاء وقضاء اور تصنیف وتالیف کے اعتبار سے گراں قدر خدمات انجام دیں(**التاریخ الاسلامی .العهد المملوکی :محمود شاکر**، ص: **۳۳. ۶۹**)

ان میں سے چند عظیم شخصیات:

۱- قاضی بیضاوی:

نام ونسب: عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی، لقب: ناصرالدین، کنیت: ابوالخیر، قاضی بیضاوی سے مشہور ہے، ایران کے شہر شیراز کے قریبی قصبہ بیضاء میں علمی وتربیتی پروان چڑھے، تفسیر، فقہ اور اصول میں خوب مہارت حاصل فرمائی، شیراز کے عہدۂ قضاء پر فائز تھے، پھر آپ تبریز شہر میں منتقل ہوئے، اور وہاں فقہ وفتاوی، تدریس وتصنیف میں مشغول ہوئے، پھر تبریز میں ہی ۶۸۵ھ میں انتقال ہوا۔

آپ کی تصانیف: (۱) تفسیرِ بیضاوی (۲) **منهاج الوصول الی علم الاصول**، یہ دونوں آپ کی معرکۃ الآراء تصانیف میں شمار ہوتی ہیں۔ بلکہ فقہ میں امام نوویؒ کی منہاج الطالبین کو جو مقام حاصل ہے، اصولِ فقہ میں وہی مقام قاضی بیضاویؒ کی منہاج کو حاصل ہے۔ جس میں امامِ شافعیؒ سے لے کر تو آپ کے زمانہ کی اصولِ شوافع کی کتابوں کا عطر کشید کیا ہوا ہے۔ (**القاضی البیضاوی: محمد الزحیلی، ۹۷.۷،۹**)

۲۔ علامہ نجم الدین ابن الرفعۃ:

نام ونسب: احمد بن محمد بن علی بن مرتفع بن صارم بن رفعۃ، لقب: نجم الدین، کنیت: ابو العباس، مصر میں ۶۴۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ اپنے ایک دادا کی وجہ سے "ابن رفعہ" مشہور ہوئے، آپ نے حدیث کی سماعت فرمائی، اور فقہ شافعی کا علم اپنے زمانہ کے مصر کے بڑے بڑے فقہاء شوافع سے حاصل فرمایا، اس اعتبار سے آپ اپنے وقت کے عظیم شافعی فقیہ کہلائے، آپ کے حلقہ درس میں بڑے بڑے ذہین وذکی علماء نے فیض پایا، مصر میں ہی آپؒ کا انتقال ۷۱۰ھ میں ہوا۔ آپ کی تصنیفات: **المطلب فی شرح الوسیط للغزالی، الکفایۃ فی شرح التنبیہ للشیرازی (طبقات الشافعیۃ الاسنوی ۱/۶۰۱)**.

کفایۃ النبیہ لابن الرفعۃ کا تعارف

جلد: ۲۰، صفحات: ۱۰۴۶۴، ناشر: عباس أحمد الباز بمکۃ المکرّمۃ، تحقیق: الاستاذ مجدی محمد سرور،

علامہ ابنِ رفعہؒ نے فقہِ شافعی کے مشہور ومتداول متن "التنبیہ" کی شرح کی ہے، علامہ ابنِ رفعہؒ کو فقہ کے بشمول تمام علوم میں امامت کا درجہ حاصل تھا، مسلکِ شافعی کے اصول وفروع میں ترجیح کی زبردست صلاحیت تھی۔ اس کتاب میں آپ کا نہج واسلوب یہ ہے کہ عبارت نہ تو اتنی مختصر کہ مفہوم ہی سمجھ میں نہ آئے اور نہ اتنی لمبی کہ بلا فائدہ تطویل کا باعث بنے، اصطلاحاتِ فقہ کو ذکر کرتے وقت بعض اوقات آسانی کے لئے لغت کی کتابوں سے اس کے

معانی ذکر کردیتے ہیں، جزئیاتِ فقہ کو فقہ کے مراجع وماخذ سے دقیقہ رسی اور دیانت وامانت کے ساتھ نقل کیا ہے، قرآن وسنت سے دلائل نقل کئے ہیں، حدیث کبھی مکمل اور کبھی مذکور مسئلہ سے متعلق حدیث کے جز وکو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے، اکثر وبیشتر حدیث کی تخریج بھی کی ہے، سند میں ضعف ہو تو اسے بھی ذکر کیا ہے، یہ کتاب عبارت کی برجستگی، واضح الفاظ، روانی وسلاست اور مشکل وغریب الفاظ سے اجتناب کی وجہ سے ادب وبلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے، حالات وزمانہ کے تقاضوں کے مطابق نئے مسائل اور انکے فوائد وجزئیات بھی ذکر کئے ہیں۔

۳۔ امام ابن الوکیل مصریؒ:

نام ونسب: محمد بن عمر بن مکی، لقب: صدرالدین، کنیت: ابوعبداللہ، ابنِ وکیل مصری سے مشہور ہے، مصر کے شہر دمیاط میں ۶۶۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، علومِ شرعیہ خصوصاً فقہِ شافعی میں کافی رسوخ حاصل کیا، ۷۱۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا، قواعدِ فقہیہ میں آپ کی "**الأشباہ والنظائر**" کافی مشہور ہے۔ (**طبقاتِ سبکی ۵/۱۴۱**)

۴۔ امام صلاح الدین علائیؒ:

نام ونسب: خلیل بن کیکلدی، کنیت: ابوسعید، دمشق میں ۶۹۴ھ میں ولادت ہوئی، علومِ شرعیہ خصوصاً فقہِ شافعی اور علمِ حدیث میں کافی رسوخ حاصل کیا، لیکن حدیث کا شغف زیادہ ہی تھا، شافعی قواعدِ فقہیہ میں "**المجموع المذهب فی قواعد المذهب**" نامی مشہور کتاب تصنیف فرمائی، جس سے آپ کا جامع بین الحدیث والفقہ شخصیت ہونا بھی جھلکتا ہے، ۷۶۱ھ میں انتقال ہوا۔ (**طبقاتِ سبکی ۵/۲۴۸**)

۵۔ امام تقی الدین سبکیؒ:

نام ونسب: علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام سبکی، مصر کے شہر "سبک" میں آپؒ کی ولادت ۶۸۲ھ میں ہوئی، اسی شہر کی طرف آپ کی نسبت کرتے ہوئے آپ کو سبکی کہا جاتا

ہے، اپنے زمانہ کے اکابر علماء سے آپؒ نے علوم وفنون حاصل کئے جن میں علامہ ابن رفعہؒ سرفہرست ہیں، طلب علم کی خاطر حجاز وشام کے علاقوں کے اسفار فرمائے، یہاں تک کہ شرعی علوم میں عموماً تو فقہ شافعی میں خصوصیت کے ساتھ گہرائی وگیرائی پائی، فقہ شافعی کے اصول سے واقف تو فروعات کے حافظ تھے۔ ۷۳۹ھ میں شام کے علاقوں میں آپ منصب قضاء پر فائز ہوئے، دمشق کی شاہی مسجد ''جامع اموی'' میں آپؒ خطیب بھی رہے ہیں، اپنی آخری زندگی آپؒ نے قاہرہ میں گذاری اور وہیں پر ۷۵۶ھ میں وفات پائی۔ (**معجم المؤلفين: عمر رضا كحّالة، ۲/۴۶۱**)

آپ کی عظیم تصنیفات میں: **الابتهاج في شرح المنهاج للنووي في الفقه، اصول فقه میں: الابهاج في شرح المنهاج للبيضاوي،** جسے آپؒ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند علامہ تاج الدین سبکیؒ نے مکمل فرمایا۔

۶- علامہ تاج الدین سبکی:

نام ونسب: عبد الوہاب بن علی بن الکافی السبکیؒ: لقب: تاج الدین، کنیت: ابونصر، قاہرہ میں ۷۲۷ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، اپنے والد سے فقہ کا علم حاصل کیا، انہی کے ساتھ دمشق کا سفر فرمایا اور وہاں پر آپؒ نے اکابر علماء سے علمی استفادہ کیا، جن میں حافظ شمس الدین ذہبیؒ وغیرہ سرفہرست ہیں، فقہ شافعی کے احکام ومسائل اور اصول وقواعد میں خصوصی مہارت پائی، آپؒ بے انتہا ذہین، فطین اور قوی استدلال والے تھے، شام کے علاقوں میں اپنے والد کے بعد منصب قضاء پر فائز ہوئے، اس دوران آپ کی سخت آزمائش بھی ہوئی، حاسدین کی بری نظر سے آپ معزول ہو کر قید خانہ میں مقید رہے، لیکن آپ نے صبر کا دامن نہ چھوڑا، اللہ کی طرف رجوع رہے، تو دوبارہ یہ منصب آپ کو عطا ہوا، اپنے آپ کو درس و تدریس اور افتاء وقضاء میں نیز تصنیف وتالیف میں مشغول رکھتے، دمشق میں ۷۷۱ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔ (شذرات الذهب في أخبار من ذهب: ابن العماد الحنبلي، ۶/۲۱۹)

آپؒ کی تصنیفات: **طبقات الشافعية الكبرى، اصول فقه میں: جمع الجوامع، تكميل الابهاج في شرح المنهاج للبيضاوي.**

۷- علامہ بہاء الدین سبکی:

نام ونسب: احمد بن علی بن عبد الکافی سبکیؒ، کنیت: ابو حامد، لقب: بہاء الدین، علامہ تاج الدین سبکیؒ کے حقیقی بھائی، ۷۱۹ھ میں ولادت تو مکۃ المکرّمۃ میں ۷۶۳ھ میں وفات ہوئی۔ مسلک شافعی کے احکام ومسائل اور اصول وفروع میں خوب مہارت پائی، شام کے علاقوں میں منصب قضاء پر بھی فائز رہے، بہت وعظ ونصیحت فرماتے، کثرت سے حج فرماتے اور بیت اللہ شریف کے قریب رہتے۔ (**شذرات الذهب في أخبار من ذهب: ابن العماد الحنبلي، ۶/۲۲۵**)

۸- امام ابوالبقاء سبکی:

نام ونسب: محمد بن عبد البر بن یحیی بن علی بن تمام سبکی، کنیت: ابوالبقاء، لقب: بہاء الدین: قاہرہ میں ۷۰۷ھ میں پیدا ہوئے، علامہ تقی الدین سبکیؒ کے چچیرے بھائی کے صاحب زادہ ہیں، طلب علم کی خاطر شام کے علاقوں کا سفر فرمایا، فقہ شافعی میں تبحر حاصل فرما کر خوب خدمات انجام دی، ۷۶۶ھ میں قاہرہ کے قاضی بن گئے، دمشق میں ۷۷۷ھ میں آپؒ کی وفات ہوئی (**شذرات الذهب في أخبار من ذهب ۶/۲۵۹**).

۹- امام جمال الدین اسنویؒ:

نام ونسب؛ عبد الرحیم بن حسن بن علی بن عمر، لقب: جمال الدین، کنیت: ابومحمد، اوپری مصر کے ایک چھوٹے شہر ''اسنا'' میں آپؒ کی ولادت ۷۰۴ھ میں ہوئی، اسی لئے آپؒ کو ''اسنوی'' کہا جاتا ہے، ۷۲۱ھ میں طلب علم کی خاطر آپؒ نے قاہرہ کوچ فرمایا، علامہ شیرازیؒ کی ''التنبیہ'' آپؒ نے بچپن میں مکمل حفظ فرمائی، انہوں نے حدیث کی سماعت فرمائی، عربی علوم نحو، صرف اور بلاغت وغیرہ میں پختگی حاصل کی، مصر میں اس وقت کے

بڑے بڑے فقہاء شوافع سے فقہ شافعی میں کسب فیض فرمایا، جن میں سر فہرست اساتذہ میں علامہ تقی الدین سبکی کا نام نامی شامل ہے، مسلک شافعی کے احکام و مسائل اور اصول و فروع میں آپ نے مکمل پختگی پائی، آپ کی علمی پائیداری اور ورع و تقوی کے پیش نظر حکومت اسلامیہ نے آپ کو مصر کے بیت المال کا امین مقرر فرمایا، پھر آپ نے اپنے آپ کو درس و تدریس، فقہ و فتاوی اور تصنیف و تالیف کے لئے مشغول کرنے کی خاطر بیت المال کی ذمہ داری سے سبکدوشی اختیار فرمائی، قاہرہ میں ۷۶۲ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔(**طبقات الشافعیه :ابوبکر بن هداية الله الحسيني، ص: ۳۳۶**)

آپؒ کی تصانیف میں: **نهاية السول شرح منهاج على الأصول للبيضاوي، التمهيد في تخريج الفروع على الأصول، المبهمات على الروضة للنووي، طبقات الشافعية للأسنوي.**

۱۰-امام شہاب الدین اذرعی:

نام ونسب: احمد بن حمدان بن عبد الواحد بن عبد الغنی بن محمد اذرعی، لقب: شہاب الدین، کنیت ابو العباس، ۷۰۸ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، حصول علم کی خاطر آپؒ نے قاہرہ کی طرف کوچ فرمایا، اور وہاں اپنے زمانہ کے عظیم فقہاء شوافع سے فقہ شافعی کے احکام و مسائل اور اصول وقواعد میں گہرائی کے ساتھ علم حاصل فرمایا، آپؒ خود متاخرین شوافع میں مستند بن گئے، فقہ شافعی کی بہت سی کتابوں میں آپؒ کا اسم گرامی متاخرین کی آراء کو ذکر کرتے ہوئے کثرت سے آتا ہے، ایک مدت تک آپؒ حلب میں منصب قضاء پر فائز رہے، پھر آپ نے اپنی مرضی سے اپنے آپ کو درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور فقہ و فتاوی کے لئے فارغ فرمایا، حلب میں ۷۸۳ھ میں آپؒ کی وفات ہوئی۔

آپؒ کی تصنیفات میں: **جمع التوسط والفتح بين الروضة والشرح**، اس کتاب فقہ میں آپؒ نے شوافع کے شیخین امام نوویؒ کی کتاب روضۃ الطالبین اور علامہ

رافعیؒ کی کتاب شرح کبیر کا اختصار و توضیح پیش کی۔**غنية المحتاج وقوت المحتاج شرح المنهاج** ۔(**الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة: علامه ابن حجر العسقلانی، ۱/۷۷**)

۱۱-امام بدر الدین زرکشیؒ:

نام ونسب، محمد بن بہادر بن عبد اللہ، لقب: بدر الدین، کنیت: ابو عبد اللہ، قاہرہ میں ۷۴۵ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، علامہ بدر الدین نے چونکہ اپنے بچپن میں نقش و نگاری کی کاریگری کا علم حاصل کیا اسی لئے آپؒ کو زرکشی کہا جاتا ہے، اپنی نوجوانی میں آپؒ علم کی طرف خصوصا فقہ اور اصول فقہ کا علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے، علامہ جمال الدین اسنویؒ سے مصر میں آپؒ نے علم حاصل فرمایا، پھر دمشق و حلب کے اسفار فرمائے، وہاں پر آپؒ نے علامہ شہاب الدین اذرعی سے فیض پایا، فقہ شافعی میں اتنا تبحر حاصل فرمایا کہ اپنے زمانہ میں بڑے شافعی فقیہ کہلائے، ۷۹۴ھ میں قاہرہ میں انتقال ہوا۔(**الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة: علامه ابن حجر العسقلانی، ۱/۲۴۱**)

آپؒ کی تصنیفات میں: **البحر المحيط، جو اصول فقه میں ایک شاهكار تصنیف هے، تشنيف المسامع بجمع الجوامع، الديباج في توضيح المنهاج للنووي، اعلام الساجد باحكام المساجد.**

الديباج في توضيح المنهاج: کا تعارف

تحقیق: یحی مراد جلد:۲ صفحات: ۱۲۶۷، طبع: دار الحدیث قاہرہ

مصنف مشہور شافعی فقیہ اور بہت سی گراں قدر کتابوں کے مصنف ہیں، آپ کی کتابیں متداول و مشہور ہیں۔علامہ زرکشی نے فقہ شافعی کی بہت سی ان کتابوں پر اعتماد کیا ہے، جو آج حوادث زمانہ کے باعث نہیں ملتیں۔یہ کتاب تفریعات کی کثرت، مسائل کی تخریج و تعلیل کے اعتبار سے ممتاز ہے۔شارح مسائل میں احادیث سے بکثرت استدلال

کرتے ہیں، جب کہ اس زمانے میں فقہ کی کتابوں میں احادیث وآثار سے استدلال کم کیا کرتے تھے۔

علامہ رملیؒ نے اس کتاب کی کئی خصوصیات شمار کی ہیں۔ شارح منہاج کی عبارت کی لفظ بلفظ تشریح کرنے کے بجائے ہر باب میں جو مسئلہ مذکور ہے، اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ امام نووی کی عبارت خاص ضرورت کے وقت ذکر کرتے ہیں، اگر دلیل موجود ہو تو اس کو ذکر کرتے ہیں۔ یہ کتاب مسائل میں حسن تقسیم وحسن ترتیب کے اعتبار سے ممتاز ہے۔

۱۲- امام سراج الدین بلقینی :

نام ونسب: عمر بن رسلان بن نصیر بن صالح، لقب: سراج الدین، کنیت ابوحفص، آپؒ کی ولادت ۷۲۴ھ میں مصر کے مغربی سرحد کے قریبی واقع ''بلقینہ'' شہر میں ہوئی، اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپؒ کو بلقینی کہا جاتا ہے، سات سال کی عمر میں آپؒ نے قرآن کریم کو حفظ کرلیا، پھر آپؒ نے امام رافعی کی فقہی تالیف، المحرر کو زبانی یاد کرلیا، بارہ سال کی عمر میں آپؒ کے والد آپ کو لے کر قاہرہ پہنچے تاکہ وہاں کے اکابر علماء سے مختلف فنون حاصل کریں، آپؒ کا حافظہ بہت قوی تھا، آپ نے حدیث کو سنا اور عربی علوم میں پائیداری حاصل کی، مسلک شافعی کے احکام ومسائل اور اصول وفروع کو زبانی یاد کرنے میں خوب مہارت تھی، آپؒ دمشق آئے اور ۷۶۹ھ میں وہاں کے قاضی منتخب ہوئے، پھر آپ نے حلب میں کوچ فرمایا، اور بعد میں قاہرہ کو مستقل اپنی جائے اقامت منتخب فرماکر وہیں تدریس وتصنیف اور فقہ وفتاوی کی خدمات انجام دینے لگے، اپنے زمانہ کی بڑی علمی شخصیات نے آپؒ سے علمی فیوض وبرکات حاصل فرمائیں، جن میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سرفہرست ہیں، علمی گہرائی کی بناء پر آپؒ مجتہد مطلق کے درجہ پر فائز تھے، نیز آپؒ اپنے زمانہ میں متفقہ طور پر شافعیہ کے امام اور شیخ الاسلام کہلائے، قاہرہ میں ۸۰۵ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

آپؒ کی تصنیفات: فقہ میں: **تصحیح المنهاج، فقه میں: الملمّات برد**

المهمات، محاسن الاصلاح، شرح سنن الترمذی، آپؒ نویں صدی ہجری کے امت مسلمہ کے مجدد بھی ہیں۔ (**شذرات الذهب فی أخبار من ذهب: ابن العماد الحنبلی، ۷/۷۷۱**)

۱۳- علامہ جلال الدین المحلیؒ :

نام ونسب، محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم محلی مصری، لقب: جلال الدین محلی، کنیت ابوعبداللہ، ۷۹۱ھ میں قاہرہ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، مصر کے مغربی سرحد پر واقع بڑے محلّہ میں آپ کی نشو ونما ہوئی، اس لئے ''محلی'' کے نام سے مشہور ہوئے، علوم عربیہ وشرعیہ میں عموماً تو فقہ شافعی میں خصوصا آپؒ نے خوب مہارت حاصل فرمائی، آپؒ کا حافظہ بہت قوی تھا، بہت باریک بینی سے ہر معاملے کی تحقیق فرماتے، منصب قضا کی ذمہ داری قبول نہیں فرمائی، تجارتی آمدنی سے اپنے اخراجات چلاتے، عوام وخواص کے نزدیک آپؒ کا ایک بارعب مقام تھا، حق گو تھے، قاہرہ میں ہی ۸۶۴ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔ (شذرات الذهب فی أخبار من ذهب: ابن العماد الحنبلی، ۷/۴۴۲)

آپؒ کی شہرۂ آفاق تصنیفات: **فقه میں کنز الراغبین شرح منهاج الطالبین جو که شرح محلی سے مشهور هے، ۲-اصول فقه میں البدر الطالع فی حل جمع الجوامع، ۳-شرح الورقات للجوینی، ۴-تفسیر القرآن الکریم (تفسیر جلالین)** جسے بعد میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے مکمل فرمایا۔

كنز الراغبين شرح منهاج الطالبين: کا تعارف

جلد: ۴ صفحات: ۲۲۴۸، ناشر: مکتبہ عباس احمد الباز مکة المکرّمة

فقہ شافعی میں انوکھی اور لاجواب کتاب ہے، اپنے طرز اور انداز کے اعتبار سے غالباً فقہ شافعی کی تنہا کتاب ہے۔ منہاج الطالبین کی چار اہم شروحات میں اس کا شمار ہوتا ہے، ہمارے سامنے موجود کتاب پر دو حاشیے ہیں، ایک مطول ہے جو علامہ شہاب الدین اُحمد

بن أحمد بن سلامہ القلیوبی (۱۰۶۹ھ) کا ہے۔ دوسرا مختصر ہے جو شہاب الدین أحمد البرلیسی (۹۷۵ھ) کا ہے جو عُمَیرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ سب سے اوپر ''کنز الراغبین'' کی عبارت ہے، درمیان میں ''حاشیہ قلیوبی'' ہے اور سب سے نیچے ''حاشیہ عمیرۃ'' ہے۔

یہ کتاب فقہ شافعی کا انتہائی بیش قیمت اثاثہ ہے، جو حشو وزوائد سے پاک اور مسائل کی دلیل اوران کے علل کو جامع اور الجھے ہوئے پیچیدہ مسائل کا حل پیش کرنے والی ہے۔ منہاج کی سیکڑوں شروحات ہیں لیکن شرح محلی کا اپنی انفرادیت کی وجہ سے ایک ممتاز مقام اور الگ شان ہے۔ حسن تصنیف، حسن تعلیل، حسن اختصار اس کتاب کی بڑی خوبی ہے۔

منہج وامتیاز: کتاب مختصر لیکن انتہائی جامع ہے۔ ہر مسئلہ کو دلیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ مسئلہ کی عقلی ونقلی دلیل بھی بیان کرتے ہیں۔ مسئلہ کو اصول پر متفرع کرتے ہیں۔ عبارت میں اغلاق وغیرہ بھی ہوتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑی بڑی بات کہہ جاتے ہیں۔ دلیل ذکر کرتے ہیں یا دلیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ درسیات میں مفید ہونے کی وجہ سے بہت سارے مدارس میں منتہی درجات میں شامل نصاب ہے۔

۱۴- شیخ الاسلام زکریا الانصاریؒ:

نام ونسب، زکریا بن محمد بن احمد بن زکریا الانصاری المصری، لقب شیخ الاسلام، کنیت: ابو یحیی، مصر کے مشرقی سرحد پر واقع شہر سنیکہ میں ۸۲۳ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، انصار کے قبیلہ خزرج کی طرف آپؒ کے آباء واجداد کی نسبت ہونے کی بنا پر آپؒ کو ''الأنصاری'' بھی کہا جاتا ہے، بچپن میں ہی آپؒ نے قرآن کریم کو حفظ کرلیا، پھر آپؒ قاہرہ میں جامع ازہر مصر میں منتقل ہوئے اور وہاں پر آپؒ نے اپنی بے سروسامانی اور محتاجگی کے ساتھ مصر کے اکابر علماء سے علوم وفنون حاصل کیے، آپؒ کے اساتذہ میں سرفہرست علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ہیں، آپؒ نے فقہ شافعی کے اصول وفروع، قواعد فقہیہ اور احکام ومسائل میں خوب تبحر حاصل فرمایا، علم حدیث اور دیگر علوم عربیہ میں بھی کافی مہارت پائی، آپؒ کے

زہد وتقوی اور علمی مہارت کی بناء پر آپؒ کو مصر کا ''قاضی القضاۃ'' منتخب کیا گیا۔ صفائی ستھرائی اور عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے فرماتے، اللہ تعالی نے علم کی برکت سے آپؒ کو دنیوی و ظاہری نعمتوں سے بھی خوب نوازا، مگر آپؒ ان میں مشغول نہ رہے، بلکہ صدقات وخیرات کے ذریعہ سے ان کو خرچ فرمایا، اللہ پاک نے لمبی عمر عطا فرمائی، ۹۲۶ھ میں قاہرہ میں ہی انتقال ہوا اور حضرت امام شافعیؒ کے قبر انور کے قریب دفن ہوئے۔ (**الکواکب السائرۃ بأعیان المائۃ العاشرۃ: نجم الدین الغزی، ۱/۱۹۸**)

آپؒ کی تصنیفات: ۱. **فقہ میں ''الغرر البهية فی شرح البهجة الوردية، ۲- فقہ میں هی المنهج فی اختصار منهاج الطالبين للنووی، ۳- اصول فقہ میں غاية الوصول الی علم الأصول، ۴- الاعلام والاهتمام بجمع فتاوی شیخ الاسلام**، یہ کتاب آپؒ کے ان فتاوی کا مجموعہ ہے جو فتاوی آپؒ کی وفات کے بعد جمع ہوئے۔

(الف) اسنی المطالب شرح روض الطالب: کا تعارف

ضبط وتعلیق: دکتور محمد محمد تامر جلد: ۹، صفحات: ۵۲۹۰، طبع: دار الکتب العلمیۃ بیروت

یہ کتاب علامہ زکریا انصاری کی تصنیف ہے، سب سے پہلے علامہ شیخ اسماعیل المقری الیمنی ۸۳۷ھ نے امام نووی کی فقہ شافعی میں مشہور ومعروف کتاب ''روضۃ الطالبین'' کا اختصار کرکے ''روض الطالب'' کو مرتب کیا، جس میں صرف راجح اور معتمد مسائل ذکر فرمائے اور ضعیف یا مرجوح ''اقوال''، ''وجوہ'' اور ''طرق'' کے نقل کرنے سے پرہیز کیا۔ پھر شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ م ۹۲۶ھ نے اس کی شرح ''أسنى المطالب''، لکھی ہے۔ (۳) علامہ شہاب الدین رملی م ۹۵۷ھ نے اس شرح پر حواشی لکھے ہیں (۴) شیخ محمد بن أحمد شوبری م ۱۰۶۹ھ نے اس حاشیہ کی تجرید کی ہے۔ (أسنى المطالب: ۱/۳)

کتاب کا منہج یہ ہے کہ درمیان میں متن اور شرح کی عبارت ایک ساتھ ہے، البتہ

متن کی عبارت قوسین میں جلی حروف میں ہے، حواشی کتاب کے نچلے حصہ میں ہیں۔ تمام عبارتوں پر اعراب لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ''**تنبیـــه**'' کے عنوان سے کہیں کہیں بڑے اہم نکات بیان کئے ہیں۔ امام شہاب رملی نے حاشیہ میں جن مسائل کی تصحیح یا تضعیف کی ہے، شوبری نے اسکی طرف ''**أشار الی تصحیحه**'' یا''**أشار الی تضعیفه**'' کہہ کر اشارہ کردیا ہے۔ آیات واحادیث کی تخریج کی گئی ہے اور دیگر کتابوں کا حوالہ دیا ہے تو اس کو بھی حاشیہ میں بیان کیا گیا ہے۔ شرح میں مذکور''اعلام'' کا حاشیہ میں ترجمہ دیا گیا ہے۔

خصوصیت: امام ابن مقری الیمنی م ۸۳۷ھ کی ''روض الطالب'' کی یہ انتہائی بلیغ شرح ہے جس میں صرف راجح قول کو ذکرکرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ (أسنی المطالب: ۱/۳) کتاب انتہائی مفید ہے عبارت واضح اور سلیس ہے۔ علامہ زکریا انصاری نے اس شرح میں مسائل کو ثابت کرنے میں ایجاز واختصار سے کام لیا ہے، اورطویل کلام ——— جیسا کہ ''**الغرر البهية**'' میں کیا ہے ——— نہیں کیا ہے۔ علامہ زکریا انصاریؒ کی ایک خوبی یہ ہے کہ مسئلہ بیان کرتے وقت بڑی باریک بینی اور دقت نظری سے مسئلہ کے ہر ہر پہلو پر غور کرتے ہیں اور معتمد ومفتی بہ مسئلہ بیان کرتے ہیں اور غیر مفتی بہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کتاب کی طرف متاخرین نے بڑا اعتناء کیا ہے اور متاخرین فقہاء کے لیے یہ کتاب اہم ترین مرجع وماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، متاخرین کی کتابوں میں اس کے حوالے کثرت سے آتے ہیں۔

آپ کی کتابیں فقہائے شوافع کے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں، پہلے فقہاء اقوال ووجوہ کے درمیان اختلاف اور دلیل کے قوی وضعیف ہونے پر بحث کرتے تھے، لیکن شیخ الاسلام نے صرف قوی ومستند ومحقق قول کو بیان کرنے پر اکتفا کیا، امام نووی اور رافعی کے قول کو مقدم کیا اور دونوں میں اختلاف کی صورت میں امام نووی کو ترجیح دی پھر بعد میں آنے والے فقہاء نے آپ کے اس طرز کی پیروی کی۔ صاحب النور السافر لکھتے ہیں:

مدرسین اپنے اشکالات کے حل کے لیے آپ کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (**النور السافر**)

کتاب کی اہمیت: ابن حجر الھیتمی نے کتاب کی تحسین یوں کی ہے: ''**وشرح الروض شرحا حسنا جداً، وآثر فيه الاختصار، فانثال الناس عليه۔**'' علامہ زکریا نے روض الطالب کی بلیغ وبہترین شرح لکھی اور اس میں اختصار کو ترجیح دی ہے، اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد لوگ اس پر ٹوٹ پڑے۔ (**النور السافر: ۱۰/۱۱۴**)

(ب) منهج الطلاب: کا تعارف

اس کتاب کے مصنف شیخ الاسلام زکریا انصاری متوفی ۹۲۶ھ ہیں، یہ کتاب امام نووی کی کتاب منہاج الطالبین کا اختصار ہے، ۲۵۵ رصفحات پر مشتمل یہ کتاب دارالکتب العلمیہ سے شیخ صلاح الدین بن محمد عویضہ کے حاشیہ کے ساتھ چھپی ہے، اس کتاب میں صاحب کتاب نے دو اہم کام انجام دیئے ہیں۔ اول یہ کہ منہاج میں کوئی پیچیدہ عبارت ہو تو اس کو انھوں نے سہل انداز میں بیان کیا ہے، دوم یہ کہ منہاج میں اصحاب کے اقوال میں جو اختلاف ہے اس کو انھوں نے حذف کر کے معتمد قول کو بیان کیا ہے، نیز اضافہ کے طور پر بہت سے فوائد کو بیان کیا ہے، پھر خود آپ نے ہی دوست احباب کے اصرار پر اس کتاب کی شرح بنام ''**فتح الوهاب لشرح منهج الطلاب**'' تالیف فرمائی ہے، یہ کتاب مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے مطولات سے قاری کو بے نیاز کردیتی ہے، فتح الوہاب یہ مکتبہ دارالمعرفہ سے مطبوع ہے، لیکن اکثر وبیشتر یہ کتاب **حاشية الجمل** کے ساتھ ملحق ہوکر مطبوع ہوتی ہے۔

(ج) تحفة الطلاب بشرح متن تحرير تنقيح اللباب.

تعلیق وتخریج: ابوعبدالرحمٰن صلاح بن محمد بن عویضہ   جلد: ۱ صفحات: ۳۱۱

یہ فقہ شافعی کی مشہور ومتداول کتاب ہے، جو مضبوط وقوی دلائل، عمدہ اسلوب

اور منطقی طرز کی وجہ سے ممتاز ہے، مصنف نے فصیح وبلیغ الفاظ میں پیچیدہ اور گنجلک مسائل کو آسان اسلوب میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔(**تحفة الطلاب: ۵**) الفاظ قلیل اور معانی کثیر کا مصداق یہ کتاب اپنی کثیر علمی ذخیرہ اور کثرت فوائد کی وجہ سے بہت سی کتابوں سے قاری کو بے نیاز کردیتی ہے۔

اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر بہت سے علماء نے اس پر کام کیا ہے۔تحفة الطلاب کے حواشی: **(۱) حاشية القليوبي : احمد بن احمد سلامه القليوبي ۱۰۶۹ھ (۲) حاشية الشوبری: شمس الدين محمد بن احمد الشوبری ۱۰۶۹ھ (۳)منحة الاحباب بشرح تحفة الطلاب: عبد البر بن عبد الله الأجهوری ۱۰۷۰ھ (۴) حاشية المدابغی: حسن بن علی بن احمد المنطاوی المدابغی ۱۱۷۰ھ (۵)حاشية الشرقاوی: ۱۲۲۷ھ**

۱۵-علامہ خطیب شربینیؒ:

نام ونسب: محمد بن محمد الشربینی القاہری، آپؒ کا سن ولادت تراجم کی کتابوں میں مذکور نہیں ہے، آپؒ نے اکابر فقہاء شوافع اور شیوخ عظامؒ سے کسب فیض فرمایا، جن میں علامہ عمیرہؒ، ابن خلیل کردیؒ اور شہاب الدین رملیؒ وغیرہ شامل ہیں، آپؒ نے ان حضرات سے علمی وفقہی بصیرت حاصل فرمائی اور درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور فتاوی نویسی میں مشغول رہے، آپؒ نے جامع ازہر مصر میں بھی علمی تبحر حاصل فرمایا، اور پھر یہاں تدریسی خدمات بھی انجام دیں، آپؒ نے فقہ شافعی میں گران قدر کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں سے چند اہم کتابیں: **۱-الاقناع فی حل الفاظ أبی شجاع**، بہت سے شوافع کے مدارس میں یہ کتاب داخل نصاب ہے، **۲-مغنی المحتاج الی معرفة معانی الفاظ المنهاج، ۳-شرح التنبه للشيرازی، ۴-شواهد قطر الندی، ۵-شرح البهجة فی الفقه، ۶-تقريرات علی المطول فی البلاغة للتفتازانی،**

۷-مناسک الحج، ۸-فن تفسیر میں السراج المنیر.

قاہرہ میں ۹۷۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(**شذرات الذهب فی أخبار من ذهب :ابن العماد الحنبلی ۸/ ۴۵۱**)

(الف)مغنی المحتاج کا تعارف

جلد:۴، صفحات: ۲۴۵۳، ناشر دار الاحیاء التراث العربی بیروت لبنان

منہاج الطالبین کی چار سب سے اہم شروحات میں سے ایک ہے، متاخرین شوافع کے سب سے اہم ومعتمد مراجع میں سے ہے، جس پر فتاوی اور مسائل میں بہت زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے۔ علامہ خطیب شربینی نے مغنی المحتاج ۹۵۹ھ میں شروع کی ہے اور ۱۷/ جمادی الاخری ۹۶۳ھ میں مکمل کیا ہے۔(**حاشية الشروانی علی التحفة :۶**) کتاب کے سلسلے میں خطیب شربینی فرماتے ہیں: ”میں نے اس کتاب میں ایسی تشریح کی ہے کہ منہاج الطالبین کی مبہم عبارت کا مطلب واضح ہوجائے، الفاظ کی ایسی وضاحت کی ہے جو ذہن میں موجود خلجان کو دور کردے، موتیوں کو جواہر سے ممتاز اور خفی المراد باتوں کو ظاہر کردے، یہ کتاب حشو وزوائد سے پاک اور دلیل وبرہان کو بخوبی جامع ہے، میں نے اس میں متاخرین کے نزدیک معتمد ومفتی بہ مسائل کو واضح کردیا ہے، تاکہ یہ کتاب ارباب فتاوی اور شیدائیان علم کے لیے معتمد سہارا اور مرجع بن جائے۔“(**مغنی المحتاج: ۱/ ۵**)

یہاں مغنی المحتاج کے انداز کا ایک نمونہ دیا جاتا ہے۔متن کی عبارت:”**قال الله تعالیٰ: وانزلنا من السماء ماء طهوراً. يشترط لرفع الحدث والنجس ماء مطلق، وهو ما يقع عليه اسم ماء بلا قيد.**“

شرح: شارحؒ نے سب سے پہلے آیت سے شروع کرنے کی وجہ بتائی ہے کہ امام شافعیؒ کا طرز تھا کہ باب سے متعلق موجود آیات یا احادیث سے باب کا آغاز کرتے اور اس پر مسائل کو متفرع کرتے، لہذا مصنف نے اس طریقے سے کتاب کا آغاز کرکے آیت سے

برکت حاصل کی ہے نیز امام شافعیؒ کے طریقے کا اتباع کیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ طہارت کے لیے کوئی آلہ ضروری ہے، اس آلۂ طہارت کی ایک ''اصل'' ہے اور وہ پانی ہے کیوں کہ پانی نجاست کو زائل کرنے والا ہے، دوسرا ''بدل'' ہے اور وہ مٹی پتھر وغیرہ ہیں۔ اس کے بعد ''حدث'' کی لغوی اور شرعی تعریف کی ہے، اور اس کی تفصیل بیان کی ہے پھر ''نجاست'' کی لغوی اور شرعی تعریف بیان کی ہے اور اس کے بارے میں واضح کیا ہے کہ نجاست غلیظہ، نجاست متوسطہ اور نجاست خفیفہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر ماءِ مطلق کے اوصاف بیان کئے ہیں، پھر رفع حدث کے لیے ماءِ مطلق کو متعین کرنے کی وجہ بیان کی ہے۔ (**مغنی المحتاج**: ۱/ ۳۲)

خصوصیات: سلاست وشیریں زبانی، حسن ترتیب اور عبارت کی عمدگی کی وجہ سے ممتاز ہے۔ خطیب شربینی نے اس کتاب میں احادیث کی تخریج براہِ راست حدیث کی کتابوں سے کی ہے۔ کثرت سے مسائل کی جزئیات، مفید فوائد اور ادعیہ ماثورہ بیان کی ہیں۔ منہاج کی دیگر شروحات سے کثرت سے استفادہ کیا ہے، نیز اپنے اساتذہ اور منہاج الطالبین کے دیگر شارحین سے نقل کیا ہے۔ کتاب کو دلائل سے مزین کیا ہے اور دیگر مذاہب فقہیہ کے ساتھ دلائل کا تقابل نہیں کیا ہے۔ ''**تنبیہ**'' کے عنوان سے مطلب کی مزید وضاحت اور اشکالات کو دور کرتے ہیں۔ علل اور جزئیات کو بیان کیا ہے اور کبھی اشعار سے بھی استدلال کیا ہے۔ (**مغنی المحتاج**: ۱/ ۱۷، ۱۸، ۱۹)

خطیب شربینی نے اس شرح میں معانی کی وضاحت کی ہے، بین السطور میں پوشیدہ نکات کو واضح کیا ہے، یہ ایک متوسط شرح، جو حشو وزوائد سے محفوظ اور دلیل شرعی اور علت شرعی کو شامل ہے۔ کلامِ شافعی کا جس چیز پر دارومدار ہے اس کو بہتر طریقے سے سمجھایا ہے تا کہ یہ کتاب طالب علم ومفتی سب کے لئے نفع بخش بن سکے۔ (مقدمہ نہایۃ المحتاج: ۶)

(ب) الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع کا تعارف

تحقیق وتعلیق: شیخ علی محمد معوض   شیخ عادل أحمد عبد الموجود   جلد: ۲

صفحات: ۱۲۳۸، مکتبہ عباس أحمد الباز، مکۃ المکرّمۃ

یہ کتاب **متن الغایۃ و التقریب** مولفہ ابوشجاع أحمد بن الحسین بن أحمد الأصفہانی (م ۵۹۳ھ) کی شرح ہے، یہ کتاب فقہ شافعی کے معتبر مراجع اور متداول کتابوں میں سے ہے، متن ابی شجاع کی شروحات میں یہ سب سے زیادہ مفید اور سب سے زیادہ مقبول و متداول ہے۔ (**متن ابی شجاع**: ۹) مصنف نے اعتدال کی راہ اختیار کی ہے، نہ تو اتنی طوالت سے کام لیا ہے کہ طبیعتیں اکتا جائیں، نہ اتنے اختصار سے کام لیا ہے کہ معنیٰ مقصود سمجھنے میں دقت و پریشانی ہو، یہ فقہ شافعی کے بہت سارے مدارس میں منتہی درجات میں داخل نصاب ہے۔

اہمیت وخصوصیت: مستند ومعتمد اقوال کو جمع کیا ہے، اگر متن میں کوئی قول ضعیف ہے تو اس کی وضاحت کردی ہے۔ عبارت سہل، انداز آسان اور وضاحت سے بھر پور ہے۔ امام نووی وامام رافعی کے درمیان اختلاف کی صورت میں امام نووی کو ترجیح دی گئی ہے۔ ہر باب میں قرآن وحدیث سے استدلال کیا ہے۔ مسئلہ پر وارد ہونے والے اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے۔ ماتنؒ سے جو ضروری مسائل وجزئیات چھوٹ گئے ہیں، ان کو التزام کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مسائل میں فقہائے شوافع کے درمیان کوئی اختلاف ہو تو بیان کرکے راجح قول کی تعیین کی ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں کسی اور مصنف نے غلطی کی ہے تو اس کو ذکر کرکے ''**والحق**'' سے صحیح مسئلہ بیان کیا ہے۔

اس کتاب کے بہت سے مقبولِ عام حواشی ہیں: سلیمان بن محمد بن عمر البجیرمی کا حاشیۃ ''**تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب**'' جو حاشیۃ البجیرمی کے نام سے مشہور ہے **فتح اللطیف بما یتعلق بکتاب اقناع الخطیب**: مصنف ابوالفیض عبدالرحمٰن الأجہوری۔

كفاية اللبيب فى شرح أبى شجاع للخطيب : شیخ حسن منطاوی الشہیر بالمدابغی ۱۱۷۰ھ، **حاشية شيخ عبد الله النبراوى على شرح الخطيب** ۔ ابراہیم بن عبدالرحمٰن البلیسی ۱۱۷۹ھ نے بھی حاشیہ لکھا ہے۔(معجم المؤلفین:۱/۴۴) نیز علامہ باجوری کی اس پر تقریرات بھی ہیں۔(متن ابی شجاع : ۹)

۱۶-علامہ زین الدین ملیباریؒ:

زین الدین بن عبدالعزیز بن زین الدین ملیباری، ہندوستان کے جنوب میں واقع ریاست کیرالہ کے عظیم شافعی فقیہ گذرے ہیں، آپؒ کو دسویں صدی ہجری میں فقہ شافعی میں خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ آپ کی اہم تصنیف کا تعارف:

فتح المعين بشرح قرة العين بمهمات الدين: کا تعارف

صاحب فتح المعین شیخ الاسلام زکریا انصاری کے شاگرد ہیں، شیخ الاسلام جب بھی آپ سے ملاقات کرتے تو کہتے: " **أسأل الله أن يفقهك.** " (**حاشية اعانة الطالبين. :۱/۲۶**)

علامہ زین الدین ملیباری کی یہ کتاب ''**قرة العين بمهمات الدين** '' کی شرح ہے. یہ کتاب فقہ شافعی کی مختصر اور مفید کتابوں میں سے ہے جو ہند و بیرونِ ہند سلسلہ شوافع سے تعلق رکھنے والے مدارس میں نصاب درس میں بھی شامل ہے۔

منہج و امتیاز: راجح مذہب کیا ہے اس کی تعیین کی گئی ہے۔ کتاب مختصر، لیکن انتہائی نافع و جامع ہے، صرف نفسِ مسئلہ بیان کیا ہے، دلائل سے بحث نہیں کی گئی ہے۔ اہل علم کے درمیان'' بنت التحفۃ'' کے نام سے مشہور ہے کہ ابن حجر ہیتمیؒ کی ''تحفۃ المحتاج'' کا اختصار ہے۔ فقہ شافعی میں یہ واحد ایسی کتاب ہے جو ہندوستانی عالم کی ہے اور ہند و بیرونِ ہند مدارس میں داخل نصاب ہے۔

۱۷۔علاّمہ قزوینیؒ:

نجم الدین عبدالغفار بن عبدالکریم القزوینی (ولادت: ۵۸۵ھ، وفات: ۶۶۵ھ) آپ نے مشہور شافعی امام علامہ ابوالقاسم رافعی سے تعلیم حاصل کی۔ امام ذہبی نے فرمایا: '' آپ یکتائے زمانہ علامہ تھے، **العلامة الأوحد.** " یافعی کا بیان ہے: '' آپ کے لیے فقہ اس طرح نرم کردیا گیا تھا جس طرح حضرت داود کے لیے لوہا نرم بنادیا گیا تھا۔'' (**مرآة الجنان** ۴/۴/۶۶۸) علامہ سبکی فرماتے ہیں: '' آپ کو فقہ، حساب اور حسن اختصار میں ید طولی حاصل تھا۔'' (**طبقات سبکی:۷/۷۷۱**)

الحاوى الصغير للقزوينى: کا تعارف

دراسۃ و تحقیق: صالح بن محمد بن ابراہیم الیابس۔ جلد:۱ صفحات: ۷۴۴، طبع: دار ابن الجوزی۔

فقہ شافعی میں اہم مقام کی حامل ہے، اسی وجہ سے علماء نے اس کے حفظ و مطالعہ کو اپنے لئے حرز جاں بنایا ہے، بہت سارے علماء نے اسے حفظ کیا۔ اس زمانے میں ''الحاوی'' کو حفظ کرنے یا اس سے خصوصی اشتغال رکھنے والے علماء کی بڑی قدر کی جاتی تھی۔ (مقدمہ :۵۷)

حلقۂ شوافع میں اس کتاب کی درس و تدریس کا سلسلہ چلتا رہا ہے۔ (مقدمہ الحاوی:۵۸) بہت سارے علماء کے نام درس و تدریس کے سلسلے میں ذکر کیے گئے ہیں۔(الحاوی الصغیر:۵۸) ابن الوردی نے کہا: **وليس فى مذهبنا كالحاوى فى الجمع والايجاز والفتاوى** (**البهجة الوردية مع الغرر: ۱۰/۴۹۵**)

منہج: الفاظ کے انتخاب میں بڑی باریک بینی اور دقیق رسی سے کام لیا ہے۔ مسائل اور مثالوں کو ذکر کرنے میں نئی جہت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مصنف نے بعض مصطلحات کو اس کے باب میں بیان کیا ہے جیسے: "**غصب، جعالة، هبه**" وغیرہ کو خوب واضح کیا ہے۔

آپ نے اختلاف کو نہیں چھیڑا ہے، اور مفتی بہ قول کو ذکر کیا ہے۔(مقدمہ

مصنف:۱۴۴) البتہ آپ نے بعض مسائل میں اختلاف ذکر کیا ہے۔آپ نے کتاب میں مذکور مسائل میں قطعی حکم لگایا ہے۔مصنف عموماً امام رافعی کی موافقت کرتے ہیں ، البتہ امام رافعی کی ترجیح کے خلاف ظاہر ہوجائے تو مخالفت کرتے ہیں۔مصنف نے تمام ابواب فقہ کو بیان کیا ہے اور مختصر ہونے کے باوجود کسی باب کو نہیں چھوڑا ہے، البتہ غیر معروف اور غیر ضروری مسائل سے اعراض کیا ہے۔

کتاب کے امتیازات: یہ کتاب فقہ شافعی کی جامع، معتبر و مستند متون میں سے ہے۔کثرت مسائل و جزئیات کے اعتبار سے ممتاز ہے۔کتاب کا اسلوب ممتاز ، الفاظ فصاحت وبلاغت، نکتہ رسی ونکتہ آفرینی اور قوت بیان کا مظہر ہیں ، چھوٹے چھوٹے الفاظ بڑے بڑے معانی کو سموئے ہوئے ہیں گویا کتاب دریا بکوزہ ہے، جو دقیق نظر رکھنے والے باریک بیں کو ہی سمجھ میں آسکتی ہے۔کتاب کا اسلوب مشکل ہے کہ ہر شخص کے لئے اس کا سمجھنا آسان نہیں ہے۔(۸۱)

شروحات: اس کتاب کی بہت ساری شروحات ومختصرات، تعلیقات ومنظومات وغیرہ لکھی گئی ہیں، چنانچہ ڈاکٹر صالح الباعس نے اس کتاب کی ۶۹؍شروحات، تصحیحات، مختصرات، منظومات، نکات (نکت) اور مجموعات کو شمار کیا ہے۔(دیکھئے الحاوی صفحہ۶۰ تا۷۳)

۱۸۔ابن سید الناس:

ولادت: ۶۷۱ھ، وفات: ۷۳۴ھ، فتح الدین محمد بن محمد بن احمد بن سید الناس، آپ حافظ تھے اور علم طبقات میں آپ کو زبردست ملکہ حاصل تھا اور لسان میں ید طولی حاصل تھا۔آپ کی تصانیف میں کتاب **عیون الأثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر ، نور العین، الاصابة فی تفضیل الصحابہ** ہیں۔

۱۹۔ابن نقیب مصری:

ولادت:۷۰۶ھ، وفات:۷۶۹ھ،(**الدرر الکامنة لابن حجر : ۱/ ۲۳۹**)

آپ کی اہم تصنیف عمدة السالک: کا تعارف

تحقیق: عبدالمجید طعمہ علی ،صفحات: ۲۳۸ ناشر: دارالکتب العلمیة بیروت لبنان۔

یہ کتاب فقہ شافعی کی نہایت ہی معتمد اور مستند کتاب ہے، جو فقہ کے تمام ابواب پر مشتمل ہے۔جامعیت اور اسلوب بیان کی عمدگی کی وجہ سے فقہ شافعی کے نقطۂ نظر کے حامل اکثر دینی مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب ہے، اس کتاب کو فقہ شافعی کے حامل مدارس میں وہی مرتبہ حاصل ہے، جو فقہ حنفی کے مدارس میں قدوری کو حاصل ہے۔

خصوصیاتِ کتاب: (۱) عبارت عام طور پر واضح، سادہ اور سلیس ہے، غموض سے احتراز کیا گیا ہے(۲) عبارت میں اختصار کو مدنظر رکھا گیا ہے۔(۳) ہر باب میں مختلف ذیلی عناوین بھی دیئے گئے ہیں (۴) یہ کتاب عبادات، معاملات، معاشرت اور جنایات پر مشتمل ہے۔(۵) ائمہ اربعہ کے اختلاف کو ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

منہجِ کتاب: علامہ ابن النقیب مصری نے بڑی جانفشانی سے اس کتاب کو مرتب کیا ہے، اور آپ نے راجح، مستند اور مفتیٰ بہ مسائل کے ذکر کا التزام کیا ہے، البتہ بعض شاذ ونادر اور مرجوح اقوال بھی ذکر ہوگئے ہیں۔اس سلسلے میں آپ نے مسلک شافعیہ کی تنقیح کا کام انجام دینے والے امام رافعی اور امام نوویؒ کی تحقیق وتنقیح کو پیش نظر رکھا ہے، اگر دونوں امام میں موافقت ہے تو آپ نے اختلاف کو ذکر کئے بغیر مسئلہ بیان کر دیا ہے، اور اگر کسی مسئلہ میں دونوں کا اختلاف ہو تو آپ نے امام نووی کی تحقیق کو راجح قرار دیکر ان کی تحقیق کو لیا ہے اور قیــــل: کے ذریعہ امام رافعی کے قول کو ذکر کر دیا ہے۔جیسے: باب الاوانی میں ذکر کیا ہے: **والمضبب بالذهب حرام مطلقاً ؛ وقيل كالفضه ان كانت الضبة كبيرة للزينة فهي حرام.** (عمدة السالک:۱۱) اور بیشتر امام رافعی کا قول ذکر نہیں کیا جیسے باب **كيفية الغسل** میں لکھا ہے: **ومن عليها غسلة في الاصح**(ص:۲۶) یہاں صرف **فی الاصح** کے ذریعہ ایک قول کو ذکر کر کے راجح کی تعیین کر دی ہے۔

اس کتاب کی کئی شروحات ہیں۔ (۱) فیض الالہ المالک فی حل الفاظ عمدۃ السالک وعدۃ الناسک: تحقیق: محمد عبد القادر عطا۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان (۲) انوار المسالک شرح عمدۃ السالک وعدۃ الناسک تالیف: محمد زہری الغمراوی۔

۲۰۔ابن الملقن:

(ولادت:۷۲۳-وفات:۸۰۴) عمر بن علی بن احمد بن محمد بن عبد اللہ۔ لقب سراج الدین اور ابن النحوی سے مشہور اور ابن الملقن سے معروف ہیں۔جلیل القدر علماء نے آپ سے علمی استفادہ کیا ،آپ کے اساتذہ میں علی بن عبد الکافی بن علی السبکی الشافعی:۷۵۶ھ، امام مغلطای ۷۶۲ھ، ابن سید الناس ۷۶۷ھ ، ابن جماعہ ۷۶۷ھ، الأسنوی عبدالرحیم بن الحسین ۷۷۲ھ، ابوحیان الأندلسی ۷۴۵ھ ہیں اور تلامذہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۳ھ، ابوزرعہ عراقی ۸۳۶ھ اور ابن ناصر الدین دمشقی ۸۳۷ وغیرہ ہیں۔ آپ کے پاس بہت بڑا اور انتہائی بیش قیمت اور نادر و نایاب کتابوں سے بھرپور ایک بڑا کتب خانہ تھا،لیکن آخر زمانے میں اس کے جلنے کا روح فرسا سانحہ پیش آیا جس کی تباہی کا غم آپ کو جھیلنا پڑا،اس میں آپ کی بہت سی بیش قیمت تصانیف ضائع ہوگئیں،اسی میں آپ کی تصنیف المبسوط (جمع الجوامع) تھی۔امام ابن الملقن کی فقہی امامت مسلم ہے، ابن حجر فرماتے ہیں: **ان العراقی والبلقینی وابن الملقن كانوا أعجوبة ذلك العصر فی معرفة الحديث وفی التوسع فی مذهب الشافعی وفی كثرة التصانيف.**

آپ کی کتابوں کا فقہاء کبار نے حوالہ دیا ہے،آپ کی کتابیں **الدرر العظيم فی تفسير القرآن الكريم** نامکمل ہے،اور **الابتهاج فی شرح المنهاج** اس میں طلاق تک لکھا ہے،شرح المہذب کا تکملہ ہے۔

عجالة المحتاج: کا تعارف

تحقیق: عز الدین ہشام البدرانی جلد:۴، صفحات:۱۹۰۲ ناشر: دار الکتاب اردن۔

امام ابن الملقنؒ کثیر التصانیف عالم ہیں، یہ منہاج کی اولین اور اہم شروحات میں سے ہے۔آپ کے بعد مصنفین نے آپ کی عبارات سے بہت استفادہ کیا ہے،اور بعض نے آپ کی عبارت نقل کر کے حوالہ بھی نہیں دیا ہے۔(عجالۃ:۲۳)

اس کتاب کی اہمیت: اس کتاب کا موضوع منہاج کے الفاظ کی شرح ہے۔کتاب کی عبارت واضح اور سلیس ہے۔فرع کے عنوان سے متعلقہ مسائل کو بیان کیا ہے۔دلائل اربعہ سے مزین ہے۔فقہاء شوافع کے اقوال و آراء کو ذکر کیا گیا ہے،بعض جگہ دیگر فقہی دبستانِ فکر کے اقوال سے بھی بحث کی ہے،جیسا کہ مقدمہ میں واضح کیا ہے۔(عجالۃ:۲۲)

موقع اور حال کی مناسبت ونزاکت کو سامنے رکھ کر مسائل کو واضح کیا ہے اور دلائل وبراہین سے آراستہ کیا ہے۔لغت وغیرہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔دلائل اور وجہ استدلال کو خوب واضح کیا ہے۔یہ منہاج کی بہترین شرح ہے،مصنف نے امام نووی کے اپنے نسخہ سے استفادہ کیا ہے۔(عجالۃ۲۲)

امام ابن الملقن کی فقہی امامت مسلم ہے،آپ کی اس مقبول شرح کا فقہاء کبار نے حوالہ دیا ہے۔علامہ خطیب شربینی نے اس کتاب سے بھی مغنی المحتاج میں نقل کیا ہے،حافظ ابن حجر جگہ جگہ لکھتے ہیں:’’ **قال شيخنا ابن الملقن رحمه الله.**‘‘(عجالۃ۲۲)

۲۱۔علامہ دمیری:

کمال الدین ابو البقاء محمد بن موسی بن عیسی الدمیری (ولادت:۷۴۲--وفات:۸۰۸ھ) آپ ۷۴۲ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے، پہلے آپ نے خیاطی کا کام سیکھنا شروع کیا، پھر تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے ،اپنے زمانے کے اکابر اہل علم سے تحصیل علم کیا ،آپ نے تفسیر وحدیث فقہ وادب میں بڑی مہارت حاصل کی۔آپ قاہرہ میں متعدد جگہوں پر علمی و دینی خدمات انجام دیتے تھے۔جامع ازہر میں سنیچر کے دن آپ کا حلقۂ درس لگتا تھا۔ **القبة البيبرسية** میں آپ حدیث کی اعلی تعلیم دیتے تھے۔مدرسہ

ابن البقری میں جمعہ کے دن لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے تھے، جامع الظاہر فی الحسنیہ میں عصر کے بعد لوگوں کو مستفید فرماتے تھے۔آپکی کتاب:

النجم الوهاج فی شرح المنهاج: کا تعارف

جلد: ۱۰ صفحات: ۵۷۴۶، دار المنہاج جدہ۔منہاج الطالبین کی یہ شرح متعدد علماء کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

منہج: اوپر متن کی عبارت ہے اور نیچے مفصل شرح ہے۔مشکل الفاظ کی ضبط و تحقیق، اور دقیق فقروں اور جملوں کی وضاحت کی ہے،لغوی معانی کی تحقیق کے لیے قرآن کی آیات سے بھی دلیل دی ہے: جیسے "الجلد جمعه: اجلاد و جلود ، قال الله تعالى: وقالوا لجلودهم لم شهدتم علينا (۳۰۴/۱۔) اگر کسی دوسری زبان کا لفظ آیا ہے تو اس کی بھی وضاحت کی ہے۔بعض جگہ الفاظ کی وجہ تسمیہ بھی ذکر کرتے ہیں جیسے: حاجب وجمعه :حواجب ، وحاجب الأمير جمعه: حجّاب، سمى بذلك لانه يحجب عن العين شعاع الشمس۔ (۳۲۳/۱) متن کے اکثر اجزاء کی الگ الگ شرح کی ہے اور الفاظ کے فرق کو واضح کیا ہے: جیسے: التبديل والابدال: ان التبديل عبارة عن تغيير الشیء مع بقاء عينه، والابدال: رفع الشیء ووضع غيره مكانه۔ (۲۰۵/۱)

خصوصیت: یہ فقہ جیسے خشک موضوع پر ہے، لیکن امام دمیری کے ذہنِ اخاذ، اور جدت و اختراع کی فطری صلاحیت نے اس کی عبارت کو انتہائی شیریں وشگفتہ، لطافت و حلاوت سے پُر اور دلچسپ بنا دیا ہے۔یہ شرح عمدہ بیانی، جامعیت اور بہتر ضبط وترتیب کی وجہ سے فقہ شافعی کا گرانمایہ سرمایہ سمجھی جاتی ہے۔ اسلوبِ کلام صاف ستھرا اور واضح ہے،عبارت میں بے ساختگی کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔

فقہ شافعی کی کتابوں سے اکثر باتیں حوالہ دے کر نقل فرماتے ہیں،مصنف نے موضوع سے متعلق بہت سی بیش قیمت باتوں کو بیان کیا ہے، جو آپ کے تبحر علمی کی دلیل

ہے۔ہر باب اور کتاب کے آخر میں ''تتمۃ'' اور ''خاتمۃ'' کے عنوان سے جو عطر و خلاصہ پیش کیا ہے، وہ بہت ہی چشم کشا، دلچسپ اور گراں مایہ ہے۔یہ دیگر بہت سی شروحات سے اس وجہ سے ممتاز ہے کہ اس میں تقریباً مذکور ہر مسئلہ کی مصنف نے علت بیان کی ہے۔یہ بڑی عظیم الشان اور مفید کتاب ہے، نیز مصنف نے جو نکتہ سنجیاں، نادر مفاہیم اور عقلی و نقلی دلائل سے مزین کلام کیا ہے وہ بڑا چشم کشا ہے۔مذہب شافعی کی معرفت کے لیے یہ کتاب کافی وشافی ہے۔

امام دمیری نے بعض مسائل میں امام نوویؒ کے انفرادی مسلک کی طرف رجحان ظاہر کیا ہے، جیسے ماء مشمس کا مسئلہ، ماء راکد کثیر میں پیشاب کا مسئلہ'' (۲۳۱/۱، ۲۹۱/۱)

۲۲۔ابن المقری:

اسماعیل بن ابوبکر بن عبداللہ المقری (ولادت: ۷۵۵ھ-وفات: ۸۳۷ھ) آپ شافعی فقیہ ہیں، بہت سارے علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی، فقہ عربیت وادب کے امام تھے۔آپ کی تصانیف میں ''روض الطالب'' ہے جو ''روضۃ الطالبین'' کا اختصار ہے۔(الضوء اللامع : ۲/ ۲۹۲ معجم المطبوعات العربية والمعربه: ۲۴۸ معجم المؤلفين: ۲/ ۲۶۲)

آپ کی اہم فقہی تالیف: اخلاص الناوی کا تعارف

تحقیق: الشیخ عادل احمد عبدالموجود، الشیخ علی محمد معوض، جلد: ۳، صفحات: ۱۶۹۰،

طبع: دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۔

علامہ ابن المقری نے علامہ قزوینی م ۶۶۵ھ کی مشہور کتاب ''الحاوی الصغیر'' کا اختصار کیا، لیکن آپ نے اختصار سے اس حد تک کام لیا کہ کتاب چیستاں اور ناقابل حل معمہ کا نمونہ بن گئی، جس سے افادہ واستفادہ بے حد دشوار تھا، لہذا ایک ایسی شرح کی ضرورت تھی جو کتاب کے دقائق ورموز کو کھول سکے، چنانچہ مصنف نے ایک کتاب ارشاد الحاوی کے نام سے لکھی۔

منہجِ کتاب: مصنف: **وقولہ:**...................کے ذریعہ متن کی ایک مختصر عبارت ذکر کرتے ہیں۔**ای:**............. کے بعد اس عبارت میں مذکور مسئلہ کی مکمل وضاحت کرتے ہیں۔''**الحاوی**'' میں مذکور مسئلہ کی بہترین صراحت ووضاحت کی ہے، نیز نادر اور معنی مقصود کی ادائیگی میں ناقص الفاظ کی تشریح وتوضیح بھی کی ہے۔

مصنف نے اپنی کتاب کو چار ابواب پر تقسیم کیا ہے۔

القسم الاول: عبادات کے لیے خاص ہے، جس میں طہارت اور اس سے متعلقہ مسائل واحکام، نماز وروزہ اور حج کے احکام کو بیان کیا ہے۔

القسم الثانی: معاملات کا بیان ہے، جیسے بیوع، ربا، قرض، رھن، ھبہ، حجر، تفلیس، اجارہ، اعارۃ اور شفعہ وغیرہ۔

القسم الثالث: احکام نکاح کو شامل ہے، جیسے الفاظِ نکاح، شروطِ نکاح، ولایت فی النکاح، کفاءت، طلاق، ایلاء اور ظہار وغیرہ۔ **القسم الرابع:** جنایات، حدود، جہاد، اقضیہ وغیرہ کا بیان ہے۔

ابن المقری نے متن الارشاد کے ایک ایک مسئلہ کو لے کر اسکی تشریح کی ہے اور اس سلسلے میں ''امام رافعی کی ''فتح العزیز'' امام نووی کی ''روضۃ الطالبین'' امام الحرمین کی ''نہایۃ المطلب'' اور امام غزالی کی ''الوجیز'' اور امام ابن رفعہ کی ''کفایۃ النبیہ'' پر اعتماد کیا ہے۔

تاثرات علماء کبار: امام شوکانیؒ فرماتے ہیں: یہ کتاب فقہ شافعی کا انسائیکلو پیڈیا ہے، جو تمام ابواب فقہ پر مشتمل اور جامع ہے، یہ کتاب فقہاء شوافع کے درمیان مشہور و معروف اور مستند مراجع میں سے ہے۔ (البدر الطالع: ۱/۱۴۳)

علامہ ابن حجر الھیتمی م۹۷۴ھ نے ''ارشاد الغاوی'' کی دو شروحات لکھی ہیں۔ایک مفصل ''فتح الجواد بشرح الارشاد'' دوسری مختصر ''الامداد شرح الارشاد'' ہے۔شیخ کمال محمد بن شریف المقدسی م۹۰۳ھ نے اس کی شرح ''الاسعاد شرح الارشاد'' لکھی ہے، نیز علامہ

جوجری م۸۸۹ھ نے بھی ایک شرح لکھی ہے۔(مقدمہ الکتاب)

۲۳۔ابن العراقی:

احمد بن عبد الرحیم بن الحسین، ابوزرعہ ولی الدین ابن العراقی سے مشہور ہیں، قاہرہ میں ۷۶۲ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔آپ دیارِ مصر کے ائمہ شافعیہ میں سے ہیں، آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد محترم مشہور شافعی فقیہ ومحدّث حافظ زین الدین عراقی ۸۰۶ھ، ابن النقیب م ۷۶۹ھ، تاج الدین سبکی م ۷۷۷ھ، عبد الرحیم بن حسین الاسنوی وغیرہ ہیں۔حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: **الامام الحافظ شیخ الاسلام..... لم یخلف بعدہ مثلہ** (انباء الغمر :۸/۲۲) برہان حلبی فرماتے ہیں: آپ مصر وقاہرہ کے یکتائے روزگار فقیہ تھے اور آپ پر تمام لوگوں کو اعتماد تھا۔(ایضا) ابن ہدایہ فرماتے ہیں: ''**کان اعجوبۃ اھل زمانہ.**'' (تحریر الفتاوی:۱/۱۷) (**الضوء اللامع ۱/۳۳۶، البدر الطالع: ۱/۷۲، الاعلام للزرکلی : ۱/۱۴۴**).

۲۴۔علاّمہ شرف الدین المناوی:

نام: یحیی بن محمد بن محمد بن احمد، مناوی مصری، قاہرہ میں ۷۹۸ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، شافعی مسلک کے اصول وفروع میں رسوخ اور علمِ تفسیر وحدیث میں مہارتِ کاملہ حاصل فرمائی، فقہِ شافعی کے مفتی بہ اقوال کی وضاحت میں آپ کا اہم کردار ہے، قاہرہ میں ہی ۸۷۱ھ میں انتقال ہوا۔(**شذرات الذهب :ابن العماد الحنبلی: ۷/۵۳۴**)

درج بالا مسلک شافعی کی وہ عظیم شخصیات ہیں جنھوں نے فقہ شافعی کے دوسری تنقیح کے زمانہ (۶۷۶ تا۹۲۶ھ) میں فقہ شافعی کو حشو وزوائد سے پاک کرنے، اصول وفروعی مسائل واحکام میں راجح اقوال کو متعین کرنے اور فقہ واصول فقہ میں اہم تالیفات کو منظر عام پر لانے میں اہم کردار ادا کیا، تاریخ اسلام میں یہ دور (۶۷۶ھ تا۹۲۶ھ) عہد مملوکی سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس میں زیادہ تر غلاموں کی حکومت عالم اسلام میں رہی ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمیؒ اور علامہ شمس الدین رملیؒ کا فقہ شافعی کی دوسری تنقیح کے دوسرے اور اہم مرحلہ ۹۲۶ھ تا ۱۰۰۴ھ میں نمایاں کردار

اسلامی تاریخ کے مطابق ۹۲۳ھ تا ۱۳۴۲ھ میں عالم اسلام پر خلافت عثمانی کا شاندار دور رہا ہے، ماقبل میں تذکرہ آیا ہے کہ شافعیہ کے اکابر شیخین علامہ رافعیؒ اور علامہ نوویؒ نے اپنے سے پیشتر مسلک شافعی میں تصنیف کردہ فقہی کتابوں کو خوب کھنگال کر اور مستقل تحقیق وتدقیق کے بعد راجح اور مفتی بہ اقوال کو بیان فرمایا، اسی طرح شوافع کے اصاغر شیخین علامہ ابن حجر ہیتمی اور علامہ شمس الدین رملیؒ نے آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں پیش آنے والے جدید مسائل نیز اکابر شیخین علامہ رافعی ونوویؒ کے زمانہ کے بعد مختلف فیہ اقوال میں راجح اور مفتی بہ اقوال بیان فرمائے، تاکہ معلمین، مفتیان و قضاۃ نیز مصنفین فقہ اپنے درس وتدریس، فقہ وفتاوی، فیصلوں اور تصنیف وتالیف میں فقہ شافعی کے اعتبار سے مستند، متعین و مفتی بہ اقوال بیان کریں، پھر ان ائمہ شوافع یعنی علامہ ہیتمی اور علامہ رملیؒ کے بیان کردہ راجح و مفتی بہ اقوال کو ۱۰۰۴ھ سے ۱۳۳۴ھ میں خصوصی عنایات وتوجہات حاصل رہیں کہ مذکورہ زمانہ کے علماء وفقہاء شوافع نے ان اصاغر شیخین کی تصنیفات پر شروحات، حواشی ومختصرات تصنیف کرنے کے عظیم کارہائے نمایاں انجام دیئے۔(**التاریخ الاسلامی .العهد العثمانی :محمود شاکر ،ص:۵۵ وبعد**)

۱- علامہ ابن ہجر ہیتمیؒ اور مسلک شافعی کی دوسری تنقیح میں ان کا اہم کردار:

نام ونسب: احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی، کنیت: ابوالعباس، مصر کے مغربی علاقہ ''محلّہ ابوالہیتم'' میں آپؒ کی ولادت ۹۰۹ھ میں ہونے کی بناء پر آپؒ ہیتمی کے لقب سے مشہور ہوئے، بچپن میں قرآن کریم کو حفظ کرلیا، پھر علامہ نوویؒ کی منہاج کو زبانی یاد کیا، مصر کے شہر طنطا کے علماء سے ابتدائی علوم شرعیہ حاصل کئے، پھر علم حدیث، فقہ شافعی اور دیگر علوم شرعیہ عربیہ میں پختگی حاصل کرنے کے لئے قاہرہ کے عظیم اسلامی مرکز جامع ازہر مصر

تشریف لے گئے، وہاں شوافع کے اکابر علماء خصوصا شیخ زکریا انصاریؒ اور علامہ شہاب الدین رملیؒ اور دیگر علماء سے علوم وفنون کی خوشہ چینی فرمائی، اپنے شہر مصر سے کئی مرتبہ حج کے لئے تشریف لے گئے پھر مکہ مکرمہ کو آپؒ نے مستقل وطن بنایا اور وہیں پر ۹۷۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا، حرمین شریفین میں آپؒ نے فقہ شافعی کے مطابق درس وتدریس فقہ وفتاوی اور تصنیف وتالیف کی خوب خدمات انجام دیں، مختلف علاقوں سے مسائل آپؒ سے پوچھے جاتے تھے، عالم اسلام سے تشنگان علوم نبوت آپؒ کی خدمت اقدس میں تشریف لاتے، آپؒ کی شہرت اتنی ہوئی کہ حجاز ویمن کے علاقہ میں آپؒ ہی شوافع کے مرجع اول قرار پائے۔(**الكواكب السائرة بأعيان المائة العاشرة:نجم الدين الغزى ، ۱۰۱/۳**)

آپؒ کی تصنیفات: فقہ میں: **تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، المنهاج القويم شرح المقدمة الحضرمية** (جو کہ مسائل التعلیم سے معروف ہے)، **فتاوی مكية(فتاوى ابن هحر الهيتمي المكيؒ)**.

تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج کا تعارف:

تحقیق: عبداللہ محمود محمد عمر جلد: ۴ صفحات: ۲۱۳۶

اس پر دو حاشیے ہیں، ایک حاشیۃ الشروانی جو مفصل ہے، دوسرے حاشیہ ابن قاسم عبادی جو مختصر ہے۔(حواشی الشروانی والعبادی کے ساتھ طبع شدہ نسخہ ۱۳ جلدوں اور ۸۳۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔علامہ ابن احجر مکیؒ نے تحفۃ المحتاج کی تصنیف کا آغاز ۱۲/محرم الحرام ۹۵۸ھ کو شروع کیا ۲۷/ذوالقعدہ ۹۵۹ھ کو مکمل کیا ہے۔(حاشیۃ الشروانی:۶)

یہ فقہ شافعی کی انتہائی معروف ومشہور کتاب ہے جو فقہ شافعی کا مغز اور خلاصہ ہے۔ متاخرین شوافع کا اس کتاب پر سب سے زیادہ اعتماد ہے، اس کے حوالے فتاوی کو معتبر اور مستند بناتے ہیں، آج مسلکِ شافعی کے بیشتر مفتی بہ مسائل کا اسی کتاب پر دارومدار ہے۔

علماء وطلباء سب کو اس سے واقفیت ضروری ہے۔

مصنف کے پیش نظر—— انھوں نے اپنے خطبہ میں وضاحت کی ہے—— کہ اس کو متداول شروحات کی روشنی میں مرتب کیا جائے، اوران پر جو شبہات واعتراضات ہیں ان کا جواب دیا جائے اور اقوال وآراء (تحقیقات) کو بڑی تفصیل کیساتھ نہ بیان کیا جائے، دلیل واختلاف نیز علت وتعلیل میں گفتگو کو دراز نہ کیا جائے۔منہاج الطالبین کی سو سے زائد شروحات ہیں، صاحب مدخل کے مطابق ان تمام شروحات میں سب سے بہتر تحفہ ہے۔

کنز الراغبین میں فروعات کم ہیں، جب کہ تحفہ کثرت فروعات وجزئیات کی وجہ سے ممتاز ہے۔اس کی عبارت مغنی المحتاج اور نہایۃ المحتاج کے مقابلے میں ذرا دشوار ہے۔ تحفہ کی مرجعیت فقہاء شوافع کے یہاں مسلم ہے۔

لغوی وشرعی معانی کی وضاحت کی ہے، فقہاء کی آراء کو بیان کیا ہے اور پھر مفتیٰ بہ قول کو لیا ہے۔مصنف نے بے جا طویل کلام سے اعراض کیا ہے۔

علامہ شمس الدین رملیؒ اور فقہ شافعی کی دوسری تنقیح میں ان کی عظیم خدمات:

نام ونسب: محمد بن احمد بن حمزۃ رملی منوی مصری، لقب: شمس الدین۔شافعی صغیر سے مشہور ہے۔مصر کے ایک دیہات ''رملہ'' کی طرف نسبت کی وجہ سے آپؒ کو رملی کہا جاتا ہے، ٩١٩ھ میں قاہرہ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، آپؒ کے والد محترم علامہ شہاب الدین رملیؒ چونکہ اپنے زمانہ کے ماہر شافعی فقیہ تھے لہذا ان ہی کی گود میں علامہ رملیؒ نے تربیت پائی، آپؒ نے اپنے قوتِ حافظہ کی بنا پر قرآن کریم اور فقہ شافعی کے اکثر متون حفظ کر لئے، نحو، صرف اور دیگر علوم عربیہ میں خوب مہارت حاصل کی، خطیب شربینیؒ سے بھی آپؒ نے علم حاصل کیا، اپنے والد محترم کی وفات کے بعد آپؒ مصر میں شوافع کے مفتیٔ اعظم منتخب ہوئے، آپؒ کے زہد وتقوی اور علمی پختگی کی بناء پر لوگ احکام ومسائل شرعیہ میں آپؒ پر اعتماد فرماتے تھے، بعض حضرات تو آپؒ کو دسویں صدی ہجری کا مجدد امت قرار دیتے ہیں، قاہرہ میں ١٠٠٤ھ میں

آپؒ کی وفات ہوئی۔(**البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع: محمد بن علی الشوکانی، ٢/٣٣**)

آپؒ کی تصنیفات: فقہ میں **نهاية المحتاج الى شرح المنهاج، غاية البيان فی شرح زيد ابن رسلان، شرح التحرير لزكريا الانصاری، شرح الايضاح فی مناسک الحج للنووی، شرح العقود فی النحو.**

نهاية المحتاج الى شرح الفاظ المنهاج کا تعارف:

تحقیق: محمد عبد القادر عطا، جلد: ٨، صفحات: ٣٩٠٢، مطبع: دار الکتب العلمیہ

یہ امام نوویؒ کی ''منہاج الطالبین'' کی بہترین شرح ہے، منہاج کی پہلے درجہ کی چار شروحات میں اس کا شمار ہے، متأخرین کے یہاں مسائل وفتاوی کے باب میں یہ کتاب انتہائی مستند ومقبول ہے، علماء ومفتیانِ شوافع کثرت سے اس کے حوالے دیتے ہیں، عموماً یہ اپنے دو بلند پایہ حاشیوں کے ساتھ چھپتی ہے(١) **حاشية ابی الضياء نور الدين علی بن علی الشبراملسی** (٢) **حاشية أحمد بن عبدالرزاق بن محمد بن أحمد المغربی الرشيدی.**

امام رملیؒ متأخرین میں ہیں، اس لئے انھوں نے متقدمین کی کتابوں، نیز اپنے ہم عصر علماء جیسے امام ابن حجر مکیؒ کی ''تحفۃ المحتاج'' وغیرہ سے خوب استفادہ کیا ہے۔

خصوصیت: یہ ایک جامع ومتوسط شرح ہے۔احکام وجزئیات کا تفصیلی بیان ہے، اس وجہ سے جزئیات کی کثرت ہے۔معتمد ومفتی بہ اقوال کو ذکر کرنے کا اہتمام کیا ہے۔اختلاف کی صورت میں امام نوویؒ کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔بعض مسائل میں اپنے والد امام شہاب الدین رملیؒ اور دیگر مشائخ کے فتاوی ذکر کئے ہیں۔امام ابن حجر مکیؒ کی ''تحفۃ المحتاج'' اور علامہ خطیبِ شربینیؒ کی ''مغنی المحتاج'' کے بعد نہایہ کی تصنیف ہے، ذوالقعدہ ٩٦٣ھ میں کتاب کو شروع فرمایا اور ٩٧٣ھ کو اختتام عمل میں آیا۔(**حاشية**

الشـــروانـــی: ٦) صاحب نہایۃ نے کتاب کے پہلے چوتھائی حصہ میں خطیب شربینی کی متابعت کی ہے اور تحفۃ المحتاج اور اپنے والد کے فوائد سے اس کو آراستہ کیا ہے۔ اس لئے اکثر جگہ رملی نے ابن حجر کی مخالفت اپنے والد شہاب الدین کی متابعت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے آپ مغنی، نہایہ اور تحفہ کی عبارتوں میں توافق پائیں گے اور یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہے، اور آخری تین ربع میں تحفۃ المحتاج کی موافقت کی ہے۔ **(مقدمہ نہایۃ المطلب : ۲۱٦ محمد عثمان)**

مذکورہ دونوں عظیم شخصیات نے فقہ شافعی کی تنقیح میں اہم کردار ادا کیا ہے، اسی لئے ان کے بعد کے زمانہ کے علماء وفقہاء نے مسلک شافعی کے راجح اور مفتی بہ اقوال کے سلسلہ میں علامہ ہیتمی اور علامی رملیؒ پر اعتماد فرمایا۔

فقہِ شافعی کی پہلی
اور دوسری تنقیح کے مابین کچھ واضح فرق

فقہ شافعی کی اس دوسری تنقیح اور پہلی تنقیح (٦٧٦ ھ تا ۱۰۰۴ھ) کے مابین تین واضح فرق رہے ہیں۔

۱- پہلا فرق: علامہ ہیتمیؒ اور علامہ رملیؒ دونوں ایک دوسرے کے ہم زمانہ رہے ہیں، دونوں مستقلا فقہ شافعی کے اعتبار سے احکام و مسائل جمع فرماتے، نیز اپنے سے سابق کتابوں میں موجود احکام ومسائل میں راجح و مفتی بہ اقوال مستقلا جمع فرمائے، ان دونوں نے اپنے فقہی اجتہادات کی بناء ایک دوسرے پر نہیں رکھی، اس کے برخلاف پہلی تنقیح میں علامہ نوویؒ نے اپنے فقہی اجتہادات وکاوشوں کی بناء امام رافعیؒ کے اجتہادات پر رکھی، اس لئے کہ امام نوویؒ، علامہ رافعیؒ کے آٹھ سال کے بعد پیدا ہوئے، خود امام نوویؒ کی روضۃ الطالبین میں علامہ رافعیؒ کی کتاب (العزیز شرح الوجیز) الشرح الکبیر کا اختصار ہے، نیز منہاج الطالبین

میں امام رافعی کی کتاب المحرر کا اختصار ہے۔

۲- دوسرا فرق: امام نوویؒ اور علامہ رافعیؒ نے اپنے اجتہادات کا محور حضرت امام شافعیؒ کے بعد سے اپنے زمانہ تک کے فقہاء شوافع کی فقہی تالیفات یعنی تقریبا چار صدیوں کی فقہی تالیفات وتصنیفات کو بنایا کہ ان میں منتشر بہت سے شاذ و مرجوح مسائل میں سے راجح اور مفتی بہ اقوال متعین فرما کر امت مسلمہ کے لئے سہولت پیدا کردی، اس کے برعکس علامہ ہیتمیؒ اور علامہ رملیؒ نے اپنی تحقیق واجتہادات کا محور امام نوویؒ کے بعد کے علماء فقہاء مجتہدین کی فقہی کتابوں کو بنایا۔

۳- تیسرا فرق: علامہ نوویؒ اور علامہ رافعیؒ نے اپنی فقہی تحقیقات میں کسی ایک یا چند فقہاء کی تحقیقات سے تعرض نہیں کیا، بلکہ انہوں نے حضرت امام شافعی اور اپنے زمانہ کے مابین چار صدیوں میں تصنیف وتالیف شدہ فقہ شافعی کی عمومی کتابوں کو اپنی تحقیقات کا مظہر بنایا، جبکہ علامہ ہیتمیؒ اور علامہ رملیؒ نے اپنی تحقیقات میں امام نوویؒ اور علامہ رافعیؒ کی فقہی تصانیف کو ہی زیادہ مظہر بنایا ہے، کہ جن مسائل میں اکابر شیخین شوافع کا اختلاف رہا، ان میں انہوں نے راجح اور مفتی بہ قول کو متعین کردیا، اسی طرح زمانہ کے اعتبار سے پیش آنے والے نئے مسائل جن کا تذکرہ اکابر شیخین کی کتابوں میں نہیں ہے، ان میں بھی مفتی بہ قول کی تعیین فرمائی ہے۔ **(المدخل الی مذہب الامام الشافعی: دکتور اکرم القواسمی ۴۱۸،)**

لہذا مسلک شافعی کی تنقیح اول اور تنقیح ثانی کے مابین درج بالا تین عظیم فرق ہیں، فقہ شافعی کی ترویج وترقی کا یہ دور جو حضرت امام نوویؒ کی وفات ٦٧٦ ھ سے شروع ہو کر امام شمس الدین رملیؒ کی وفات ۱۰۰۴ھ تک کے زمانہ پر پھیلا ہوا ہے جس میں مسلک شافعی کی دوسری تنقیح کے اہم کارنامے انجام پائے، اسمیں فقہ شافعی میں تصنیف و تالیف شدہ کتابوں میں مسلک شافعی کے مسائل و احکام ذکر کر کے انہیں ادلۂ شرعیہ کے ذریعہ پختہ

کیا جاتا اور دیگر مسالک کے احکام و مسائل سے تعرض بہت کم ہوتا اور اگر کہیں ہوتا بھی تو مناقشہ کے طرز پر انہیں ذکر کر کے ادلۂ شریعہ سے ان کی وجہ بطلان ورد کو پیش کیا جاتا یعنی مذہب شافعی کے راجح اور مفتی بہ اقوال بیان ہوتے تاکہ فقہ وفتاوی اور قضاء میں معتمد اقوال کو اختیار کیا جاسکے، البتہ اس دور میں بھی بعض محدثین شوافع نے اپنی تصنیفات وتالیفات میں ایک فن اسلوب اختیار کیا جس میں فقہ تفسیر اور حدیث کی جھلک نمایاں تھی۔جن میں نمایاں طور پر ہیں: علامہ ابن دقیق العید، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ۔(**تاریخ التشریع الاسلامی :شیخ علی محمد معوّض و شیخ عادل أحمد عبدالموجود ۲/ ۲۶۵۔۲۶۷**)

مذکورہ حضرات نے فقہ شافعی کی تصنیفات میں فقہ وحدیث کا امتزاج اس حسن کے ساتھ نمایاں پیش کیا کہ دنیا عش عش کر بیٹھی، جن میں سے بعض محدثین اور اس زمانہ میں خدمات انجام دینے والے چن فقہاء کا مختصر تعارف ہے:

۱- امام ابن دقیق العیدؒ:

نام ونسب، محمد بن علی بن وہب بن مطیع، لقب: تقی الدین، کنیت: ابوالفتح، آپؒ کے والدین سفر حج میں تھے، اسی موقع پر ۶۲۵ھ میں حجاز کے بحر احمر کے ساحل پر علامہؒ کی ولادت ہوئی، طلب علم کی خاطر دمشق، اسکندریہ اور قاہرہ کے علمی اسفار کئے، آپؒ نے علم حدیث اور فقہ مالکی میں خوب پختگی حاصل فرمائی پھر مسلک شافعی کی طرف منتقل ہوئے، علامہ عزالدین بن عبدالسلامؒ سے فقہ شافعی کے احکام و مسائل اور اصول وفروع کا وافر علم حاصل کیا، اور آپؒ نے فقہ مالکی وفقہ شافعی دونوں کے مطابق افتاء وتصنیف کے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، ۶۹۵ھ سے قاہرہ میں اپنی وفات تک یعنی ۷۰۲ھ تک مصر کے قاضی القضاۃ جیسے عظیم منصب پر فائز رہے، علامہ ابن دقیق العیدؒ علوم عربیہ شرعیہ خصوصاً فقہ وحدیث میں پختہ ہونے کے ساتھ اعلیٰ درجہ کے عابد وزاہد اور متقی وپرہیزگار رہے ہیں۔(**ابن دقیق العید ،عصرہ**

وحیاته و علومه و أثره فی الفقه :محمد رامز العزیزی ،ص: ۶۳ و بعد)

آپؒ کی عظیم تصنیفات: اصول فقہ میں: **شرح مقدمة المطرزی**، فقہ شافعی میں: **شرح مختصر الشدیزی**، علم حدیث میں **الاقتداح فی بیان الاصطلاح**، آپ کی سب سے زیادہ معرکۃ الآراء تصنیف عمدۃ الأحکام کی شرح احکام الأحکام ہے جس میں آپؒ نے محدثین کے طرز پر صحیحین کی احادیث کی روشنی میں دیگر مسالک ومکاتب فقہ پر فقہ شافعی کو دلائل شرعیہ کی روشنی میں راجح قرار دیا ہے۔

۲- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ:

نام ونسب: احمد بن علی بن محمد بن محمد عسقلانیؒ، لقب: شہاب الدین، کنیت: ابو الفضل، ابن حجر سے مشہور ہے، ان کے خاندان کا اصل تعلق فلسطین کے شہر عسقلان سے ہے، قاہرہ میں آپؒ کی ولادت ۷۷۳ھ میں ہوئی، بچپن میں ہی آپؒ کے والدین وفات پاچکے تھے تو وصی کے ذریعہ آپؒ کی پرورش وتربیت ہوئی، آپؒ نے بچپن میں ہی قرآن کو حفظ کرلیا اور قاہرہ میں اپنے زمانہ کے اکابر علماء سے علم حاصل فرمایا، جب آپؒ کی علمی تشنگی بڑھی تو آپؒ نے شام، حجاز اور یمن کے علاقوں کے اسفار کئے، وہیں پر آپؒ نے علم حدیث اور فقہ شافعی میں خوب مہارت حاصل کی، علم حدیث میں آپؒ کو عالی سندیں حاصل تھیں، راویوں ورجال حدیث کے حالات وکوائف کے جاننے میں آپؒ کو خصوصی مہارت حاصل تھی، آپؒ کو قاہرہ اور اطراف کے علاقوں کا متعدد مرتبہ قاضی متعین کیا گیا، حافظ ابن حجرؒ کا قاہرہ میں ۸۵۲ھ میں انتقال ہوا۔(**نظم العقیان فی أعیان الأعیان :حافظ جلال الدین سیوطی ،ص: ۴۵۔۵۳**)

آپؒ کی اہم تصنیفات: اسماء رجال میں: **تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمة الأربعة، لسان المیزان، تہذیب التہذیب، توالی التاسیس لمعالی محمد بن ادریس، التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر،**

فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، بلوغ المرام فی احادیث الاحکام.

۳- حافظ جلال الدین سیوطیؒ:

نام ونسب: عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن سابق الدین الخضری السیوطی:، لقب جلال الدین، قاہرہ میں آپؒ کی ولادت ۸۴۹ھ میں ہوئی، آپ کی عمر کے پانچویں سال میں والد صاحبؒ کا انتقال ہوا، بچپن میں قرآن کریم کو آپؒ نے حفظ کرلیا، پھر حصول علم کی خاطر آپؒ نے محنت فرمائی، اپنے زمانہ کے مصر کے اکابر علماء سے آپؒ نے فیض پایا، شام، حجاز، یمن اور مغرب کے علاقوں کا سفر کیا، علم حدیث میں روایۃً ودرایۃً آپؒ نے مہارت حاصل کی اور مسلک شافعی کے اصول وفروع میں باریکی حاصل کی، علم تفسیر، علوم قرآن، علوم عربیہ خصوصا علم لغت میں آپؒ نے مرجع خلائق کا درجہ حاصل فرمایا، اپنی عمر کے چالیسویں سال میں آپؒ نے قاہرہ کے اطراف دریائے نیل کے قریبی علاقہ میں گوشہ نشینی اختیار فرما کر اپنے آپ کو مکمل تصنیف وتالیف کے لئے فارغ فرمایا، خلوت نشینی کے اس دور میں آپؒ نے مکمل انہماک کے ساتھ چھ سو سے زائد چھوٹی بڑی اہم کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں بعض طبع ہو کر منظر عام پر آچکیں اور خوب مقبولیت تامہ حاصل کیں، تو بعض ابھی مخطوطات کی شکل میں منتظرِ طبع وتحقیق ہیں، علوم وفنون کا یہ بحر بے کنار ۹۱۱ھ میں تھم گیا۔

آپؒ کی اہم تالیفات: **الاتقان فی علوم القرآن، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، مختصر روضة الطالبین للنووی، شرح التنبیه للشیرازی، الأشباه والنظائر فی قواعد و فروع الشافعیة، تاریخ الخلفاء، الرد علی من اخلدالی الارض وجهل ان الاجتهاد فی کل عصر فرض، تقریر الاستناد فی تفسیر الاجتهاد.(النور الأبهر فی طبقات شیوخ الأزهر :محی الدین الطمعی ،ص: ۷۰)**

۴۔ امامِ مزجّد:

ولادت: ۸۴۷ھ، وفات: ۹۳۰ھ، نام: أحمد بن عمر، لقب: صفی الدین مذحجی زبیدی، فقہ میں آپ کو خصوصی امتیاز حاصل تھا، آپ کی تصنیفات: (۱) العباب فی الفقہ (۲) تحفۃ الطلاب (۳) منظومۃ الارشاد، (**شذرات الذهب: ۸/۱۷۰**)

آپ کی اہم تالیف "العُبَاب المحیط" کا تعارف: جلد: ۴ دار المنہاج

یہ امام نووی رحمہ اللہ کی شہرۂ آفاق کتاب "روضہ الطالبین وعمدۃ المفتین" کا خلاصہ ہے، جس میں مصنفؒ نے اپنی کتاب "تجرید الزوائد" کا اضافہ کیا ہے، اور "العباب" کو نادر وبیش بہا فوائد سے آراستہ کیا ہے۔ مصنف مقدمہ میں لکھتے ہیں: "اس کتاب میں مذہب کی اکثر جزئیات کو جمع کیا ہے، اس کے نوادرات سے مسائل کو جمع کیا ہے، اس کے جواہر اور موتیوں کو ایک لڑی میں پرویا ہے، نیز میں نے روضۃ الطالبین کا خلاصہ، مزید فوائد واضافہ کے ساتھ پیش کیا ہے، جس کو میں نے أصحاب شوافع کی کتابوں سے اخذ کیا ہے اور اس کے گودے سے چھلکا اتار کر، علم کا ذوق وشوق رکھنے والے طلباء کے ذہن و دماغ سے اس کو قریب کیا ہے، امام رافعی ونووی کی تحقیقات کو راجح قرار دے کر اور ان کے درمیان اختلاف کی صورت میں امام نوویؒ کی ترجیحات کو راجح قرار دیا ہے، اور اگر ان حضرات سے کہیں کوئی چوک ہوئی ہے تو اکثر وبیشتر اس پر تنبیہ کی ہے۔" (**مقدمه الکتاب: ۵۹**)

اس کتاب کا امعانِ نظر سے مطالعہ کرنے والوں کو یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ مصنف نے کس قدر عرق ریزی اور دقت نظر سے مسائل کو جمع کیا ہے اور بڑی تلاش وجستجو کے بعد اتنے اعلی پائے کی کتاب ترتیب دی ہے، یہ پورا مغز ہی مغز ہے، اور اتنی ساری جزئیات یکجا بمشکل چند کتابوں میں مل سکیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی حلقہ فقہائے شوافع میں بڑی اہمیت رہی ہے اور ان کا اتفاق ہے کہ یہ فقہ شافعی کی عمدہ ترین اور امام شافعی اور فقہائے شوافع کے اقوال وآراء کی جامع ترین کتاب ہے۔ (**النور السافر: ۱۹۷**)

شروحات وحواشی: کتاب کی نافعیت کی وجہ سے اس کی بہت سی شروحات لکھی گئی ہیں: امام ابن حجر ہیتمیؒ (۹۷۴ھ) کی مفصل اور جامع شرح "**الایعاب**" جو "**کتاب الوکالۃ**" تک ہے، امام ابوالحسن بکری (۹۹۳ھ) کی دو شرحیں ہیں، ایک مفصل دوسرے مختصر۔ امام طنبداوی أحمد بن الطیب البکری (۹۴۸) نے ایک حاشیہ لکھا ہے۔ امام شمس الدین الرملی (۱۰۰۴ھ) کا ایک حاشیہ ہے، علامہ عبدالرؤف المناوی (۱۰۳۱ھ) کی ایک شرح "**اتحاف الطلاب بشرح کتاب العباب**" کتاب النکاح تک ہے ان کا ایک ناتمام حاشیہ اور ایک ناتمام مختصر "جمع الجوامع" کے نام سے ہے۔" علامہ محمد بن أحمد شوبری (۱۰۶۹ھ) کا ایک حاشیہ ہے۔ امام ابن عرّاق علاء الدین علی بن محمد الکنانی ۹۶۳ھ کی ایک ناتمام شرح ہے۔(**العباب**: ۱/۴۴-۴۵)

مصنف کا منہج: مصنف نے درمیانی راہ اختیار کی ہے، نہ تو اتنی طویل ہے کہ اکتاہٹ محسوس ہو، نہ اتنی مختصر ہے کہ مطلوب واضح نہ ہو۔ ابن المقری کی "**روض الطالب**" سے اضافہ کے ساتھ اس میں مسائل کو جمع فرمایا ہے اور اپنی کتاب میں "**روضۃ الطالبین**" اور "**الشرح**"، وغیرہ معتبر کتابوں سے توضیحات کا اضافہ فرمایا ہے۔ اپنی کتاب "**تجرید الزوائد**" سے اس میں فروعات کا اضافہ فرمایا ہے۔ جدید مسائل کے حل کے لیے دیگر کتابوں کی طرف رجوع فرمایا ہے۔ امام نووی کی دیگر کتابوں "**منہاج الطالبین**"، "**المجموع**" "**الفتاوی**"، "**التحقیق**" وغیرہ سے جزئیات کو لیا ہے۔ أردبیلی کی "**الانوار لأعمال الابرار**" امام ماوردی کی "الحاوی" امام بغوی کی "**التھذیب**" اور "**تعلیقہ**"، "فتاوی قاضی حسین"، امام الحرمین کی "**نہایۃ المطلب**"، امام رویانی کی "**البحر**" اور "**الوسیط**" اور اس کی شروحات نیز احیاء العلوم سے استفادہ کیا ہے۔

ترتیب کتاب: امام نووی ہر باب کے آخر میں ایک فصل لاتے ہیں، جس میں

مختلف مسائل بیان کرتے ہیں، امام ابن المقری نے "روض الطالب" میں اس کی اتباع کی ہے، امام مزجدؒ اپنی کتاب میں یہ فصل نہیں لاتے، بلکہ ہر مسئلہ کو ان فصول کی طرف لوٹا دیتے ہیں جن پر وہ متفرع ہوئے ہیں۔

۵۔ علامہ عمیرہ:

متوفی: ۹۵۷ھ، شہاب الدین أحمد برلسی مصری، عمیرہ کے لقب سے مشہور ہیں، عالم، زاہد وعابد اور مشہور شافعی فقیہ گذرے ہیں۔ آپ کے حواشی کافی مقبول ہیں۔ (**شذرات الذھب فی أخبار من ذھب**: ۸/۳۱۶)

ملاحظہ: تنقیح کے موجودہ دوسرے زمانہ (۶۷۶ھ تا ۱۰۰۴ھ) میں مسلک شافعی میں فن اصول فقہ، قواعد فقہیہ اور الأشباہ والنظائر پر عظیم و وقیع کتابیں فقہ شافعی کی اہم ومستند شخصیات کی طرف سے سامنے ائیں، یہ امر بھی مسلک شافعی کی ترویج وترقی کا ذریعہ ثابت ہوا، جیسے ۱- قاضی بیضاویؒ کی کتاب "**منہاج الوصول الی علم الأصول**، ۲- امام صدر الدین بن وکیل مصری شافعیؒ کی **الاشباہ والنظائر**، ۳- علامہ ابوسعید العلائی شافعیؒ کی کتاب "**المجموع المذھب فی قواعد المذھب**"، ۴- **الأشباہ والنظائر لتاج الدین السبکیؒ**، ۵- **الأشباہ والنظائر لابن الملقن الشافعی**، ۶- اور اس قبیل کی سب سے معرکۃ الآراء تصنیف "**الاشباہ والنظائر للامام السیوطیؒ**. (**القواعد الفقھیۃ: یعقوب الباحسین، ۹۰.۹۹**)

فقہ شافعی کی ترویج واشاعت کا پانچواں دور ۱۰۰۴ھ تا ۱۳۳۵ھ مسلک کی پہلی اور دوسری تنقیح میں تصنیف شدہ کتابوں پر حواشی، شروحات، تعلیقات وتحقیقات لکھنے کی خدمات

تاریخ اسلامی کا یہ وہ اہم دور ہے جس میں عالم اسلام پر ''عثمانی ترکوں'' کی حکومت وخلافت رہی، جنہوں نے مسلک حنفی کو اپنی خلافت وسلطنت کا رسمی وآئینی مسلک قرار دیا، ان کے زمانہ میں دینی اعتبار سے ''شیخ الاسلام'' کا عہدہ بہت عظیم منصب تھا، کہ حکومتِ اسلامی میں انہیں کے فتاوی چلتے تھے، حکومت میں دینی، علمی، تدریسی وتصنیفی اور فقہ وفتاوی اور قضاء کی تمام ذمہ داریوں کا تعین انہیں کے مشورے سے ہوتا تھا، اس منصب پر خلافت عثمانیہ کے محیط وطویل دور میں تقریباً ۱۳۰ر شیخ الاسلام اہم شخصیات گذری ہیں، جن کا تعلق تقریباً فقہ حنفی سے تھا، جن میں اولین شیخ الاسلام علامہ شمس الدین فناری حنفیؒ (متوفی ۸۲۸ھ) تو آخری شیخ الاسلام علامہ محمد زاہد الکوثریؒ (متوفی ۱۳۷۱ھ) رہے ہیں۔(**التاريخ الاسلامي .العهد المملوكي : محمود شاكر ،ص:۱۰۳ وبعد**)

خلافت عثمانیہ میں سرکاری طور پر افتاء وقضاء فقہ حنفی کے مطابق ہی انجام پاتے تھے، حتی کہ خلافت عثمانیہ کا آئین بھی فقہ حنفی کے مطابق ترتیب دیا گیا، تو ظاہر سی بات ہے کہ اس دور میں فقہ شافعی کو زیادہ ترویج واشاعت کا موقع حاصل نہ ہوا، البتہ خلافت عثمانیہ کے اہم علاقہ مصر، شام، حجاز، شمالی عراق نیز قزاحستان، ازبکستان، تاجکستان، ایران کے کچھ علاقوں پر مشتمل وسط ایشیاء کا علاقہ، اسی طرح جنوب مشرق ایشیاء یعنی انڈونیشیا، ملیشیا، تھائی لینڈ، فلپین، سری لنکا، ہندوستان کے جنوب مغربی علاقوں میں شوافع کی ایک بڑی تعداد سکونت پذیر تھی، اور حنفیہ کے بعد غالب ترین اکثریت شوافع کی تھی، ایسے وقت میں بہت سے علماء شوافع نے فقہ شافعی کی تنقیح اول اور تنقیح ثانی کے زمانہ میں تصنیف شدہ کتابوں کے مختصرات، شروحات اور حواشی لکھنے کا خوب اہتمام فرمایا۔(**الدولة العثمانيه .تاريخ وحضارة**

:دکتور أكمل الدين أوغلي ، ۱/۱۷۴،۷۷۴،جهود تقنين الاسلامي:وهبة الزحيلي ،ص: ۲۹)

خصوصاً انہوں نے علامہ رافعیؒ، امام نوویؒ، علامہ ہیتمیؒ اور علامہ رملیؒ کی فقہی تصانیف کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا، علامہ رملیؒ کے بعد ان کے زمانہ میں پیش آنے والے جدید فروعی مسائل میں راجح ومفتی بہ اقوال کی تعیین فرمائی، جن مسائل میں اصاغر شیخین شوافع کا اختلاف رہا، ان میں سے بعض میں راجح قول کی تعیین فرمانے کا اہتمام کیا۔(**المدخل الفقهي العام :مصطفى أحمد الزرقا، ۱/۲۴۰**)

اس دور کے اہم شافعی فقہاء:

۱-علامہ قلیوبیؒ:

نام ونسب: احمد بن احمد بن سلامہ، لقب: شہاب الدین، کنیت: ابو العباس، مصر کے مشرقی سرحد کے قریب بستی قلیوب کے باشندہ ہونے کی وجہ سے آپ کو قلیوبی کہا جاتا ہے، ابتدائی زمانہ میں علم طب میں مشغول ہو کر اس میں تصنیف بھی فرمائی ہے، پھر فقہ شافعی کی تعلیم وتعلم میں اس قدر انہماک حاصل کیا کہ اپنے زمانہ میں مصر میں عظیم شافعی فقیہ کہلائے، مصر میں آپؒ کا انتقال ۱۰۶۹ھ میں ہوا۔(**الأعلام للزركلي ، ۱/۹۲**)

آپؒ کی تصنیفات: ۱- **النبذة اللطيفة في بيان مقاصد الحجاز ومعالمه الشريفة**، ۲-علامہ رافعیؒ کی عظیم تصنیف: التحریر پر جو شیخ زکریا انصاریؒ نے شرح لکھی ''شرح التحریر'' اس پر حواشی کا عظیم کام علامہ قلیوبی نے فرمایا، جو ''**فتح القدير**'' سے معروف ہے۔ ۳-**حاشية القليوبي على شرح متن الغاية والتقريب لابن القاسم**، ۴-علامہ نوویؒ کی منہاج الطالبین کی امام جلال محلیؒ نے جو کنز الراغبین کے نام سے شرح لکھی اس پر حواشی علامہ قلیوبیؒ نے لگائے، یہ حواشی عموماً علامہ شہاب الدین برلسی کے حواشی کے ساتھ مطبوعہ ہیں، جو کتاب ''**حاشيتا القليوبي و عميرة على كنز**

الراغبین‘‘ سے معروف ہے اور متأخرین شوافع میں مفتی بہ ومعتمد علیہ کتاب ہے۔

۲۔علامہ شوبریؒ:

ولادت: ۱۱؍رمضان ۹۷۷ھ، وفات: ۱۶؍جمادی الاولی ۱۰۶۹ھ

نام: محمد بن أحمد، لقب: شمس الدین خطیب، شوبری مصری، علامہ شمس الدین رملیؒ کی خدمت میں آٹھ سال رہ کر فقہ وعلومِ اسلامیہ میں خوب مہارت حاصل کی، پھر آپ جامع ازھر مصر میں تعلیم وتعلم اور فقہ وفتاوی میں مشغول ہوئے، آپ کی طرف عوام وخواص کا خوب رجوع تھا، اپنے زمانہ میں شوافع کے عظیم الشان فقیہ کہلائے، آپ کی تصنیفات: (۱) **حاشیة شوبری علی شرح المنهج**، (۲) **حاشیة شوبری علی العباب** (۳) **حاشیة شوبری علی شرح الأربعین لابن حجر مکی** (۴) **حاشیة شوبری علی شرح التحریر**، (**خلاصة الأثر: ۳۸۵.۳۸۶**)

۳-علامہ شبراملسیؒ:

نام: علی بن علی، لقب: نور الدین، کنیت: ابو الضیاء، مصر کے مغربی علاقہ کے شہر شبراملس میں ۹۹۷ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، مصر کی عظیم یونیورسٹی جامع ازہر قاہرہ میں پروان چڑھے، فقہ شافعی میں ایسی گہرائی حاصل فرمائی کہ اپنے زمانہ میں جامع ازہر کے مرجع الشافعیة کہلائے، بہت سے ذہین وذکی طلبہ وعلماء نے آپؒ سے فیض علم وعمل پایا، آپؒ کا انتقال قاہرہ مین ۱۰۸۷ھ میں ہوا، جامع ازہر مصر میں تمام خواص وعوام نے آپؒ کی نماز جنازہ پڑھی۔(**النور الأبهر فی طبقات شیوخ االجامع الأزهر: محی الدین الطمعی، ص: ۸۹**)

آپؒ کی تصنیفات: **حاشیة علی شرح المقدمة الجزریة فی التجوید، اصول فقہ میں حاشیة علی شرح ابن قاسم للورقات لامام الحرمین الجوینی، ۳-حاشیة الشبراملسی علی النهایة للرملی** جوکہ نہایۃ المحتاج کے

ساتھ چھپا ہے، متاخرین شوافع کے نزدیک یہ بھی مفتی بہ کتاب ہے۔

۴-علامہ کردی شافعیؒ:

نام: محمد بن سلیمان، دمشق میں آپ کی ولادت ۱۱۲۷ھ میں ہوئی، ایک سال کی عمر میں آپؒ کو آپؒ کے خاندان والے مدینہ منورہ لے گئے، جہاں آپ نے اکابر علماء سے علمی و فقہی فیض حاصل فرمایا، دیگر علوم شرعیہ کے مقابلہ میں آپ کو فقہ شافعیؒ سے خصوصی دلچسپی رہی ہے، فقہ شافعی کے اصول وفروع میں خوب واقفیت پانے کے بعد آپؒ اپنی سن وفات ۱۱۹۴ھ تک مدینہ منورہ میں فقہ شافعی میں منصب افتاء کی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دے رہے تھے۔

آپؒ کی عظیم تصانیف: ۱۔علامہ ابن حجر مکی کی **تحفة المحتاج** میں موجود کتاب الفرائض والمواریث کی شرح جو شرح **فرائض التحفة** سے مشہور ہے، ۲-علامہ ہیتمیؒ کی شرح المقدمۃ الحضرمیۃ پر آپؒ نے دو حاشیئے تالیف فرمائے، **کتاب الفوائد المدنیة فیمن یفتی بقوله من ائمة الشافعیة، عقود الدرر فی بیان مصطلحات ابن حجر** اور دیگر بھی چند اہم تصانیف ہیں۔(**سلک الدرر فی أعیان القرن الثانی عشر: ابو الفضل المرادی، ۴/۱۲۴**)

۵-علامہ سلیمان جملؒ:

نام: سلیمان بن عمر بن منصور، کنیت: ابوداود، مصر کے مغربی سرحدی علاقہ کی ایک بستی عجیل میں آپؒ کی ولادت بارہویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی، آپؒ نے مصر کے عظیم ادارہ جامع ازہر قاہرہ میں شرعی علوم میں مہارت پائی، خصوصا فقہ شافعی میں ایسا تبحر حاصل فرمایا کہ اپنے زمانہ میں مشیخیت کا درجہ حاصل ہوا، علامہ جملؒ کی وفات قاہرہ مین ۱۲۰۴ھ میں ہوئی۔(**الأعلام للزرکلی، ۶/۱۳۱**)

آپؒ کی تصانیف: ۱. **الفتوحات الالهیة بتوضیح تفسیر الجلالین بالدقائق**

الخفية جو كه حاشية الجمل على تفسير الجلالين سے مشہور ہے، ۲۔**فقه ميں حاشية الجمل على شرح المنهج** جو کتاب متاخرین شوافع کے نزدیک مفتی بہ ومعتمد علیہ کتاب ہے۔

تعارف: **حاشية الجمل على شرح المنهج**

تعلیق وتخریج: شیخ عبدالرزاق مہدی، جلد:۸، صفحات:۴۶۵۶، دارالکتب العلمیۃ بیروت

یہ علامہ زکریا انصاری کی کتاب ''فتح الوہاب بشرح منہج الطلاب'' کا حاشیہ ہے، جس میں مصنف نے حاشیہ رملی، حاشیہ برماوی، حاشیہ شبراملسی، حاشیہ ابن قاسم، حاشیہ شوبری، حاشیہ زیادی وغیرہ دیگر کتابوں سے تلخیص کر کے نقل کیا ہے، اس طرح یہ حاشیہ بہت سی کتابوں سے مستغنی کر دیتا ہے۔

اسلوب وانداز: مصنف نے ابواب فقہیہ پر اس کو ترتیب دیا ہے۔ دیگر مذاہب کے ساتھ مناقشہ نہیں کیا ہے۔ جگہ جگہ ''الفرع'' اور ''فائدۃ'' کے عنوان کے تحت مسائل کو بیان کیا ہے۔ عبارت کو واضح کیا ہے، مسائل کو اچھی طرح منقح کیا ہے۔

خصوصیت: یہ حاشیہ بہت سے حواشی اور کتابوں سے تلخیص کر کے لکھا گیا ہے، اس لیے بہت سی کتابوں سے مستغنی کر دیتا ہے۔ آج اس کتاب کا شمار فقہ شافعی کی مستند ومعتمد کتابوں میں ہوتا ہے، اس لیے متاخرین اپنے فتاوی وغیرہ میں اس کا حوالہ دیتے ہیں۔

۶۔ علامہ سلیمان بجیرمی مصری:

نامؒ: سلیمان بن محمد بن عمر، مصر کے مغربی سرحدی علاقہ کی اہم بستی ''بجیرم'' میں ۱۱۳۱ھ میں ولادت ہوئی، آپؒ نے مصر کے جامع ازہر قاہرہ میں فقہ شافعی میں خوب مہارت حاصل فرمائی، آپ کی اہم تصنیف تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب جو کہ حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب سے مشہور ہے، اور خطیب شربینی کی معرکۃ الآراء فقہی کتاب ''الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع'' کی بہترین شرح ہے۔ (معجم المؤلفین: عمر رضا کحالۃ، ۱/۷۹۷)

آپ کی فقہی تالیفات کا تعارف:

(۱) حاشيه البجيرمی على الاقناع

اشراف: مکتب البحوث والدراسات جلد:۴ صفحات: ۱۹۹۰، دارالفکر بیروت۔

کتاب الاقناع کا یہ بڑا مشہور حاشیہ ہے، اس کی اہمیت وافادیت متاخرین فقہاء کے یہاں مسلّم ہے۔ عبارت کو حل کرنے کی اچھی کوشش کی ہے۔ جزئیات کی کثرت کی وجہ سے یہ حاشیہ مقبول ومعروف ہے۔ یہ حاشیہ متاخرین فقہاء کے لیے اہم ترین مراجع وماخذ میں سے ہے۔ اہل علم اپنی تحریر وتقریر میں اور مفتیان اپنے فتاوی میں اس کا کثرت سے حوالہ دیتے ہیں۔

(۲) حاشية البجيرمی على شرح منهج الطلاب:

تقریر وتعلیق: شیخ محمد بن أحمد المرصفی تحقیق: عبد اللہ محمود محمد عمر جلد:۴ صفحات:۲۴۶۰، دارالکتب العلمیہ بیروت

اس حاشیہ کا نام ''**التجريد لنفع العبيد**'' علی شرح منہج الطلاب ہے۔ علامہ زکریا انصاری نے منہاج الطالبین کا اختصار کیا، منہج الطلاب کے نام سے۔ پھر آپ نے اس کی شرح لکھی فتح الوہاب کے نام سے۔ علامہ بجیرمی نے اس شرح پر حاشیہ لکھا ہے ''**التجريد لنفع العبيد**'' کے نام سے جو ''حاشیۃ البجیرمی علی منہج الطلاب کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ شیخ محمد بن أحمد المرصفی نے اس کی تقریرات وتعلیقات کا کام انجام دیا ہے۔

اسلوب وانداز: ہمارے پاس جو نسخہ ہے، اس میں صفحہ کے اوپری حصہ میں فتح الوہاب ہے، جس میں ''منہج'' کی عبارت کو قوسین کے اندر لال روشنائی سے لکھا گیا ہے اور شرح میں مصنف نے شرح منہج کی عبارت **قوله** کے ذریعے نقل کی، اس کو بھی قوسین میں لال روشنائی سے لکھا گیا ہے اور بالکل نیچے شیخ محمد المرصفی کی تقریر میں بھی یہی صورت اختیار کی گئی ہے۔

عبارت خوب واضح اور آسان ہے۔ لکھنے کا انداز بڑا ہی صاف ستھرا اور دل نشیں ہے۔ اختلاف سے تعرض نہیں کیا گیا ہے اور راجح، مفتی بہ و معتمد اقوال کو ذکر کیا گیا ہے۔

۷- علامہ شرقاوی مصریؒ:

نام: عبد اللہ بن حجازی بن ابراہیم ۱۱۵۰ھ میں مصر کے مشرقی علاقہ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، اسی لئے آپ کو مصری شرقاوی کہا جاتا ہے، بچپن میں قرآن کریم کو آپؒ نے حفظ فرمایا، پھر آپ قاہرہ میں جامع ازہر میں علوم شرعیہ کے حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، اور فقہ شافعی میں خوب مہارت پائی، اس علمی وفقہی مہارت کی بناء پر آپ کو جامع ازہر مصر میں فقہ کا مدرس مقرر کیا گیا، ۱۲۰۸ھ میں آپؒ شیخ الازہر کے عظیم منصب پر فائز ہوئے، قاہرہ میں ۱۲۲۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(**النور الأبهر فی طبقات شیوخ االجامع الأزهر :محی الدین الطمعی ،ص: ۸۲**)

آپؒ کی عظیم تصانیف: **التحفة البهية فی طبقات الشافعيه، تصوف میں: شرح الحكم والوصايا الكردية، علم نحو میں مختصر المغني، فقه میں حاشية الشرقاوی علی تحفة الطلاب، حاشية الشرقاوی علی شرح التحرير،** جو کہ متأخرین شوافع کے اعتبار سے مفتی بہ و مستند کتاب ہے۔

۸- علامہ ابراہیم الباجوری المصری:

نام: ابراہیم بن محمد بن احمد، مصر کے باجور شہر میں ۱۱۹۸ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، علامہ شرقاویؒ اور دیگر مصری ازہری علماء سے آپؒ نے فقہ شافعی میں خوب مہارت حاصل فرمائی، اپنے زمانہ میں شیخ الشافعیۃ کہلائے، ۱۲۶۳ھ میں آپ جامع ازہر مصر کے انیسویں شیخ الازہر مقرر ہوئے، آپؒ کی علمی مجالس میں عوام وخواص انتہائی شوق وذوق سے تشریف لاتے، آپؒ کا انتقال ۱۲۷۷ میں قاہرہ میں ہوا۔(**النور الأبهر فی طبقات شیوخ االجامع الأزهر :محی الدین الطمعی ،ص: ۱۲**)

آپؒ کی اہم تصانیف: فقہ میں **حاشية الباجوری علی شرح ابن القاسم، التحفة الخيرية فی احكام الميراث، فتح الفتاح فی احكام النكاح،** علم عقائد میں **شرح الجوهرة**، جو جامع ازہر میں داخل نصاب ہے۔

۹- علامہ ابوبکر دمیاطی البکری:

نام: عثمان بن محمد شطا، کنیت: ابوبکر۔

تیرہویں صدی ہجری کے نصف آخر میں آپؒ کی ولادت مصر کے شہر ''دمیاط'' میں ہوئی، عظیم شافعی فقیہ گذرے ہیں، آپؒ نے مکہ مکرمہ میں کوچ فرمایا اور وہاں اعتکاف فرما کر اپنے آپ کو درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور زہد وتقوی میں مشغول رکھا۔

آپؒ کی اہم تصانیف: **كفاية الاتقياء و منهاج الاصفيا،** فقہ شافعی کی عظیم و مستند اور مفتی بہ کتاب اعانۃ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین، جو کہ **حاشية الدمياطي على فتح المعين** سے بھی مشہور ہے، چودھویں صدی ہجری کے پہلے چوتھائی میں مکہ مکرمہ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔(**الأعلام للزرکلی ، ۲۱۴/۴**)

حاشية اعانة الطالبين على حل الفاظ معين کا تعارف

جلد: ۴ صفحات ۲۳۲۰ تحقیق: محمد سالم ہاشم طبع: دار الکتب العلمیہ بیروت

علامہ زین الدین الملیباری کی ممتاز وشہرۂ آفاق کتاب ''فتح المعین'' کی شرح ہے، یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل اور دبستانِ فقہ شافعی میں بڑا اہم مقام رکھتی ہے، فتاوی میں اس کتاب کے حوالے دیئے جاتے ہیں، علامہ ابن شطا نے اس کتاب میں فقہ شافعی کی معتمد کتابوں اور اپنے اساتذہ کے کلام کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

منہج واہمیت: متن کی عبارت کی بہترین تشریح وتوضیح کی ہے۔ علامہ ابن شطا کتاب کے آغاز میں کہتے ہیں: ''میں نے ایسا حاشیہ لکھا جو اس کی عبارت کی گرہ کھول دے اور اس کے معنی کی وضاحت کرے۔ الفاظ کے لغوی واصطلاحی معانی کو بیان کیا ہے۔ مصنف

نے جمہور کی آراء کو نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ بہت سے احکام میں مصالح شریعت ذکر کیا ہے۔ آیات واحادیث کو دلیل میں پیش فرماتے ہیں، دیگر فقہاء شوافع کے اقوال کو پیش کرتے ہیں اور اگر کوئی قول ضعیف ہو تو اس کو رد کرتے ہیں. **تحفه المحتاج ، فتح الجوادشرح الارشاد، نهاية المحتاج، شرح الروض، شرح المنهج نيزحواشی ابن قاسم، شيخ علی شبراملسی، بجيرمی** وغیرہ متاخرین فقہاء شافعیہ کی کتابوں سے کثرت سے استفادہ و اعتماد کیا ہے۔ مصنف نے بہت سے مسائل کو اشعار میں پیش کیا ہے، نیز اشعار سے استشہاد بھی کیا ہے۔ مسائل کو پیش کرنے کا انداز بڑا خوب صورت ہے۔

۱۰- علامہ احمد بیگ حسینی:

نام: احمد بن احمد بن یوسف، لقب: شہاب الدین حسینی مصری، مصر میں ۱۲۷۱ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، جامع ازہر میں علوم شرعیہ کو حاصل فرمایا، خصوصا فقہ شافعی میں خوب گہرائی حاصل فرمائی، قاہرہ میں آپؒ کی وفات ۱۳۳۲ میں ہوئی۔ آپؒ کی اہم تالیفات: **بهجة المشتاق فی بيان حكم زكاة الأوراق، اعلام الباحث بقبح ام الخبائث، دليل المسافر فی مسائل قصر الصلاة والمسافات، احكام الفية،** یہ تمام فقہی تصانیف ہیں۔(**أصول الفقه تاريخه ورجاله : دكتور شعبان محمد اسمٰعيل ،ص: ٢٠٥**)

اصول فقہ میں **القول الفيصل فی قيام الفرع مقام الأصل**، اصول فقہ میں ہی **تحفة الرأی السديد فی الاجتهاد والتقليد**، چودہ جلدوں میں امام شافعی کی کتاب الأم میں عبادات کے ابواب کی شرح ''**مرشد الأنام**'' کے نام سے آپؒ نے تحریر فرمائی ہے۔(**أصول الفقه تاريخه ورجاله : دكتور شعبان محمد اسمٰعيل ،ص: ٢٠٥**)

۱۱- علامہ علوی سقاف مکیؒ:

نام: علوی بن احمد بن عبدالرحمٰن، مکہ مکرمہ میں آپؒ کی ولادت ۱۲۵۵ھ میں ہوئی، مسجد حرام کے درسی حلقوں میں علوم شریعت کو آپؒ نے اکابر علماء سے حاصل فرمایا، فقہ شافعی میں خوب مہارت پائی، مکہ میں اہل بیت کے نقیب کے عظیم منصب پر بھی فائز رہے، مکہ میں آپؒ نے درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور فقہ و فتاوی کے اہم کارنامے انجام دیئے، ۱۳۳۵ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

آپؒ کی اہم تصانیف: ١ .**ترشيح المستفيدين على فتح المعين**، یہ اہم اور مفتی بہ کتاب ہے،٢۔**الفوائد المكية فيما يحتاجه طلبة الشافعيه من المسائل والضوابط والقواعد الكلية**۔(**الأعلام للزركلی ، ۴/ ۲۴۹**)

اس دور کی ایک اہم کتاب **بشرى الكريم** کا تعارف:

علامہ سعید بن محمد علی الحضرمی الشافعی ۱۲۷۰ھ جلد: ۱ صفحات: ۷۲۰ دار المنہاج

یہ کتاب دراصل علامہ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بلُحاج بافضل م ۹۱۸ ھ کی کتاب ''مسائل التعلیم'' جو ''المقدمۃ الحضرمیۃ'' سے مشہور ہے کی شرح ہے۔ آپ کی اس کتاب سے متاخرین نے خوب استفادہ کیا ہے اور اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں۔

علامہ بکری شطا الدمیاطی ۱۳۱۰ھ نے اعانۃ الطالبین میں اس سے خوب استفادہ کیا ہے اور اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں۔ علامہ علوی بن أحمد نے ''ترشیح المستفدین علی فتح المعین'' میں اس سے استفادہ کیا ہے۔ علامہ صالح بن محمد بافضل المکی ۱۲۳۳ھ نے اپنے حاشیہ ''المسلک القویم علی کتاب المنہج القدیم شرح مسائل التعلیم'' میں اس سے خوب استفادہ کیا ہے۔ علامہ سید علوی فرماتے ہیں: ''وهو شرح مفيد ۔'' (الشامل: ۱۳۷)

مذکورہ دور میں مسلک شافعی کو حکومتی تائید و مضبوطی حاصل نہ ہونے کے باوجود بھی فقہ شافعی کی اہم تصانیف پر حواشی و تقریرات کے عظیم کام ہوئے، اور مسلک شافعی اسلامی

حکومت کے مشرقی علاقے میں رائج وترقی پذیر رہا جس میں مصر کے جامع ازہر کے علماء و فقہاء شوافع نیز حرمین شریفین میں موجود شافعی علماء کی تدریسی، تصنیفی اور فقہ وفتاوی نیز علمی مجالس کی محنتیں نمایاں رہی ہیں کہ حج وعمرہ کے لئے پوری دنیا سے تشریف لانے والے مسلمان ان کے حلقات درس سے فائدہ حاصل کر کے اپنے آپ کو مسلک شافعی میں مضبوط کرتے اور دوسروں کی مضبوطی کا سبب بھی بنے۔(**المدخل الفقهي العام : مصطفى أحمد الزرقاء ۲۱۱.۲۱۳**)

چھٹا دور: موجودہ ہمارے زمانہ میں شافعی مسلک کے نقل واشاعت کی خدمات

بحمد اللہ پچھلے صفحات میں حضرت امام شافعیؒ کے فقہی مسلک کے دور ظہور ۱۹۵ھ سے عظیم فقیہ شافعی حضرت سید علوی سقاف مکیؒ کے مبارک زمانہ ۱۳۳۵ھ تک مسلک شافعی کے ظہور، نشو ونما، اس میں بتدریج ترقی اور ترویج واشاعت کے مختلف قابلِ قدر مراحل کا تذکرہ ہوا۔ اس کے بعد سے چونکہ تقریباً فقہ شافعی کے تمام اصول وضوابط، فروع وجزئیات اور دیگر قواعد اور احکام ومسائل منضبط و مدون اور مرتب ہوئے، لہذا اب نئی کسی تنقیح وغیرہ کی ضرورت پیش نہیں آئی، بلکہ اب تو علماء وخواص نے اپنے درس وتدریس اور مجالس علمی میں تشنگان علوم نبوت کو فقہ شافعی پڑھانا اور عوام الناس کی راجح اقوال کے اعتبار سے رہبری کرنا شروع کر دی، نیز علماء، مفتیان اور قضاۃ نے فقہ شافعی کی مستند کتابوں سے رجوع فرما کر راجح اور مفتی بہ اقوال افتاء وقضاء میں اختیار کئے، البتہ مذکورہ دور میں ضرورت اس بات کی تھی کہ فقہ شافعی میں موجود مستند علمی وفقہی متقدمین ومتاخرین کی کتابوں کو جدید آسان اسلوب میں ڈھال دیا جائے، اور مختلف زبانوں میں ان کے تراجم وشروحات بھی ہوں، فقہ شافعی کے احکام ومسائل کو ادلۂ اربعہ سے مؤثق کرنے، انہیں واضح وآسان انداز میں بیان کرنے اور راجح قول کی تعیین کے ساتھ ان کو ذکر کرنے اور غیر ضروری مسائل سے فقہی کتابوں کو الگ کیا جائے تو موجودہ ہمارے زمانہ میں چند اس طرز وانداز کی بھی فقہ شافعی کی اہم کتابیں منظر عام پر آئیں۔

موجودہ زمانہ کی شافعی مسلک کی چند اہم اور جدید طرز کی کتابوں کا تعارف:

۱-زاد المحتاج فی شرح المنهاج:

ایران کے ایک مشہور شافعی عالم (متوفی ۱۴۰۰ھ) عبداللہ بن حسن آلحسن کوہجیؒ نے

منہاج کی نئی اسلوب میں بہترین شرح فرمائی، جو کہ چار ضخیم جلدوں میں المکتبۃ العصریۃ بیروت سے چھپی ہے۔

۲–الفقه المنهجی علی مذهب الامام الشافعی:

دمشق کے تین بڑے عظیم علماء شوافع علامہ مصطفیٰ خن، مصطفیٰ بغا اور علی شربجی، ادام اللہ فیوضہم علینا نے انتہائی محقق و مدلل انداز میں نئے آسان اسلوب و بیان میں فقہ شافعی کے تمام ضروری احکام و مسائل بالدلیل ذکر فرمائے ہیں جو کہ دار القلم دمشق سے تین ضخیم جلدوں اور ۱۹۴۰ر صفحات میں منظر عام پر ہے۔

منہج کتاب: مؤلفین نے ائمہ کے اقوال سے بحث کئے بغیر مسائل کو پیش کرنے کا التزام کیا ہے۔

خصوصیت: کتاب حسن ترتیب اور افادیت کے اعلی معیار پر ہے۔اساتذہ وطلباء کے لیے یکساں مفید ہے۔کتاب کو درسی نصاب کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔مؤلفین نے منہاج امام نوویؒ اور خطیب شربینی کی مغنی المحتاج پر بنیادی طور پر اعتماد کرتے ہوئے مسائل کو ترتیب دیا ہے۔مؤلفین نے جا بجا جدید مسائل بھی ذکر کئے ہیں۔

تاثرات: دکتور اکرم یوسف القواسمی لکھتے ہیں: **الفقه المنهجی** فقہ کی تعلیم کے لیے مفید درسی کتاب ہے۔آسان زبان اور عصری اسلوب میں دلائل شرعیہ کے ساتھ فقہ شافعی کو پیش کرنے کا یہ ایک کامیاب تجربہ ہے۔ (**المدخل الی مذهب الامام الشافعی: ۵۵۵**)

الفقه المنهجی اپنے اختصار و جامعیت، حسن ترتیب، اور نصاب درس کے مطابق اپنی تقسیم کی وجہ سے بہت مقبول ہے۔

۳.الدرر النقية فی فقه الساده الشافعية:

شیخ محمد صادق قمحاوی کی عظیم شافعی کتاب جو کہ چار جلدوں میں مکتبۃ ازھریۃ مصر

سے چھپی ہے، جامع ازہر میں ثانویہ کے طلبہ کے لئے یہ کتاب داخل نصاب ہے، اسلوب کی جدت، انداز تحریر اور دلائل کے رسوخ میں عظیم شافعی کتاب ہے۔

۴.تحفة الباری فی الفقه الشافعی:

فضیلۃ الشیخ محمد ابراہیم بن علی خطیب مدظلہ العالی جو کہ ازھرِ کوکن جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن میں شیخ الحدیث جیسے عظیم منصب پر فائز ہیں، آپ نے مستند فقہی کتابوں کے حوالوں سے محقق، مدلل اور جدید اسلوب میں اردو زبان میں عظیم فقہی شاہکار مرتب فرمایا ہے، جس میں راجح و مفتی بہ اقوال درج ہیں، یہ کتاب فقہ کی ابتدائی تمہیدی گفتگو کے ساتھ از اول تا آخر تمام ابواب فقہیہ پر محیط ہے، تقریباً اردو زبان میں فقہ شافعی کے تمام ابواب میں جزئی و فروعی مسائل کے اعتبار سے یہ سب سے بہترین کتاب ہے۔

ایک ہزار صفحات کے ضخیم مجموعہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصہ میں ارکانِ اسلام و ابتدائی بنیادی عقائد کے ساتھ عبادات کے جملہ مسائل بالترتیب والتفصیل جمع کئے گئے ہیں اور آخر میں جدید مسائل سے متعلق ضمیمہ ملحق ہے، دوسرے حصہ میں بیوع سے متعلق تمام ابواب کا تفصیلی بیان اور بعض متفرق جدید مسائل، تیسرے حصہ میں تمام ابواب نکاح، جنایات، اضحیہ، عقیقہ، دعوی وقضاء اور مسائل فرائض کا تفصیلی بیان ہے۔

اکثر و بیشتر ہر باب کی ابتداء میں لغوی و اصطلاحی تعریف کے ساتھ ادلۂ اربعہ شرعیہ (قرآن، حدیث، اجماع، قیاس) کی روشنی میں اس عنوان کی شرعی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے، پھر بیان مسائل میں زبان نہایت ہی شستہ و سلیس اور عام فہم استعمال کی گئی ہے تا کہ ہر پڑھنے والے کے لئے ذاتی مطالعہ ہی سے اکثر حصہ سمجھ کر عمل کرنا آسان ہو۔موقع بہ موقع مسائل دلائل کے ذریعہ مدلل اور باب سے متعلق جزئیات و فروعات کا کافی حد تک احاطہ کرنے کے ساتھ احکام کی حکمتوں و مصلحتوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، غرضیکہ ''فقہ شافعی'' میں جامع مفصل و مستند مسائل کا ''موسوعہ'' ہے اور بندہ کی ناقص جستجو کے مطابق فقہ شافعی میں تمام

ابواب پر محیط مستند و مدلل مسائل کا مجموعہ بہ زبان اردو اس سے پہلے سر زمین ہند میں امت کے نظر نواز نہ ہو سکا، پہلی بار ایسے جامع ترین ''موسوعہ'' سے خواص و عوام یکساں فیض یاب ہوئے ہیں۔

اس کتاب کے بارے میں:

پیر طریقت مرجع امت، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری ادام اللہ فیوضھم علینا مذکورہ کتاب کے ''کلمات بابرکت'' میں فرماتے ہیں: ''کتاب دیکھ کر دل بایں معنی خوش ہو گیا کہ احقر کی دیرینہ تمنا پوری ہوتی نظر آئی، زیر نظر کتاب میں انھوں نے فقہی احکام کے ساتھ ساتھ اس کی مصالح و علل پر بھی روشنی ڈالی ہے، بقدر ضرورت دلائل بھی ذکر فرمائے ہیں اور زبان بھی آسان اور عام فہم ہے۔''

فقیہ العصر حضرت الاستاذ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی اس کتاب کی گراں قدر تقریظ میں رقم طراز ہیں: ''یہ کتاب ''فقہ شافعی'' کے نقطہ نظر سے احکام شرعیہ کے بیان پر مشتمل ہے، اردو زبان میں گو کہ فقہ شافعی کی اور بھی کئی کتابیں ہیں، لیکن امید ہے کہ جزئیات کے احاطہ، مواد کی کثرت اور اسناد کے اعتبار سے ان شاء اللہ یہ کتاب نقش ثانی نقش اول سے بہتر کا مصداق ہوگی۔ مصنف نے فقہی احکام کے ساتھ ساتھ اس کی حکمتوں اور مصلحتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اسلام کے مزاج و مذاق کو بھی واضح کیا گیا، مسئلہ کے متعلق ضروری دلائل بھی ذکر فرمائے ہیں، زبان بھی سہل اور عام فہم ہے، امید ہے کہ یہ کتاب تمام مسلمانوں کے لئے عموماً اور شافعی بھائیوں کے لئے خصوصاً مفید ثابت ہوگی۔''

نیز سابق استاذ حدیث و تفسیر جامعہ حسینیہ شریوردھن حال مقیم الکویت، سر زمین کوکن کے مقبول و مایہ ناز عالم دین حضرت مولانا نثار احمد بن عبد الشکور دروگے حفظہ اللہ اپنے مخصوص ادبی ذوق کے ساتھ اس کتاب کی وقیع تقریظ میں خامہ فرسا ہیں: ''مولانا موصوف

نے برسوں کی غواصی و غوطہ زنی، کتب بینی و ورق گردانی اور شب بیداری سے ایسا بیش بہا علمی شاہکار اور درّ تاجدار پیش کیا ہے، جس سے ہر گھر کو روشن ہونا از حد ضروری ہے، یہ کتاب بے شمار مسائل اور دلائل و براہین کا عظیم مجموعہ ہے جو اس کے قبل ناپید تھا۔''

اس کتاب کی طباعت و اشاعت سب سے پہلے ۲۰۰۲ء میں ہوئی، کتاب کی جامعیت اور افادہ عام ہونے کی وجہ سے بعض دیگر زبانوں میں ترجمہ کیا جا رہا ہے، انگریزی ترجمہ بھی جاری ہے اور ہندی زبان میں حصہ اول (عبادات) کا ترجمہ مکمل ہو کر منظر عام پر آچکا ہے ----ہندی ترجمہ کی سعادت جامعہ حسینیہ کے محترم فاضل مفتی رضوان احمد چوگلے فلاحی صاحب زید مجدہ (نائب مہتمم جامعہ عربیہ اڈّھم نگر رتنا گری) کے حصہ میں آئی اور حال ہی میں کتاب الطہارت کا انگریزی ترجمہ جناب منہاج رئیس صاحب (سرواں، حال مقیم: ممبئی) کے قلم سے منظر عام پر آیا ہے۔

اصول فقہ اور قواعد فقہیہ میں فقہاء شوافع کی عظیم خدمات

اللہ رب العزت کے فضل و احسان سے مسلکِ شافعی کو یہ خصوصی امتیاز حاصل رہا کہ مسلکِ شافعی کے بانی حضرت امام شافعیؒ نے بذاتِ خود مسلک کے اصول وضوابط اور قواعد فقہیہ کو بہترین طرز و انداز میں جامعیت کے ساتھ مرتب و منظّم فرمایا، متفقہ طور پر فن اصول فقہ کے مدون اول حضرت امام شافعی ہی قرار پائے، اس میں آپؒ نے سب سے پہلے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''**الرسالہ**'' منصۂ شہود پر لائی، آپ کی اس عظیم کاوش کی بنا پر فقہاء شوافع کو فروعی و جزئی مسائل شرعیہ کو مستنبط کرنے اور جدید فقہی مسائل کا واضح ترین حل متعین کرنے اور افتاء وقضاء، نیز اپنی فقہی تصانیف اور درس وتدریس میں خوب مدد ملی، فقہ شافعی کی یہ ایسی خصوصیت ہے کہ معتبر عرب معاصر علماء آج بھی اس کے قدرداں ہیں۔ (**المدخل الی مذهب الامام الشافعي: ۵۶۰**) حتی کہ امام شافعیؒ کی فن اصول فقہ اور قواعد فقہیہ میں قرآن وحدیث اور آثار صحابہ وتابعین سے گہری وابستگی ملاحظہ فرمانے کے بعد بعض ناقدین اصول فقہ اس فن عظیم کی حقانیت کی معرفت پر سرگرداں ہوگئے۔ (ایضاً: ۵۶۱)

لہٰذا امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے بعد علماء اور فقہاء شوافع کی فن اصولِ فقہ اور قواعدِ فقہیہ سے متعلق ان کی تصنیفات وتالیفات ان کے وفیات کی ترتیب پر جاننے کی ازحد ضرورت ہے، تاکہ اس اعتبار سے عظیم خدمات سے واقف ہوا جائے۔ جس کی تدریجی ترتیب حسبِ ذیل ہے:

پہلا مرحلہ: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے حضرت امام بدرالدین زرکشیؒ (متوفی ۷۹۴ھ) تک کی اصولی خدمات

دوسرا مرحلہ: حضرت امام الحرمین جوینیؒ کی عظیم کتاب الورقات فی اصول الفقہ کے متعلق فقہاء شوافع کی اصولی تالیفات

تیسرا مرحلہ: علامہ تاج الدین سبکیؒ کی شہرہ آفاق اصولی تصنیف جمع الجوامع سے متعلق فقہاء شوافع کی اصولی تالیفات

چوتھا مرحلہ: قواعد فقہیہ میں فقہاء شوافع کی عظیم خدمات

پانچواں مرحلہ: دورِ حاضر میں علماءِ شوافع کی اصولی تالیفات وتحقیقات

پہلے مرحلہ کی خدمات

(۱) الرسالة:

بانیٔ مسلک شافعی سیدنا امام شافعیؒ متوفی ۲۰۴ھ نے اپنی وفات سے پہلے مصر میں یہ منظّم کتاب تصنیف فرمائی، جو بالاتفاق اصولِ فقہ میں تصنیف کی جانے والی سب سے پہلی کتاب ہے جو استاذ احمد شاکر کی تحقیق کے ساتھ بہترین طور پر چھپی ہوئی ہے۔

(۲) التبصرة في أصول الفقه:

علامہ ابواسحاق شیرازی (۴۸۶ھ) کی تالیف جو دارالفکر مطبع سے استاذ محمد حسین ہیتو کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

(۳) اللمع في اصول الفقه:

علامہ ابواسحاق شیرازی کی عظیم تصنیف جو آپ نے ''التبصرۃ'' کے بعد تصنیف فرمائی اور اس میں اپنے راجح اصولوں کو بیان فرمایا، اسے التبصرۃ کا اختصار بھی مانا جاتا ہے، جو دار ابن کثیر مطبع سے محی الدین دیب مستو اور یوسف بدیوی کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے، بہت سے شافعی مدارس و جامعات میں یہ درجات ثانویہ میں داخل نصاب ہے، آسان اسلوب اور پختہ اصول میں یہ بے نظیر کتاب ہے۔

(۴) شرح اللمع:

یہ بھی علامہ شیرازی کی مستقل فن اصول فقہ کی مطول کتاب ہے، جو دکتور عبدالمجید ترکی کی تحقیق کے ساتھ مطبع دارالغرب الاسلامی سے چھپی ہے۔

(۵)البرهان فی اصول الفقه:

امام الحرمین جوینی (متوفی ۴۷۸ھ) نے تصنیف فرمائی جو دکتور عبد العظیم محمود الدیب کی تحقیق کے ساتھ دار الوفاء سے چھپی ہے۔

(۶)التلخیص فی اصول الفقه :

امام الحرمین جوینی (متوفی ۴۷۸ھ) نے تصنیف فرمائی ہے، جو مولانا عبد اللہ نیپالی اور شبیر احمد عمری کی تحقیق کے ساتھ دار البشائر الاسلامیہ سے چھپی ہے۔

(۷)الورقات فی اصول الفقه:

امام الحرمین جوینی نے فقہ شافعی کے اصول میں مختصر سا رسالہ تصنیف فرمایا، لیکن اس میں بہت سے اصول، فوائد اور کثیر معانی بیان فرمائے ہیں، متاخرین شوافع اصولیین نے بعد میں اس کتاب کی خوب شروحات وحواشی لکھے ہیں، جن کا آئندہ صفحات میں مستقل ان شاء اللہ تعارف ہوگا۔ اس کی طباعت اس کی کسی نہ کسی اہم شرح کے ساتھ ہی ہوئی ہے، عموماً یہ کتاب شروحات کے ساتھ شوافع کے مدارس میں فن اصول فقہ کے مبادیات کے طور پر داخل نصاب ہے۔

(۸) المنخول من تعلیقات الأصول:

امام ابو حامد غزالیؒ (متوفی ۵۰۵ھ) نے اپنے استاذ محترم علامہ جوینیؒ کی کتاب ''البرہان فی اصول الفقہ'' کو مختصر طور پر پیش کیا، جو دکتور محمد حسن ھیتو کی تحقیق کے ساتھ ''دار الفکر'' کے مطبع میں چھپی ہے۔

(۹) شفاء الغلیل فی بیان الشبه والمخیل ومسالک التعلیل:

امام ابو حامد غزالی نے ہی تصنیف فرمائی ہے، جو دکتور حمد الکبیسی کی تحقیق کے ساتھ ''مطبعة الارشاد'' دمشق سے چھپی ہے۔ جامع ازہر مصر میں اسے قدر کی خصوصی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

(۱۰) المستصفی من علوم الأصول

امام غزالی کی یہ تصنیف اپنے جامع نام کی طرح یہ عظیم اصولی کتاب ہے، جو دکتور محمد سلیمان الأشقر کی تحقیق کے ساتھ ''مؤسسة الرسالة'' نامی مطبع سے چھپی ہے۔

(۱۱) أساس القیاس : امام غزالی کی ہی ایک عظیم اصولی تصنیف جو دکتور فہد بن محمد سرحان کی تحقیق کے ساتھ مکتبة العبکائی ریاض سے چھپی ہے۔

(۱۲) الوصول الی الأصول:

علامہ ابن برہان بغدادی (متوفی ۵۱۸ھ) کی تصنیف جو البرهان للجوینی سے کافی ملتی جلتی اصولی تصنیف ۔ ہے، دکتور عبد الحمید علی ابو زنید کی تحقیق کے ساتھ مکتبة المعارف ریاض سے دو جلدوں میں چھپی ہے۔

(۱۳) المحصول فی علم الاصول :

امام فخری الدین رازیؒ (۶۰۶ھ) کی وہ عظیم کتاب جسے اصول فقہ کا انسائیکلو پیڈیا بھی کہا جاتا ہے، جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامیہ سعودی عرب سے دکتور طہ جابر فیاض العلوانی کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۷۹ء میں تو دوسری مرتبہ المکتبة العصریہ سے عادل احمد عبد الموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے، اسے اصول شوافع میں اہمیت حاصل ہے۔

(۱۴) المعالم فی اصول الفقه:

امام فخر الدین رازی ہی کی تصنیف، جو مطبع دار عالم المعرفہ سے عادل احمد عبد الموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

(۱۵) الکاشف عن اصول الدلائل وفصول العلل:

امام فخر الدین رازی کی تصنیف، جو دکتور احمد حجازی السّقا کی تحقیق کے ساتھ مطبع دار الجیل سے چھپی ہے۔

(۱۶) التنقیح:

امام مظفر بن اسماعیل بن علی راران تبریزیؒ (۶۲۱ھ) کی تصنیف جس میں انھوں نے المحصول للرازیؒ کا اختصار پیش کیا ہے، جو جامعہ ام القری مکہ مکرمہ سے چھپی ہے۔

(۱۷) الاحکام فی اصول الأاحکام:

علامہ سیف الدین آمدیؒ (متوفی ۶۳۱ھ) کی تصنیف دارالکتب العلمیہ بیروت سے استاذ ابراہیم العجوز کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

(۱۸) الحاصل:

امام فخر الدین رازی کی تصنیف کا اختصار، جو آپ ہی کے عظیم شاگرد امام تاج الدین ارموی (متوفی ۶۵۳ھ) نے تالیف فرمائی ہے، جو دکتور عبدالسلام محمد ابوناجی کی تحقیق کے ساتھ جامعہ قاریونس فی بنی غازی سے چھپی ہے۔

(۱۹) المحقق فی علم الوصول فیما یتعلق بأفعال الرسول ﷺ:

علامہ ابوشامہ مقدسی دمشقی متوفی ۶۶۵ھ کی تصنیف جو استاذ احمد کویتی کی تحقیق کے ساتھ "مکتبہ مؤسسۃ قرطبہ" سے چھپی ہے۔

(۲۰) التحصیل فی علم الأصول:

علامہ سراج الدین اُرموی (متوفی ۶۸۲ھ) کی تصنیف جس میں انھوں نے "المحصول للرازی" کا اختصار پیش کیا ہے، جو ڈاکٹر عبدالحمید علی ابوزینب کی تحقیق کی ساتھ مطبعۃ المؤسسۃ الرسالہ سے چھپی ہے۔

(۲۱) منهاج الوصول الی علم الأصول:

قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاویؒ (متوفی ۶۸۵ھ) کی اصولی عظیم تصنیف ہے، جو فقہاء شوافع کے نزدیک فن اصول فقہ کا عظیم متن مانا گیا ہے، جس کی کچھ شروحات بھی انھیں کے ساتھ طبع ہوئیں، جن کا اگلے صفحات پر تذکرہ آئے گا۔

(۲۲) الکاشف عن المحصول:

امام شمس الدین محمد بن محمود اصفہانی متوفی ۶۸۸ھ کی تصنیف جس میں انھوں نے "المحصول للرازی" کا اختصار پیش کیا ہے، جو مطبع دار الکتب العلمیۃ بیروت سے دکتور عادل احمد عبدالموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

(۲۳) معراج المنهاج:

علامہ شمس الدین محمد بن یوسف جزری (متوفی ۷۱۱ھ) کی عظیم تصنیف جس میں آپ نے قاضی بیضاوی کی "منہاج الوصول" کی شرح لکھی ہے، جو دکتور شعبان محمد اسماعیل کی تحقیق کے ساتھ مطبعۃ الحسین الاسلامیہ قاہرہ سے چھپی ہے۔

(۲۴) نهاية الوصول فی دراية الاصول:

امام صفی الدین ہندی (متوفی ۷۱۵ھ) کی تصنیف جو دکتور صالح بن سلیمان یوسف اور دکتور سعد بن سالم دہلویؒ السویح کی تحقیق کے ساتھ "المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرّمہ" سے چھپی ہے۔

(۲۵) السراج الوهاج فی شرح المنهاج:

امام شمس الدین احمد بن حسن جارمردی (متوفی ۷۴۶ھ) کی تصنیف جو قاضی بیضاوی کی منہاج کی شرح ہے، جو دکتور اکرم بن محمد بن حسین اوزیقانی کی تحقیق کے ساتھ دار السراج الدولیۃ سے چھپی ہے۔

(۲۶) شرح المنهاج فی علم الأصول:

امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن اصفہانی (متوفی ۷۴۹ھ) کی تصنیف جو کہ قاضی بیضاویؒ کی منہاج الوصول کی شرح ہے۔ جو دکتور عبدالکریم نملہ کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ الرشد ریاض سعودی عرب سے چھپی ہے۔

(۲۷) تلقیح الفهوم فی تنقیح صیغ العلوم:

امام صلاح الدین کیکلدی علائی (متوفی ۷۶۱ھ) کی تصنیف جو کہ دکتور عبداللہ شیخ کی تحقیق کے ساتھ سعودیہ میں چھپی ہے۔

(۲۸) تحقيق المراد في أن النهي يقتضي الفساد :

امام صلاح الدین علائیؒ متوفی ۷۶۱ھ کی تصنیف جو کہ دکتور ابراہیم محمد سلقینی کی تحقیق کے ساتھ دار الفکر دمشق سے چھپی ہے۔

(۲۹) الابهاج شرح المنهاج:

علامہ تقی الدین سبکیؒ ۷۵۶ھ کی اور ان کے صاحبزادے علامہ تاج الدین سبکیؒ م ۷۷۱ھ کے تتمہ کے ساتھ تصنیف شدہ یہ کتاب قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول کی سب سے بہترین اور فقہاء شوافع کے نزدیک اہم ومقبول ترین شرح ہے، دکتور شعبان محمد اسماعیل کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ الازھریۃ قاہرہ سے چھپی ہے۔

(۳۰) رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب:

علامہ تاج الدین سبکی متوفیؒ ۷۷۱ھ کی عظیم اصولی تصنیف جو کہ مختصر ابن الحاجب' کے نام سے مشہور ہے۔ مطبع دار عالم کتب سے عادل احمد عبد الموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

(۳۱) جمع الجوامع:

علامہ تاج الدین سبکیؒ ۷۷۱ھ کی سب سے عظیم اصولی کتاب جو اصول شریعت کا بہت ہی عظیم مختصر اور شاہکار ہے، جامع عبارات، معانی ومطالب کا انبار، اور وہ فوائد جو بیان سے باہر ہیں، عوام وخواص میں کافی مقبولیت حاصل ہوئی، اس کی بہت سی شروحات اور حواشی لکھے گئے ہیں۔ جن کا مستقل تذکرہ اگلے صفحات پر ہے۔ شوافع کے مدارس میں منتہی درجات وتخصص فی الفقہ کے شعبہ جات میں داخلِ نصاب ہے۔

(۳۲) نهاية السول في شرح منهاج الوصول:

علامہ جمال الدین اسنویؒ متوفی ۷۷۲ھ کی عظیم تصنیف جو کہ قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول کی بہت ہی مشہور شرح ہے، جو شیخ محمد نجیب المطیعی کے حاشیہ "سلم الوصول" کے ساتھ دار عالم الکتب بیروت سے چھپی ہے۔

(۳۳) البحر المحيط في اصول الفقه:

علامہ بدر الدین محمد بن بہادر زرکشیؒ ۷۹۴ھ کی اصولِ فقہ میں ایسی حیرت انگیز تصنیف جو اصولِ شوافع کا انسائیکلوپیڈیا (دائرة المعارف) ہے، جس میں آپ سے سابق جمیع اصولیین کے اقوال وآراء کو شرح وبسط کے ساتھ جمع فرمایا، اصول شوافع میں مستقل اصولی انداز میں تصنیف کی جانے والی آخری کتاب ہے، اس لیے کہ اس کے بعد تصنیف کی جانے والی تقریبا تمام ہی اصول کی کتابیں امام جوینیؒ کی ورقات یا پھر علامہ سبکیؒ کی جمع الجوامع کی شروحات ہیں یا حواشی، مختصرات یا پھر منظوم انداز میں انھیں پیش کرنے کی عظیم کاوش ہے اس لیے "البحر المحیط" کو شوافع میں اصول فقہ میں خصوصی درجہ حاصل ہے، جو استاذ محمد تامر کی تحقیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت سے چھپی ہے۔

دوسرے مرحلہ کی خدمات

امام الحرمین جوینیؒ کی کتاب "الورقات فی اصول الفقہ" کے متعلق شوافع اصولیین نے جو شروحات، تعلیقات، حواشی اور منظوم تحقیقات لکھی ہیں، ان میں سے مطبوعہ کتابوں کا مختصر تعارف ذیل میں درج ہے:

(۱) شرح الورقات في اصول الفقه:

امام تاج الدین عبد الرحمٰن بن ابراہیم فزاری متوفی ۶۹۰ھ کی تصنیف جو کہ عبد الرحمٰن بن فرکاح سے مشہور ہیں، ان کی لکھی ہوئی شرح جو کہ ایک شافعی عالمہ محققہ سارہ مہاجری کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

(۲) شرح الورقات في اصول الفقه:

امام جلال الدین محمد بن احمد المحلی متوفی ۸۶۴ھ کی تصنیف جو کہ علامہ احمد بن محمد الدمیاطی البنانی متوفی ۱۱۱۷ھ کے حاشیہ کے ساتھ ''مکتبۃ البابی مصر'' سے چھپی ہے۔

(۳)الانجم الزاھرات علی حل الفاظ الورقات:

امام شمس الدین محمد بن عثمان بن علی الماردینی متوفی ۸۱۱ ھ کی تصنیف جو کہ ''دارالحرمین مطبع'' سے دکتور عبدالکریم نملہ کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

(۴) شرح الورقات فی اصول الفقه:

امام کمال الدین محمد بن محمد قاہری متوفی ۸۷۴ھ کی تصنیف جو کہ عمر غنی سعود العانی کی تحقیق کے ساتھ ''دار عمار اردن'' سے چھپی ہے۔

(۵)التحقیقات فی شرح الورقات:

امام حسین بن احمد بن محمد کیلانیؒ متوفی ۸۸۹ ھ کی تصنیف جو کہ استاذ عبداللہ بن حسین کی تحقیق کے ساتھ ''دارالنفائس'' اردن سے چھپی ہے۔

(۶)تسهيل الطرقات فی نظم الورقات:

علامہ یحی بن موسی عمریطی ۸۹۰ھ جنھیں اصول فقہ اور شعر وادب میں خصوصی ملکہ حاصل تھا، انھوں نے ہی ''ورقات'' کے اصول وضوابط کو مختصر منظّم منظوم انداز میں تالیف فرمایا، جو کہ ''مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ'' سے چھپی ہے۔

(۷) حاشية النفحات علی شرح الورقات:

علامہ احمد بن عبد اللطیف خطیب نے علامہ جلال محلیؒ کی شرح الورقات پر حواشی لکھے ہیں، جو مکتبہ البابی حلبی قاہرہ سے چھپا ہے۔

اصولِ فقہ میں شوافع اصولیین کی خدمات کا تیسرا مرحلہ

امام تاج الدین سبکیؒ کی عظیم اصولی تصنیف ''جمع الجوامع'' کو متاخرین اصولیین شوافع نے اپنی محنت وتوجہ کا مرکز بنایا اور اس پر شروحات، تحقیقات، حواشی اور منظوم تعلیقات

لکھیں، جن کا تعارف ذیل میں درج ہے:

(۱)منع الموانع عن جمع الجوامع:

صاحب جمع الجوامع علامہ تاج الدین سبکی نے بذاتِ خود سب سے پہلے جمع الجوامع کی عظیم الشان شرح ''منع الموانع'' کے برمحل نام سے لکھی، وجہ یہ کہ ''جمع الجوامع'' پر جو بھی اشکالات واعتراضات وارد ہو رہے تھے، نیز اس کی بعض عبارتوں میں جو اغلاق وابہام تھا اس کو ختم کرنے نیز تمام اشکالات کے تشفی بخش جوابات دینے کے لیے صاحبِ جمع الجوامع نے بذات خود قلم اٹھا کر بہترین انداز میں انہیں تحریر کرنا شروع فرمایا اور اس میں وہ خاطر خواہ کامیاب بھی رہے، جو دکتور سعید بن علی بن محمد حمیری کی تحقیق کے ساتھ مطبع دارالبشائر سے چھپی ہے۔

(۲) تشنيف المسامع بجمع الجوامع:

امام بدرالدین زرکشیؒ متوفی ۷۹۴ھ کی تصنیف جو کہ دکتور عبداللہ ربیع اور دکتور سید عبدالعزیز کی تحقیق کے ساتھ ''مکتبہ مکیہ'' سے چھپی ہے۔

(۳) الغيث الهامع شرح جمع الجوامع:

امام ابوزرعہ شافعی کردی مصری متوفی ۸۲۶ھ کی تصنیف جو کہ تحقیق ہو کر ''دارالفاروق الحدیثیہ'' سے چھپی ہے، اس شرح میں علامہ ابوزرعہ نے زیادہ تر ''تشنیف المسامع'' سے مدد لی ہے۔

(۴)البدر الطالع بشرح جمع الجوامع:

علامہ جلال الدین محلیؒ کی تصنیف جو کہ جمع الجوامع کی بہت ہی معروف ومشہور اور مضبوط شرح ہے، اس کی اہمیت وافادیت کے پیشِ نظر اس پر بہت سے حواشی ووضاحتیں لکھی گئی ہیں۔ علامہ عطار کے حاشیہ کے ساتھ ''دارالکتب العلمیہ بیروت'' سے چھپی ہے۔

(۵) الضياء اللامع شرح جمع الجوامع:

امام احمد بن عبدالرحمٰن قروی متوفی ۸۹۵ھ کی تصنیف جو کہ دکتور عبدالکریم نملہ کی تحقیق کے ساتھ ''جامعہ ریاض سعودی عرب'' سے چھپی ہے۔

(۶) الکوکب الساطع نظم جمع الجوامع:

امام سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی منظوم تصنیف جس میں علامہ سیوطیؒ نے جمع الجوامع کی نثری عبارت کو نظم میں ڈھالا ہے، پھر اس منظوم کلام کی تشریح علامہ سیوطی نے ہی ''شرح الکوکب الساطع'' کے نام سے کی ہے۔ مذکورہ شرح، نظم کے ساتھ ''مکتبۃ الاشعاع الفنیہ مصر'' سے چھپی ہے۔

(۷) لُبُّ الاصول:

شیخ الاسلام زکریا انصاری شافعی ۹۲۶ھ کی تصنیف، جس میں آپ نے جمع الجوامع کا اختصار پیش کیا ہے، پھر آپ نے اس مختصر کی شرح ''غایۃ الوصول الی شرح لُبّ الاصول'' کے نام سے لکھی، یہ مختصر مع شرح مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر سے چھپی ہے۔

(۸) البدر اللامع فی نظم جمع الجوامع:

امام نورالدین ابوالحسن علی اشمونی شافعی متوفی ۹۲۹ھ نے جمع الجوامع کو منظوم انداز میں قصیدہ کی شکل میں پیش کیا ہے، جو کہ مصر سے چھپی ہے۔

(۹) الایات البینات:

علامہ شہاب الدین احمد بن قاسم الصباغ العبادی ازھری شافعی متوفی ۹۹۴ھ جو کہ شوافع کے عظیم فقیہ واصولی گذرے ہیں، انھوں نے جمع الجوامع کی شرح محلی پر مذکورہ نام سے بہت ہی جاندار وشاندار حاشیہ تصنیف کیا ہے، جو بہترین حواشی کے طور پر معروف ہے، جس میں تمام اعتراضات، شبہات واشکالات کا واضح حل بتایا گیا ہے۔

(۱۰) حاشیۃ البنّانی:

علامہ عبدالرحمٰن بن جاداللہ بنانی مغربی متوفی ۱۱۹۸ھ نے بھی جمع الجوامع کی شرح

محلی پر بہترین حاشیہ لکھا ہے، بعض لوگ اسے ''الآیات البینات'' کا اختصار بھی مانتے ہیں، جو کہ دارالکتب العلمیۃ بیروت سے جمع الجوامع شرح محلی اور حاشیۃ البنانی کے بشمول دو بڑی جلدوں میں طبع شدہ ہے۔

(۱۱) حاشیۃ العطّار:

علامہ حسن بن محمد بن محمود عطار متوفی ۱۲۵۰ھ نے بھی جمع الجوامع کی شرح محلی پر بہترین حاشیہ ترتیب دیا ہے، یہ بھی دارالکتب العلمیۃ بیروت سے دو ضخیم جلدوں میں شائع ہے۔

(۱۲) الفصول البدیعۃ فی اصول الشریعۃ:

علامہ محمود بن عمر بن احمد باجوری متوفی ۱۳۲۳ھ نے بھی مذکورہ نام سے جمع الجوامع کا اختصار پیش کیا ہے، جو کہ مطبعۃ التمدن مصر سے چھپی ہے۔

(۱۳) التریاق النافع فی ایضاح و تکمیل جمع الجوامع:

علامہ شہاب الدین علوی حسینی متوفی ۱۳۴۱ھ نے جمع الجوامع کی تشریح فرمائی ہے، جو کہ ہندوستان میں دائرۃ المعارف حیدرآباد سے دو جلدوں میں چھپی ہے۔

چوتھا مرحلہ: قواعد فقہیہ میں فقہاء شوافع کی خدمات

اہل تحقیق و نظر اصول فقہ اور قواعد فقہیہ کے مابین جو فروق ہیں، انھیں بخوبی جانتے ہیں، اسی کے پیش نظر جیسے شوافع اصولین نے اصول فقہ میں اپنی خدمات انجام دی ہیں اسی طرح انہوں نے قواعد فقہیہ میں بھی وہ کمالات پیش کیے جن سے علمی دنیا عش عش کر اٹھی ہے، جن کے نمونے ذیل میں درج ہیں:

(۱) الاشباہ والنظائر: لابن الوکیل المصری الشافعی:

امام صدرالدین محمد بن عمر بن مکی متوفی ۷۱۶ھ کی تصنیف جو کہ مکتبۃ الرشد ریاض سعودی عرب سے احمد بن محمد عنقری اور عادل بن عبداللہ شویخ کی تحقیقات کے ساتھ چھپی ہے۔

(۲)المجموع المُذهَبُ فی قواعد المذهب :

امام صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائیؒ متوفی ۷۶۱ھ کی تصنیف ہے، جو کہ وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ کویت سے دکتور محمد عبد الغفار شریف کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

(۳)الاشباہ والنظائر :

امام تاج الدین سبکی متوفی ۷۶۱ھ کی تصنیف جو کہ مسلک شافعی کے قواعد فقہیہ میں سب سے بہترین کتاب ہے، حسن ترتیب اور جامعیت کی بناء پر عادل عبد الموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت سے چھپی ہے۔

(۴)المنثور فی ترتیب القواعد الفقهیه :

امام بدر الدین زرکشیؒ متوفی ۷۹۴ھ کی تصنیف جو کہ دکتور تیسیر فائق احمد محمود کی تحقیق کے ساتھ وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ کویت سے چھپی ہے۔

(۵) القواعد:

امام تقی الدین ابوبکر بن محمد حصنی متوفی ۸۲۹ھ کی تصنیف جو کہ دکتور عبد الرحمٰن بن عبد اللہ شعلان اور دکتور جبریل بن محمد بن حسن بصیلی کی تحقیقات کے ساتھ "مکتبۃ الرشد" ریاض سعودی عرب سے چھپی ہے۔

(۶) مختصر من قواعد العلائی و کلام الاسنوی:

علامہ ابن خطیب الدهشة متوفی ۸۳۴ھ کی عظیم تصنیف جس میں اصول فقہ، قواعد فقہیہ اور مسلکِ شافعی کے احکام و مسائل شرعیہ شامل ہیں، اصلاً علامہ ابن خطیب دھشہؒ نے اس میں تین کتابوں کو جمع فرمایا ہے (۱) المجموع المُذهَبُ فی قواعد المذهب: (۲) امام جمال الدین اسنوی کی التمهید (۳) امام جمال الدین اسنوی ہی کی الکوکب الدری۔ یہ کتاب عبد الرحمٰن بن عبد اللہ شعلان اور دکتور محمود بنجوینی کی تحقیقات کے ساتھ مطبعۃ الجمهور

موصل سے چھپی ہے۔

(۷) الاشباہ والنظائر فی قواعد وفروع الشافعیه:

امام سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ کی قواعد فقہیہ میں بہت ہی عظیم تصنیف ہے جو کہ شوافع کے نزدیک قواعد فقہیہ میں اصولی موسوعہ ہے (انسائیکلوپیڈیا) شمار ہوتا ہے، یہ کتاب محمد محمد تامر اور حافظ عاشور حافظ کی تحقیق کے ساتھ مطبع دار السلام مصر سے چھپی ہے۔ شوافع کے مدارس میں تخصص فی الفقہ کے شعبہ جات میں داخلِ نصاب ہے۔ قواعدِ فقہیہ میں حضراتِ شوافع کے نزدیک سب سے مقبول ترین کتاب ہے، اس پر حواشی، شروحات، مختصرات، تعلیقات و منظومات لکھی گئی ہیں۔ جن کی تفصیلات محققین کے مقدمات میں موجود ہیں۔

(۸)الفرائض البهیه فی نظم القواعد الفقهیه فی الاشباه والنظائر : علامہ ابوبکر اھدل حسینی یمنی متوفی ۱۰۳۵ھ کا شعری قصیدہ، جس میں آپؒ نے شافعی مسلک کے مطابق فقہی وقواعد اصول وضوابط اپنی بے پناہ شعری مہارت سے ۴۲۳ اشعار میں بیان فرمائے ہیں۔ اس کے بعد علامہ عبد اللہ بن سلیمان جرہزی متوفی ۱۲۰۱ھ نے "الفرائد کی شرح المواہب السنیہ شرح الفرائض البہیہ" کے نام سے تحریر فرمائی، پھر عظیم فقیہ علامہ محمد یسین بن عیسی فادانی مکی متوفی ۱۴۱۱ھ نے المواہب السنیہ پر حاشیہ الفوائد الجنیۃ حاشیۃ المواہب السنیہ کے نام سے لکھا، یہ تینوں یعنی نظم، شرح اور حاشیہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت سے دو جلدوں میں چھپے ہیں۔

پانچواں مرحلہ: دورِ حاضر میں علماءِ شوافع کی اصولی تالیفات وتحقیقات

(۱)الامام الشافعی وأثره فی أصول الفقه : علامہ حسن محمد ابو سلیم

(۲)الامام الشافعی وأثره فی تأصیل قواعد علم الأصول : شیخ أحمد عبطان

(۳)مناهج التشریع الاسلامی فی القرن الثانی الهجری : شیخ محمد بلتاجی

(۴)الامام الشافعی ومنهجه الاجتهادی : شیخ محمد سلیم مدکور

(۵)الامام تاج الدین السبکی ومنهجه فی أصول الفقه : علامہ أحمد الحسنات
(٦)أصول الفقه الاسلامی : شیخ وھبۃ الزحیلی
(۷)البسیط فی أصول الفقه الاسلامی : شیخ وھبۃ الزحیلی
(۸)الوسیط فی أصول الفقه الاسلامی : شیخ وھبۃ الزحیلی
(۹)الوجیز فی أصول الفقه الاسلامی : شیخ وھبۃ الزحیلی
(۱۰)أثر الاختلاف فی القواعد الأصولیة: شیخ مصطفیٰ سعید الخن
(۱۱)نظریة ضرورة الشرعیة : شیخ وھبۃ الزحیلی
(۱۲)القواعد الفقهیه: شیخ محمد مصطفیٰ الزحیلی

فقہ شافعی کی خصوصیات

فقہ ایک عظیم الشان علم اور عملی احکام کے مجموعے کا نام ہے، اس میں بعض احکام تو قرآن وحدیث سے متعین کردہ ہیں اور قرآن وحدیث کے اصول سے مستنبط ہیں۔ یہ علم انسانی زندگی کے تمام گوشوں سے مربوط ہے اور ہر لحہ کے احکام اس میں موجود ہیں، علم فقہ کے ماہرین ومجتہدین نے قرآن وحدیث سے، مسائل کا استخراج واستنباط کر کے امت پر احسانِ عظیم کیا ہے، یوں تو یہ خدمت انجام دینے والے فقہاء ومجتہدین بے شمار ہیں، لیکن ائمہ اربعہ کی فقہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ زندگی کے تمام احکام ان میں مل جاتے ہیں، ان کے بالمقابل دوسرے فقہاء کی آراء اتنی نہیں ہیں کہ پوری زندگی میں رہنمائی مل سکے، اسی لیے امت کے سوادِ اعظم نے ان کی فقہ کو قبول کیا ہے اور یہ من جانب اللہ ہے۔ ان میں ہر مجتہد کے فقہ کی اپنی خصوصیات ہیں، پیش نظر مضمون میں فقہ شافعی کی کچھ خصوصیات بیان کی جارہی ہیں۔

(۱) فقہ شافعی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے بانی اور مؤسس امام محمد بن ادریس شافعی قریشی، مطلبی اور ہاشمی ہیں اور قریش کو عربوں میں بلکہ اسلام میں ایک خاص

مقام حاصل ہے، جس کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **الناس تبع لقریش فمسلمهم تبع لمسلمهم، وکافرهم تبع لکافرهم. (صحیح البخاری :۳۲۵۷، صحیح مسلم: ٦٩٣٣، المستدرک: ٢/٦٣٧. حلیة الأولیاء: ٦/٢٩٥. تاریخ بغداد: ٢/٦)**

نیز آپ کے علم وتفقہ کی پیشن گوئی خود نبی کریم ﷺ نے اپنی زبانی ارشاد فرمائی، آپ ﷺ کا فرمان ہے: "**لا تسبوا قریشاً، فان عالمها یملأ طباق الأرض علماً.**" قریش کو برا بھلا نہ کہو، اس لیے کہ قریش کا ایک عالم روئے زمین کو علم سے بھر دے گا۔ **(معرفة السنن والآثار للبیهقی: ۱۰۵، ۱/۱۳۲)**

اس حدیث کے ضمن میں امام سبکیؒ نے امام ابونعیم اصفہانی کا قول نقل کیا ہے کہ امام شافعی اس پیشن گوئی کے عین مصداق ہیں، اس لیے کہ ائمۂ متبوعین میں سے کوئی بھی قریشی نہیں ہے، اسی طرح اگرچہ بعض قریشی صحابہ وتابعین کو علمی مرجعیت تو حاصل رہی، لیکن امام شافعی کی جس طرح آراء مدون ہوکر تا قیامت محفوظ ہوئیں، یہ سعادت کسی اور قریشی عالم کے حصہ میں نہیں آئی۔ (طبقات الشافعیہ: ۱/۱۹۸۔ بحر المذہب: ۱/۲۳)

(۲) تمام مکاتب فقہیہ کی آراء سے استفادہ: جو فقہاء اہلِ علم کے درمیان معروف ومقبول رہے ہیں اور جن کی آراء نے مرتب ہوکر قبول عام اور بقائے دوام حاصل کیا ہے، ان میں امام شافعی ایک خاص امتیاز کے مالک ہیں، آپ بیک وقت بلند پایہ محدث بھی ہیں اور فقیہ ومجتہد بھی، اس لیے اہلِ روایت واہلِ درایت دونوں کے یہاں آپ کی وجاہت تسلیم شدہ ہے۔

(۳) اس کے علاوہ عام طور پر فقہاء خاص خاص علاقوں کے علماء کی روایات اور اجتہادات کے نمائندے ہوا کرتے تھے اور دوسرے علاقوں کے اہل علم سے استفادہ کی نوبت کم آتی تھی، لیکن امام شافعی کی تشنہ لبی نے اپنے زمانے کے تمام علمی سرچشموں سے خود کو

سیراب کیا اور اصحابِ حدیث اور اصحاب رائے کے اعلیٰ ترین نمائندوں سے کسبِ فیض کیا، جیسے مکہ میں انھوں نے امام سفیان اور امام مسلم بن خالد زنجی سے تو مدینہ میں امام مالک اور دیگر اساطین علم سے، عراق میں امام وکیع اور امام محمد بن حسن شیبانی سے اور یمن میں امام ھشام بن یوسف اور امام عمرو بن ابی سلمہ (امام اوزاعی کے شاگرد) سے علم حاصل کیا، گویا فقہ شافعی اپنے وقت کے تمام مکاتبِ فکر کا نچوڑ ہے۔(**نهاية المطلب: ۱/۱۱۱**)

(۴) فقہ شافعی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ خود صاحبِ مسلک امامِ شافعیؒ نے مسائل کے ساتھ اپنے طریقِ استنباط اور اصولِ اجتہاد کو باضابطگی سے مرتب فرمادیا ہے، جیسے اصول میں آپ نے ''الرسالہ'' اور ''ابطال الاستحسان'' اور فروع میں ''الأم'' وغیرہ کتابیں تصنیف فرمائی، اسی وجہ سے بعد کے فقہاء کے لیے امام کے نقطۂ نظر کی وضاحت اور تخریج وتفریع نیز مختلف اقوال میں انتخاب وترجیح اور تنقیح آسان ہوگئی، نیز اسی بناء پر فقہائے شوافع کا اپنے امام سے بہت ہی کم اختلاف ہوا ہے۔(**الحياة الفكرية و الأدبية بمصر : ۴۴**)

(۵) حق ودلیل کا اتباع: فقہ شافعی کی ایک نمایاں خصوصیت حق و دلیل کا اتباع ہے، کسی خاص شخصیت اور کسی خاص شہر کی رعایت کیے بغیر امام شافعی کے یہاں خاص دلیل کا اتباع تھا، اس لیے آپ نے اپنے جلیل القدر شاگرد امام احمد بن حنبل سے فرمایا تھا:'' انتم اعلم بالحديث والرجال منى ، فاذا كان الحديث صحيحاً فأعلمونى كوفياً كان أو بصريا أو شامياً حتى أذهب اليه ان كان صحيحا۔'' (**مداخل التراث:۲۴**) (تم حدیث ورجال کے مجھ سے بڑے عالم ہو، جب کوئی حدیث صحیح ہو تو مجھے بتلا دیا کرو چاہے اس کے راوی کوفی ہو، بصری ہو یا شامی تاکہ اگر وہ حدیث صحیح ہو تو میں اسے اختیار کروں۔

(۶) حتی الامکان ظاہری معنی سے استدلال: امام شافعیؒ کا زمانہ وہ تھا جب عالم اسلام پر مختلف گمراہ فرقوں کے بادل چھائے ہوئے تھے اور کتاب وسنت ان کا تختۂ مشق

بنے ہوئے تھے، خبرِ واحد کے انکار کے علاوہ ان کا طریق خاص نصوص کی دور دراز تاویلات، بعید از عقل ولغت، توجیہات اور ظاہری معنی سے گریز اور انحراف تھا، امام شافعیؒ کو اس فتنے کی نزاکت اور اس کے دوررس اثرات ونتائج کا اندازہ تھا، اس لیے آپ نے اس بات پر خاص زور دیا کہ نصوص کے ظاہری اور متبادر معنی ہی مراد لیے جائیں۔(**تاریخ التشریع الاسلامی: ۵۴، المدخل الى الفقه الاسلامى: ۱۵۳-۱۵۴**)

امام شافعیؒ کے اجتہادات میں آپ کے اس طریق فکر کی جھلک موجود ہے، جیسے قرآن کا ظاہر لمسِ مرأۃ کے ناقض وضو ہونے پر دلالت کرتا ہے، شوافع نے اس کو ظاہری مفہوم پر رکھا ہے۔ خرید وفروخت کے معاملہ میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک بائع ومشتری متفرق نہ ہوجائیں دونوں کو اس معاملہ میں اختیار رہتا ہے۔(چاہے تو بیع کو باقی رکھے یا بیع کو ختم کرے۔)

حدیث کا ظاہری معنی یہی ہے کہ یہاں تفرق سے مراد مجلس کا نہ بدلنا اور جسمانی اعتبار سے اسی جگہ موجود رہنا مراد ہے، جہاں معاملہ طے ہوا ہے، چنانچہ امام شافعیؒ نے اسی ظاہری معنی پر حدیث کو قائم رکھا ہے، یہ چند مثالیں ہیں، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ شوافع کے یہاں نصوص کے ظاہری اور متبادر مفہوم کی رعایت کسی حد تک زیادہ ہے۔

(۷) اقوال کی کثرت: فقہ شافعی میں اقوال کی کافی درجہ کثرت ہے، حتی کہ بعض مواقع پر امام شافعی سے ہی ایک ہی مسئلہ میں دو قول منقول ہیں، اقوال کی اس کثرت کی وجہ سے امام کی رائے پر توقف کے باوجود بحث ونظر، ترجیح وانتخاب اور استدلال کا دروازہ بند نہیں ہوتا اور اہل علم کے لیے ایک حد تک اجتہاد کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

(۸) فقہ شافعی کی ایک خصوصیت یہ کہ شوافع میں مجتہدین اور محدثین کی کثرت ہے، چاہے مجتہد مستقل ہو جیسے علامہ ابن منذر اور ابن جریر وغیرہما، چاہے مجتہد منتسب جیسے امام مزنی وغیرہ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ فقہ شافعی نہایت مردم خیز اور اپنے زمانے کی سرگرم، ذکی

اور اصحاب تالیف علماء کا مرکزِ توجہ رہی ہے، اس کا اندازہ کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ صحاح ستہ میں سے اکثر کے مصنفین امام شافعی کے مقلد یا اکثر مشہور اختلافی مسائل میں فقہ شافعی کے مؤید ہیں، ان کے علاوہ دوسرے مشہور جامعین حدیث اسی فقہ کی ترجمانی اور نمائندگی کرتے ہیں۔(المدخل الی مذھب الامام الشافعی للقواسمی)

(۹) فقہ شافعی کی نویں خصوصیت یہ کہ مختلف فیہ مسائل میں حتی الامکان اختلاف سے بچنا ہے، اسی کو امام سیوطی نے ''**الخروج من الخلاف مستحب**'' (الاشباہ والنظائر: ۳۰۵) سے تعبیر کیا ہے، چنانچہ امام شافعی کے نزدیک طہارت کے لیے بدن کا ملنا ضروری نہیں، مالکیہ کے یہاں ضروری ہے، شوافع کے نزدیک وضو میں سر کے ایک بال کا مسح بھی کافی ہے، مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا اور احناف کے یہاں ربع رأس کا مسح ضروری ہے، ان جیسے مسائل میں فقہائے شوافع احتیاط پر عمل کرنے اور اختلاف سے بچنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

۱۰) معصیت پر سخت گیر رویہ اختیار کرنا اور اس کے تمام دروازوں کو بند کرنے کی سعی اور کوشش کرنا فقہ شافعی کی اہم خصوصیت ہے، اسی لیے فقہی قاعدہ ہے:''' **الرخص لا تناط بالمعاصی** (الاشباہ والنظائر:۳۱۲) شرعی رخصتیں معصیت کے ساتھ حاصل نہیں ہوسکتیں، اس قاعدے کی بناء پر سفر گناہ میں قصر، رمضان میں افطار، موزوں پر تین دن مسح کرنے کی سہولت، سواری پر نفل نماز کی ادائیگی اور تیمّم وغیرہ کی اجازت نہیں ہوگی۔

۱۱) معاشرتی مصالح کی رعایت: فقہ شافعی میں معاشرتی احکام میں خاص رعایت کا لحاظ رکھا گیا ہے، جیسے نکاح کے بعد شوہر میں کوئی عیب پایا جائے، مثلاً جنون وغیرہ تو عورت تفریق کا مطالبہ کرسکتی ہے۔(منہاج الطالبین مع السراج:۳۷۲ روضہ الطالبین:۶/۵۱۱) اسی طرح تنگ دست اور نفقہ نہ دینے والے شوہر سے بیوی تفریق کا مطالبہ کرسکتی ہے۔(کنز الراغبین:۴۹۵)

(۱۲) ثواب بقدر مشقت: فقہ شافعی میں عبادت کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ

مشقت اور عمل جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا، اسی لیے فقہی قاعدہ ہے: **ماکان اکثر فعلا کان اکثر فضلاً**۔ (الاشباہ والنظائر:۳۲۰، موسوعۃ القواعد الفقھیہ:۹/۱۷۱)
اسی بناء پر امام شافعیؒ کے نزدیک وتر میں دو رکعت علیحدہ اور ایک رکعت علیحدہ ادا کرنا افضل ہے،، اسلئے کہ اس طریقہ میں نیت تکبیر اور سلام کا اضافہ ہوتا ہے، اسی طرح حج میں امام شافعیؒ کے نزدیک قران اور تمتع کے مقابلے میں افراد افضل ہے

(۱۳) احکامِ حج میں آسانی: فقہ شافعی کا ایک اور نمایاں پہلو احکام حج میں یسر اور سہولت کا ہے، مثلاً حرم جانے والا اگر حج وعمرہ کے ارادے سے نہ جائے تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھ سکتا ہے، دسویں ذی الحجہ کی نصف شب میں مزدلفہ سے منیٰ جاسکتا ہے، محصر کیلئے مقام احصار ہی پر ہدی کی قربانی کردینا کافی ہے۔

(۱۴) علم کے ساتھ فیاضانہ سلوک: علم کے ساتھ امام شافعیؒ اور آپ کے متبعین کا سلوک نہایت فیاضانہ اور فراخدلانہ ہے، خود امام شافعیؒ کا مقولہ ہے: طلب علم نفل نماز سے افضل ہے، چنانچہ فقہ شافعی میں مستقل قاعدہ ہے: **المتعدی افضل من القاصر** (الاشباہ والنظائر:۲۲۲) جس نیکی کا اثر متعدی ہو وہ اس نیکی سے بہتر ہے جس کا اثر اس کی ذات تک محدود ہو، اسی بنا پر امام غزالیؒ نے کتب فقہیہ کو حاجات اصلیہ کے زمرہ میں رکھا ہے، اور صدقۃ الفطر کے لیے مطلوب مالیت کو اس سے مستثنی کیا ہے۔

فقہِ شافعی کی چند اہم اصطلاحات:

علماء وفقہاءِ شوافع اپنی کتابوں میں کچھ خاص قسم کے الفاظ وکلمات اور تعبیرات استعمال کرتے ہیں، جن سے وہ متعین معنی ومفہوم مراد لیتے ہیں، جن کو جاننا ہر اس فرد کے لئے لازمی ہے، جو فقہِ شافعی کی کتابوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے، انکے جاننے پر ہی ایک قاری فقہائے شوافع کے اجتہادات، انکے دلائل اور عبارتوں میں انکے مقاصد سے واقف ہوسکتا ہے، وہ اصطلاحات درج ذیل ہیں:

(۱)القول یاالاقوال:

اس کا مطلب ہے حضرتِ امامِ شافعیؒ کے اجتہادات اور خود ان کا اپنا بیان کردہ قول چاہے وہ قولِ قدیم ہو یا جدید(المجموع شرح المھذب:۱/۱۰۱)

(۲)القول القدیم:

حضرتِ امامِ شافعیؒ نے اپنی آخری زندگی میں مصر منتقل ہونے سے پہلے اپنی تصنیف وتالیف ،درس وتدریس اور فقہ وفتاوی وغیرہ میں جو بات ارشاد فرمائی ، جو احکام ومسائل بیان کئے ،چاہے بعد میں ان سے رجوع کیا ہو یا نہ کیا ہو،اسے قولِ قدیم کہتے ہیں۔(المجموع شرح المھذب:۱/۱۰۲)

(۳)القول الجدید:

حضرتِ امامِ شافعیؒ نے اپنی آخری زندگی میں مصر منتقل ہونے کے بعد اپنی تصنیف وتالیف ،درس وتدریس اور فقہ وفتاوی وغیرہ میں جو بات ارشاد فرمائی ، جو احکامِ ومسائل بیان کئے ،اسے قولِ جدید کہتے ہیں۔(المجموع شرح المھذب:۱/۱۰۲)

تنبیہ: یہ بات ذہن میں رہے کہ کسی مسئلہ میں اگر امامِ شافعیؒ کے دو قول ہوں،قدیم وجدید تو فقہِ شافعی میں عمل اور فتوی قولِ جدید پر ہی دیا جائے گا،البتہ کچھ بیس کے قریب مسائل ایسے ہیں جن میں قولِ قدیم پر عمل وفتوی ہے،جن کی تفصیلات دکتور:عبدالعزیزعبدالقادر قاضی زادہ کی کتاب ’’**الامام الشافعی والمسائل التی اعتمدت من قولہ القدیم**‘‘ میں موجود ہے۔

(۴)الأظھر والظاھر:

کسی مسئلہ میں حضرتِ امامِ شافعیؒ کے دو یا دو سے زائد اقوال ہوں اور ان اقوال میں دلائل کی قوت کے اعتبار سے قوی اختلاف ہو اور ان میں ایک قول کو دوسرے پر یا بقیہ اقوال پر ترجیح دی گئی ہو تو دلیل کے اعتبار سے مضبوط اور راجح قول کو **الأظھر** کہتے ہیں اور اس کے مقابلے

میں جو قول ہو اسے **ظاھر** کہتے ہیں۔(مغنی المحتاج،۱/۱۲)

عموماً امامِ شافعی اور مسلکِ شافعی میں اصحابِ وجوہ کا درجہ رکھنے والے فقہاء کے مختلف اقوال میں ترجیح دینے کے لئے **الأظھر وظاھر** کی اصطلاحات استعمال ہوتی ہے۔(مقدمہ تحقیق ’’الوسیط للغزالی‘‘:۱/۲۹۲)

(۵)المشھور والغریب:

کسی مسئلہ میں حضرتِ امامِ شافعیؒ کے دو یا دو سے زائد اقوال ہوں اور ان اقوال میں ضعیف اختلاف ہو اور ان میں ایک قول کو دوسرے پر یا بقیہ اقوال پر ترجیح دی گئی ہو تو راجح قول کو **المشھور** کہتے ہیں اور اس کے مقابلے میں جو قول کمزور دلیل والا ہو اسے **الغریب** کہتے ہیں۔(مغنی المحتاج،۱/۱۲)

(۶)الأصحاب یا أصحاب الوجوہ:

فقہائے شوافع میں سے وہ عظیم شخصیات جو اپنی علمی وفقہی اعلی استعداد وصلاحیت کی بناء پر مخصوص فقہی اجتھاد کے اعلی درجہ پر پہنچ گئے ، پھر انھوں نے حضرتِ امامِ شافعی کے بعد پیش آنے والے مسائل میں حضرتِ امامِ شافعیؒ کے بتلائے ہوئے اصول وضوابط کے مطابق کتاب وسنت سے ہم آہنگ انکا شرعی حل پیش کیا، نیز وہ باصلاحیت علماء،فقہاء اور مجتہدین اپنا مستقل مسلک قائم کرنے کے بجائے اپنے آپ کو اور اپنے اجتہادات کو حضرتِ امامِ شافعیؒ اور انکے مسلک ومشرب کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں،انھیں ’’**اصحابِ وجوہ**‘‘ نیز ان میں سے بعض کو ’’**مجتھدِ منتسب**‘‘ بھی کہتے ہیں۔جیسے حضرتِ امامِ مزنیؒ،حضرتِ امامِ بویطیؒ ،حضرتِ امامِ غزالیؒ،علاّمہ شیرازیؒ اور دیگر تنقیح اول وترجیح کا عمل شروع ہونے سے پہلے کے فقہاءِ کرامؒ۔(حاشیتا القلیوبی وعمیرۃ علی کنز الراغبین:۱/۱۵)

(۷)الوجوہ یاالأوجہ:

اُصحابِ وجوہ اور مجتہدینِ منتسبین فقہائے شوافع نے حضرتِ امامِ شافعی کے بعد پیش آنے

والے مسائل میں حضرتِ امامِ شافعیؒ کے بتلائے ہوئے اصول وضوابط کے مطابق کتاب وسنت سے ہم آہنگ انکا جوشرعی حل پیش کیا،ان علماء،فقہاءاور مجتہدین نے اپنا مستقل مسلک قائم کرنے کے بجائے اپنے آپ کو اور اپنے اجتہادات کو حضرتِ امام شافعیؒ اور انکے مسلک ومشرب کی طرف ہی منسوب کیا،ان کے اس حل کو "وجــه" کہتے ہیں۔(الفتح المبین فی حل رموز ومصطلحات الفقهاء والأصولیین للحفناوی:ص:۱۲۴)

(۸)الطرق:

کسی مسئلہ کے حکم میں مسلکِ شافعی کے نقل کرنے میں اُصحابِ وجوہ شوافع کا اختلاف ہوتو اسے "**طـریق**" کہتے ہیں،اور مختلف اقوال کو "**طرق**" کہتے ہیں۔جیسے شوافع کی فقہی کتابوں میں اس قسم کی عبارتیں ملتی ہیں:**فیـه قولان،لایجوز الاقول واحد أو وجه واحد،فی المسئلة تفصیل،فیها خلاف مطلق**،وغیرہ الفاظ کا مطلب یہی ہے۔(المجموع شرح المهذب:۱/۱۰۱)

(۹)المذهب یا المعتمد:

کسی مسئلہ کے حکم میں مسلکِ شافعی کے نقل کرنے میں اُصحابِ وجوہ شوافع کا اختلاف ہو یعنی الگ الگ طرق پر مسئلہ کی تخریج ہو،ایسے اقوال کو ذکر کرنے کے بعد کوئی شافعی مصنف دلائل کی بناء پر کسی ایک قول وطریق کو راجح قرار دے کر اسے "**المذهب یا المعتمد**" کے لفظ سے نقل کرتے ہیں،اس کا مطلب ہے یہ کہ یہ حکم مسلکِ شافعی کے اصول وضوابط کے مطابق قابلِ عمل ولائقِ فتوی ہے۔(حواشی الشروانی وابن قاسم العبادی علی التحفة:۱/۸۶)

(۱۰)الأصح یا المختار:

کسی مسئلہ کے حکم میں مسلکِ شافعی کے نقل کرنے میں اُصحابِ وجوہ شوافع کا قوی اختلاف ہو یعنی الگ الگ طرق پر مسئلہ کی تخریج ہو،مضبوط دلائل کی بناء پر کسی ایک قول وطریق کو راجح قرار دے دیا جائے تو اسے "**أصح یا المختار**" کہتے ہیں،اور اس کے مقابلے میں جو

دوسرا قول ہوتا ہے،جس میں دلیل تو بیان کی گئی ہے لیکن پہلے قول کے مقابلہ میں وہ دلیل اتنی مضبوط نہیں ہے،اسے "**صحیح**" کہتے ہیں۔اس معنی کے مطابق **أصح یه أظهر** کے مترادف ہے،اور **صحیح یه ظاهر** کے ہم معنی ہے۔(مقدمۃ تحقیق الوسیط فی المذهب:۱/۲۹۱)

(۱۱)الصحیح:

کسی مسئلہ کے حکم میں مسلکِ شافعی کے نقل کرنے میں اُصحابِ وجوہ شوافع کا مضبوط اختلاف نہ ہو یعنی الگ الگ طرق پر مسئلہ کی تخریج ہو لیکن کمزور دلائل پر ان کی بناء ہو،اور ان میں سے کسی ایک قول وطریق کو راجح قرار دے دیا جائے تو اسے "**صحیح**" کہتے ہیں،اور اس کے مقابلے میں جو دوسرا قول ہوتا ہے،جس میں دلیل تو بیان کی گئی ہے لیکن پہلے قول کے مقابلہ میں وہ دلیل کمزور ہے،اسے "**ضعیف یا فاسد**" کہتے ہیں۔(حواشی الشروانی وابن قاسم العبادی علی التحفة:۱/۸۶)

(۱۲)النص:

کسی مسئلہ کے حکم میں حضرتِ امامِ شافعیؒ کا قول یا فتوی ان کی اپنی کتابوں میں موجود ہو تو اسے "**الـنـص**" کہتے ہیں،اسلئے کہ حضرتِ امامِ شافعیؒ کی صراحت ووضاحت کی بناء پر اس قول وفتوی کی قدر ومنزلت بلند واعلی ہے،اس کے مقابلہ میں اُصحابِ وجوہ اور مجتہدینِ منتسبین نیز فقہائے شوافع نے حضرتِ امامِ شافعی کے بعد پیش آنے والے مسائل میں حضرتِ امامِ شافعیؒ کے بتلائے ہوئے اصول وضوابط کے مطابق کتاب وسنت سے ہم آہنگ انکا جو شرعی حل پیش کیا،اسے "**القول المخرّج**" کہتے ہیں۔(حاشیتا القلیوبی وعمیرة علی کنز الراغبین :۱/۱۹-۲۰)

(۱۳)التخریج:

دوایک جیسے مسائل ومعاملات اور صورتوں میں حضرتِ امامِ شافعیؒ الگ الگ حکم بیان فرمائے

اور فرق کی وضاحت نہ کرے، تو بعد کے اُصحابِ شوافع ان دو ایک جیسے مسائل ومعاملات اور صورتوں میں سے ہر ایک صورت کا حکم دوسرے کی طرف منتقل کریں ،تو حضرتِ امامِ شافعیؒ کے الگ الگ حکم بیان فرمانے کو تو منصوص کہینگے اور بعد کے اُصحابِ شوافع نے ان دو ایک جیسے مسائل ومعاملات اور صورتوں میں سے ہر ایک صورت کا حکم دوسرے کی طرف منتقل کیا ہے اسے ’’**تخریج**‘‘ کہتے ہیں۔(المجموع شرح المہذب:۱؍۱۰۳۔۱۰۴)

(۱۴)الأشبہ:
کسی مسئلہ میں دو حکم دو الگ الگ قیاس پر مبنی ہوں اور ان میں سے ایک قیاس کی علت دوسرے قیاس کی علت کے مقابلہ میں زیادہ مضبوط ہو تو زیادہ مضبوط علّت والے قیاس کو ’’**الأشبـــــــــہ**‘‘ کہتے ہیں، اسلئے کہ وہ علت کے زیادہ مشابہ ہے۔(مقدمۃ تحقیق الوسیط فی المذھب:۱؍۲۹۳)

(۱۵)اقوالِ فقہاء واحکام ودلائل کو ضعیف قرار دینے کے صیغے:

حضراتِ فقہاءِ شوافع اپنی کتابوں میں فقہاء کے ضعیف اقوال، کمزور دلائل اور ضعیف فقہی اجتہادات واحکام کو بیان کرنے کے لئے حسبِ ذیل الفاظ وکلمات استعمال کرتے ہیں اور ان سے وہ کچھ متعین معانی مراد لیتے ہیں:

(الف)**زعـم فـلان**: (فلاں کا گمان وخیال ہے کہ):جب کسی مسئلہ میں کسی حکم کے باب میں یہ شک ہو کہ حقیقت میں قائل نے یہ حکم بیان کیا بھی یا نہیں؟ تو اس قسم کا جملہ فقہاء استعمال کرتے ہیں۔

(ب)**ان قیـل ،یا قیل ،یا قیل کذا،یا قیل فیہ** (اس مسئلہ میں اگر یہ کہا گیا، یا اس طرح حکم بیان کیا گیا): یہ کلمات ذکر کردہ رای وقول اور دلیل کے ضعیف وکمزور ہونے کی علامت واشارہ ہے۔

(ج)’’**وھو محتمَل**‘‘ (دوسرے میم کے فتحہ کے ساتھ،اس کا معنی یہ ہے کہ مذکورہ رائے یا

حکم درستگی یا حق سے قریب ہے، یہ مذکورہ رائے یا حکم کے ترجیح کی علامت واشارہ ہے) یہ عموماً اسبابِ توجیہ کے بعد آتا ہے اور اگر ’’**وھو محتمِل**‘‘(دوسرے میم کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی یہ مذکورہ رائے یا حکم میں تاویل کی گنجائش ہے، یہ مذکورہ رائے یا حکم کے ترجیح کی علامت واشارہ نہیں ہے، بلکہ کمزوری کی علامت ہے) یہ عموماً اسبابِ ضعف کے بعد آتا ہے ۔اور اگر کوئی اعراب نہ ہو تو متاخرین کی کتابوں سے رجوع کیا جائے گا، تو حقیقتِ حال واضح ہوگی۔

(د)’’**وقـع لـفلان کذا**‘‘ اس عبارت کے بعد عموماً فقہاءِ کرام مذکورہ قول کی ترجیح، تصحیح یا اس کی کمزوری کو بیان کرتے ہیں، تو ان کے بیان پر اعتماد کیا جائے گا، اور اگر اس عبارت کے بعد فقہاءِ کرام نے مذکورہ قول کی ترجیح، تصحیح یا اس کی کمزوری کو بیان نہیں کیا تو یہ اس قول کے ضعیف ونا قابلِ عمل ہونے کی علامت ونشانی ہے۔

(ھ)’’**ان صـحّ ھـذا فکذا**‘‘(معنی یہ کہ اگر یہ قول وحکم صحیح ہوتا تو معاملہ اس طرح ہوتا):یہ جملہ مصنّف کی مذکورہ قول وحکم کو پسند نہ کرنے کی علامت ونشانی ہے۔(الفتح المبین فی حل رموز ومصطلحات الفقھاء والأصولیین للحفناوی:ص:۱۱۶۔۱۱۹)

(۱۶)اقوالِ فقہاء واحکام ودلائل کو واضح قرار دینے کے صیغے:

حضراتِ فقہاءِ شوافع اپنی کتابوں میں فقہاء کے اقوال، دلائل اور فقہی اجتہادات واحکام کو واضح ومتنبہ کرنے کے لئے حسبِ ذیل الفاظ وکلمات اور تعبیرات استعمال کرتے ہیں اور ان سے وہ کچھ متعین معانی مراد لیتے ہیں:

(الف)**مـحـصِّل الکلام** (خلاصۂ کلام یہ کہ):کسی مسئلہ کو تفصیلی طور پر پیش کرنے کے بعد اس کی چند جملوں میں وضاحت کرنے کے لئے یہ تعبیر استعمال ہوتی ہے۔

(ب)**حـاصـل الـکلام** (بات کا مطلب ومعنی یہ کہ):کسی مسئلہ کو مختصراً واجمالی طور پر پیش

کرنے کے بعد اس کی مکمل وضاحت وتفصیل کرنے کے لئے یہ تعبیر استعمال ہوتی ہے۔

(ج) **تحریرہ یا تنقیحہ** (اس مسئلہ کی اصلیت وحقیقت یہ کہ): فقہ کی کتابوں کے حاشیہ نگار اور تشریح وتفصیل بیان کرنے والے حضرات اصلِ مسئلہ میں موجود کسی کمی وخامی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے یا پھر عبارت میں موجود زائد چیزوں کو الگ کرنے کے لئے یا کبھی عبارت ومسئلہ کی مزید توضیح وتفصیل کے لئے مذکورہ تعبیرات استعمال کرتے ہیں۔

(د) کسی اہم مسئلہ کے متعلقات ذکر کرنے کے بعد بحث کے اخیر میں حضراتِ فقہاء لکھتے ہیں "**تأمّل**" (یعنی غور کرو): اس سے اس مسئلہ کی اہمیت وباریکی کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے، یا پھر عبارت وزیرِ بحث مسئلہ سے اعتراضات، اشکالات وشبہات کو دور کرنے کا ارادہ ہوتا ہے یا پھر مصنّف وہاں اپنا مقصود ومطلوب واضح کرنا چاہتا ہے۔

(ھ) "**اعلم**" کسی مسئلہ کو ذکر کرنے کے بعد اس مسئلہ میں فقہاء کی تفصیلی آراء، انکے اقوال واجتہادات اور دلائل کی طرف متوجہ کرنے کے لئے "**اعلم**" کی تعبیر کا سہارا لیا جاتا ہے۔

(و) "**لو قيل كذا لم يبعد، و لو قيل كذا ليس ببعيد، يا لو قيل كذالكان قريباً، يا پھر لو قيل كذا هو أقرب**" (یعنی اگر اس طرح جیسا ہم ذکر کررہے ہیں مسئلہ کا حکم بیان ہوتا تو بھی دلیل سے دور نہیں ہوتا، یا دلیل کے
قریب ہوتا، یا یہ دلیل کے زیادہ قریب ہوتا): یہ تمام تعبیرات " ترجیح اور قابلِ عمل قول کے بیان کی ہے" اسی طرح شوافع کے اکابر شیخین علامہ رافعیؒ اور امام نوویؒ "**وعليه العمل**" یا دیگر اصحابِ ترجیح وشیوخ "**وعليه الفتوى**" کی تعبیرات کا استعمال کریں تو یہ بھی ترجیح وقابلِ عمل قول وفتوی کا بیان ہے۔

(ز) جب کسی مسئلہ کے حکم پر مسلکِ شافعی کے تمام فقہاء ومجتہدین اور ائمّہ متفق ہوں، اس حکمِ مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہ ہو تو اس کے لئے فقہاءِ شوافع "**اتفقوا، هذا مجزوم به، هذا لاخلاف فيه**" (یعنی اس میں تمام کا اتفاق ہے، کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے) ایسی

تعبیرات استعمال کرتے ہیں۔ اور جب کسی مسئلہ کے حکم پر مسالکِ اربعہ اور انکے علاوہ تمام فقہاء ومجتہدین اور ائمّہ متفق ہوں، اس حکمِ مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہ ہو تو اس کے لئے "**هذا مجمع عليه**" (یعنی اس میں تمام کا اتفاق ہے، کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے) ایسی تعبیر استعمال کرتے ہیں۔

(ح) "**ينبغي**" کی تعبیر کبھی وجوب کو بیان کرنے کے لئے تو کبھی مندوب ومستحب اور سنت کو بیان کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اور "**لاينبغي**" کی تعبیر کبھی حرمت کو بیان کرنے کے لئے تو کبھی کراہت کو بیان کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ (الفوائد المكية: علامہ سید علوی بن أحمد السقاف: ص:۴۲)

(۱۷) علماء، فقہاء ومجتہدینِ شوافع کے مراتب:

علماء، فقہاء ومجتہدینِ شوافع کے چھ مراتب ودرجات ہیں:

(الف) **مجتہدِ مستقل** (زندگی کے تمام شعبہ جات میں پیش آنے والے مسائل ومعاملات کا نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں حل نکالنے والے حضرات، جن میں قرآن وسنّت کے سمجھنے کی اعلی فہم وفراست ہو اور وہ اجتہاد کے لئے غیر معمولی صلاحیت کے حامل ہوں): یہ مرتبہ شافعی مسلک میں صرف بانیٔ مسلکِ شوافع حضرتِ امامِ شافعیؒ کو حاصل ہے۔ اور دیگر مسالکِ فقہ کے اعتبار سے حضرتِ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ، حضرتِ امامِ مالکؒ اور حضرتِ امامِ احمد بن حنبلؒ وغیرہم ائمّہ مجتہدین کو حاصل ہے۔

(ب) **مجتہدِ منتسب** (فقہائے شوافع میں سے وہ عظیم شخصیات جو اپنی علمی وفقہی اعلی استعداد وصلاحیت کی بناء پر مخصوص فقہی اجتہاد کے اعلی درجہ پر پہنچ گئے، پھر انھوں نے حضرتِ امامِ شافعی کے بعد پیش آنے والے مسائل میں حضرتِ امامِ شافعیؒ کے بتلائے ہوئے اصول وضوابط کے مطابق کتاب وسنت سے ہم آہنگ انکا شرعی حل پیش کیا، نیز وہ باصلاحیت علماء، فقہاء اور مجتہدین اپنا مستقل مسلک قائم کرنے کے بجائے اپنے آپ کو اور اپنے اجتہادات کو

حضرتِ امام شافعیؒ اور انکے مسلک ومشرب کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں ،انھیں ''**مجتهدِ منتسب**'' کہتے ہیں۔جیسے حضرتِ امام مزنیؒ ،حضرتِ امام بویطیؒ ،حضرتِ امامِ ربیع بن سلیمان مرادیؒ وغیرہم۔

(ج) أصحاب الوجوه (ان کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے): جیسے امامِ غزالیؒ ،امامِ شیرازیؒ ،امام الحرمینؒ ،امام قفالؒ ،قاضی حسینؒ وغیرھم

(د) مجتهدینِ فتویٰ (فقہ شافعی کے راجح وصحیح اقوال میں سے مرجوح اور شاذ اقوال کو الگ کرنا، نیز فقہ کے جملہ ابواب کے مسائل میں مفتی بہ اقوال کو بیان کرنا تا کہ مسلک کے قضاۃ اور مفتیان کو فقہ وفتاوی اور فیصلوں وتحریروں میں کوئی ایک محقق حکم شرعی منطبق کرنے میں سہولت ہو۔نیز طلبۂ علوم کو راجح اقوال معلوم ہوں، یہ کارنامہ جن شخصیات نے انجام دیا): جیسے امام رافعیؒ اور امامِ نوویؒ وغیرہم

(ھ) أصحاب الترجیح (اکابر شیخین کے درمیان مختلف فیہ مسائل میں جنھوں نے مسلکِ شافعی کے اصول ودلائل کی روشنی میں ترجیح دینے کا کام کیا): جیسے علامہ ابنِ رفعہؒ ،امام اسنویؒ ،امام أذرعی ،امام بلقینیؒ ،امام سبکیؒ ،شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ ،امام ابنِ حجر مکی ہیتمیؒ ،امامِ رملیؒ ،خطیبِ شربینیؒ وغیرہم۔

(و) حاملینِ فقه (وہ شخصیات جنھوں نے درجِ بالا مراتب کے علماء وفقہاءِ شوافع کی کتابوں پر شروحات وحواشی لکھنے اور ان کی روشنی میں فقہ وفتاوی کے فرائض انجام دیئے یا دے رہے ہیں،ان میں بھی زمانے اور احوال وکارناموں کے اعتبار سے الگ الگ ترتیب اور فرقِ مراتب ہیں): جیسے علامہ قلیوبیؒ ،علامہ شوبریؒ ،علامہ عمیرہ برلیسیؒ ،علامہ سقافؒ وغیرہم ۔(مقدمۃ التحقیق:الاقناع للشربینی:۱/۷۔۹)

(ز) متقدمین ومتأخرین (پیش رو حضرات اور بعد والے لوگ): جب شیخین یعنی امامِ رافعیؒ اور امامِ نووی تک کے حضرات کی کتابوں میں یہ کلمات ملیں تو **متقدمین** کا مطلب

حضرتِ امامِ شافعیؒ سے ابتدائی چار صدیوں کے علماء وفقہاء اور مجتہدینِ شوافع مراد ہیں اور **متأخرین** سے مراد اس کے بعد کے شیخین کے زمانہ تک کے علماء وفقہاء اور مجتہدینِ شوافع مراد ہیں،اور جب شیخین یعنی امام رافعیؒ اور امام نووی کے بعد والے حضرات کی کتابوں میں یہ کلمات ملیں تو **متقدمین** کا مطلب حضرتِ امامِ شافعیؒ سے شیخین یعنی امامِ رافعیؒ اور امامِ نووی تک کے علماء وفقہاء اور مجتہدینِ شوافع مراد ہیں اور **متأخرین** سے مراد اس کے بعد کے خصوصاً اصاغر شیخین یعنی امام ابنِ حجر مکی ہیتمیؒ اور امامِ رملیؒ کے زمانہ تک کے علماء وفقہاء اور مجتہدینِ شوافع مراد ہیں۔(ایضاً)

(۱۸) شافعی فقہاء وشیوخ کے لئے مخصوص أعلام:

شافعی فقہاء، مصنّفین ،علماء اور محققین اپنی کتابوں میں بڑے بڑے علماء اور فقہاء کے لئے اختصار کے طور پر بعض القاب، کنیتیں اور مخصوص نام ذکر کرتے ہیں تا کہ ان کے لمبے ناموں کے ذکر کرنے سے راحت ملے،جنہیں ''أعلام'' کہتے ہیں:

(الف) جب فقہاءِ شوافع اپنی کتابوں میں ''**الامام**'' کا لفظ مطلق استعمال کریں تو اس سے مراد ''حضرت امام الحرمین جوینیؒ'' ہوتے ہیں۔

(ب) جب فقہاءِ شوافع اپنی کتابوں میں ''**القاضی**'' کا لفظ مطلق استعمال کریں تو اس سے مراد ''حضرت قاضی حسینؒ'' ہوتے ہیں۔

(ج) جب فقہاءِ شوافع اپنی کتابوں میں ''**القاضیان**'' کا لفظ مطلق استعمال کریں تو اس سے مراد ''حضرت امام قاضی رویانیؒ اور حضرت امام قاضی ماوردیؒ'' ہوتے ہیں۔

(د) جب فقہاءِ شوافع اپنی کتابوں میں ''**الربیع**'' کا لفظ مطلق استعمال کریں تو اس سے مراد امامِ شافعیؒ کے شاگردِ خاص ''حضرت امام ربیع بن سلیمان مرادیؒ'' ہوتے ہیں۔

(ھ) جب فقہاءِ شوافع اپنی کتابوں میں ''**الشارح یا الشارح المحقق**'' کا لفظ معرفہ استعمال کریں تو اس سے مراد ''حضرت امام جلال الدین محلیؒ'' ہوتے ہیں۔جنھوں نے امامِ

نوویؒ کی کتاب ''منہاج الطالبین'' کی ''کنز الراغبین'' کے نام سے شرح لکھی ہے، جو کہ ''شرحِ محلّی'' کے نام سے مشہور ہے۔ جب فقہاءِ شوافع اپنی کتابوں میں ''صاحب الشرح'' کا لفظ استعمال کریں تو اس سے مراد ''شرحِ کبیر کے مصنف امامِ رافعیؒ'' ہوتے ہیں۔ اور جب فقہاءِ شوافع اپنی کتابوں میں ''شارح'' کا لفظ نکرہ استعمال کریں تو اس سے مراد ''ان کی اپنی کتاب کے شارحؒ'' ہوتے ہیں۔

(و) جب فقہاءِ شوافع اپنی کتابوں میں ''**الشیخان**'' کا لفظ مطلق استعمال کریں تو اس سے مراد ''حضرت امام رافعی اور حضرتِ امام نوویؒ'' ہوتے ہیں۔

(ز) جب فقہاءِ شوافع اپنی کتابوں میں ''**الشیوخ**'' کا لفظ مطلق استعمال کریں تو اس سے مراد ''حضرت امام رافعی، حضرتِ امام نووی اور حضرت امام تقی الدین سبکیؒ'' ہوتے ہیں۔

(ح) جب فقہاءِ شوافع اپنی کتابوں میں ''**المحمدون الأربعة**'' کا لفظ استعمال کریں تو اس سے مراد ''(۱) حضرت امام محمد بن نصرؒ مروزی (۲) حضرت امام محمد بن ابراہیم المنذر (۳) حضرت امام محمد بن جریر طبریؒ (۴) حضرت امام محمد بن اسحٰق بن خزیمہؒ'' ہوتے ہیں۔

(ط) جب امام نوویؒ اپنی کتابوں میں ''**القفال**'' کا لفظ مطلق استعمال کریں تو اس سے مراد حضرت امام قفال مروزیؒ'' ہوتے ہیں۔ اور جہاں امام قفال شاشیؒ مراد ہوتے ہیں، وہاں وہ اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔

(ی) جب امامِ شیرازیؒ اپنی کتابوں میں ''**ابو العباس**'' کا لفظ مطلق استعمال کریں تو اس سے مراد حضرت امام ابوالعباس بن سریجؒ'' ہوتے ہیں۔ اور جب امامِ شیرازیؒ اپنی کتابوں میں ''**ابو سعید**'' کا لفظ مطلق استعمال کریں تو اس سے مراد حضرت امام ابوسعید اصطخریؒ'' ہوتے ہیں۔ نیز جب امامِ شیرازیؒ اپنی کتابوں میں ''**ابو اسحاق**'' کا لفظ مطلق استعمال کریں تو اس سے مراد حضرت امام ابواسحٰق مروزیؒ'' ہوتے ہیں۔

(ک) جب امامِ خطیب شربینیؒ اور امامِ شمس الدین رملیؒ اپنی کتابوں میں ''**شیخنا**'' کا لفظ استعمال کریں تو اس سے مراد ''حضرت امام شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ'' ہوتے ہیں۔ اور جب امامِ خطیب شربینیؒ اپنی کتابوں میں ''**شیخی**'' کا لفظ استعمال کریں نیز جب امامِ شمس الدین رملیؒ اپنی کتابوں میں ''**أفتٰی به الوالد**'' کا لفظ استعمال کریں تو اس سے مراد ''حضرت امام شہاب الدین رملیؒ'' ہوتے ہیں۔ (الفتح المبین فی حل رموز ومصطلحات الفقهاء والأصوليين للحفناوی: ص:۱۱۶۔۱۱۹)

(ل) جب فقہاءِ شوافع اپنی کتابوں میں ''**أصلِ روضه**'' کا لفظ استعمال کریں تو اس سے مراد ''حضرت امامِ نووی کی کتاب روضۃ الطالبین یہ امامِ رافعی کی کتاب العزیز (الشرح الکبیر) کی تلخیص ہے، تو امامِ نووی نے العزیز کے جو الفاظ تلخیص کے لئے استعمال کئے، جس میں آپ نے امامِ رافعی کی موافقت فرمائی، اسے ''أصلِ روضه'' کہتے ہیں، اور جو عبارت حضرت امامِ نووی کی کتاب روضۃ الطالبین میں امامِ رافعی کی کتاب العزیز (الشرح الکبیر) کی تلخیص پر اضافہ کی شکل میں ہے، اسے ''زوائدِ روضه'' کہتے ہیں۔ (مقدمۃ التحقیق: الاقناع للشربینی: ۱/۷۔۹)

ربّنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار. ربّنا تقبّل منّا انّک انت السمیع العلیم وتب علینا انّک انت التوّاب الرّحیم (آمین)

والصلٰوة والسلام علی سیّد المرسلین محمّد بن عبدالله الأمین وخاتم النبیین وعلی اٰله وصحبه أجمعین ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین، والحمد لله ربّ العالمین.

تمّ بحمدالله ومنّه

یادداشت

یادداشت